نماز تراویح

اور

مذاہب اہل حدیث

تحقیق وتالیف

مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی

چیئرمین حق چار یار اکیڈمی گجرات

ناشر

حق چار یار اکیڈمی مدرسہ حیات النبی گجرات

☎ 521644

یا اللہ مدد

خلافت راشدہ — حق چار یارؓ

نماز........تراویح

اور

مذاہب اہل حدیث

تحقیق وتالیف

مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی

چیئرمین: حق چار یارؓ اکیڈمی گجرات

ناشر: حق چار یارؓ اکیڈمی

مدرسہ حیات النبیؐ محلہ حیات النبیؐ، گجرات

فون نمبر ۵۲۱۶۴۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق "حق چار یار اکیڈمی گجرات" محفوظ ہیں۔

نام کتاب .... نماز تراویح اور مذاہب اہل حدیث۔
تحقیق و تالیف .... مولانا حافظ عبد الحق خان بشیر نقشبندی۔
طبع اول .... اکتوبر ۲۰۰۲ء
طبع دوم .... جون ۲۰۰۵ء
کمپوزنگ .... فخر دیوبند کمپوزنگ سنٹر محلہ حیات النبی گجرات۔
مطبع ....
تعداد طبع دوم ۱۱۰۰
صفحات .... ۱۸۳ قیمت 70روپے

ملنے کے پتے

☆ ناشر .... حق چار یار اکیڈمی مدرسہ حیات النبیؐ محلہ حیات النبیؐ گجرات۔
☆ مکتبہ صفدریہ نزد چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ ☆ مکتبہ نصرۃ العلوم نزد چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ
☆ ادارۃ السادات، حسن پلازہ مچھلی منڈی، اردو بازار لاہور ☆ دار العلوم مدنیہ ماڈل ٹاؤن بہاولپور
☆ انجمن خدام الاسلام ۵۔۹۵ بی وی روڈ باغبانپورہ لاہور ☆ ادارۃ الانور علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
☆ جامعہ رحمت الرحیم جامع مسجد سراجاں چوک حسین آگاہی ملتان
☆ مدنی جامع مسجد چکوال ☆ جامعہ [illegible] روڈ علامہ اقبال ٹاؤن رحیم یار خان
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ☆ جامع مسجد فاروق اعظم سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا
☆ مکتبہ حنفیہ جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم ☆ مدرسہ تعلیم القرآن حق چار یار [illegible]
☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ ☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ

فہرست عنوانات

☆ دیباچہ طبع دوم .... ۸ ☆ دیباچہ طبع اول ۹

﴿باب اول﴾ عہد نبوی کی جماعت تراویح اور مختلف نقطہ ہائے نظر

☆ عہد نبوی کی جماعت تراویح .... ۱۱ ☆ عہد نبوی میں عمل صحابہ ۱۳
☆ مختلف نقطہ ہائے نظر ۱۵
☆ پہلا نقطہ نظر .... ۱۵ ☆ دوسرا نقطہ نظر .... ۱۵ ☆ تیسرا نقطہ نظر ۱۶
☆ قادیانی، رافضی، غیر مقلد فکری وحدت .... ۱۶ ☆ کیا تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہیں؟ ۱۷
☆ پہلی دلیل: تہجد قرآنی مسئلہ .... ۱۸ ☆ دوسری دلیل: تہجد کی فرضیت منسوخ ۱۸
☆ ایک غلط فہمی کا ازالہ .... ۱۹ ☆ تیسری دلیل: نماز تہجد پیغمبرؐ پر فرض تھی ۲۰
☆ [illegible] اشارہ .... ۲۲ ☆ چوتھی دلیل: تہجد کا وقت بعد النوم ہے ۲۲
☆ پانچویں دلیل: دونوں کے ابواب جدا جدا .... ۲۳ ☆ چھٹی دلیل: فرد میں تغیر ۲۳
☆ ساتویں دلیل: سیرت رسول .... ۲۵ ☆ نکتہ عجیب ۲۶
☆ آٹھویں دلیل: عہد نبوی کا واقعہ .... ۲۷ ☆ نویں دلیل: صحابیؓ کا عمل ۲۸
☆ دسویں دلیل: دوسرے صحابیؓ کا عمل .... ۲۹ ☆ ایک مغالطہ اور اس کا جواب ۲۹
☆ گیارہویں دلیل: امام بخاریؒ کا عمل .... ۳۱ ☆ بارہویں دلیل: رکعات تہجد مقرر نہیں ۳۱
☆ تیرہویں دلیل: کیفیت تہجد متعین نہیں .... ۳۲ ☆ چودہویں دلیل: اسلاف کے اقوال ۳۲
☆ پندرہویں دلیل: غیر مقلد علماء کے اقوال و عمل .... ۳۳ ☆ ایک غلط فہمی کا ازالہ ۳۳
☆ لطیفہ .... ۳۴ ☆ کیا وتر اور تہجد ایک ہی نماز کے دو نام ہیں؟ .... ۳۵ ☆ دلیل اول ۳۵
☆ دلیل دوم، سوم، چہارم .... ۳۶ ☆ دلیل پنجم .... ۳۷ ☆ دلیل ششم، ہفتم ۳۸

﴿باب دوم﴾ .... عہد نبوی کی رکعات تراویح

☆ پہلی روایت: حدیث عائشہ صدیقہؓ .... ۳۹ ☆ جواب اول: سیاق کلام ۴۰
☆ جواب دوم: چار چار رکعت ...... ☆ جواب سوم: بلا جماعت ...... ☆ جواب چہارم: گھر میں ۴۱
☆ جواب پنجم: کتاب التہجد میں .... ۴۲ ☆ ایک غلط فہمی کا ازالہ ۴۲
☆ جواب ششم: رمضان میں کثرت صلوٰۃ ☆ جواب ہفتم: حدیث عائشہؓ کی اضطرابی کیفیت ۴۳

☆ پہلا پہلو: اختلاف رکعات ـــ ۴۳ ☆ رکعات تہجد اور اقوال سلف ـــ ۴۴
☆ رکعات تہجد اور اقوال غیر مقلدین ـــ ۴۵ ☆ غیر مقلدین سے سوال ـــ ۴۶
☆ دوسرا پہلو: اختلاف کیفیت ـــ ۴۶ ☆ تیرہ رکعات کی مختلف کیفیات ـــ ۴۶
☆ گیارہ اور نو رکعات کی مختلف کیفیات ـــ ۴۷ ☆ جواب منتظم: اقوال ائمہ امت ـــ ۴۸
☆ دوسری روایت: حدیث جابر بن عبداللہؓ ـــ ۴۹ ☆ پہلی حدیث جابرؓ ـــ ۴۹
☆ حاصل بحث ـــ ۵۰ ☆ دوسری حدیث جابرؓ ـــ ۵۲ ☆ تیسری حدیث جابرؓ ـــ ۵۳
☆ تیسری روایت: حدیث ابن عباسؓ ـــ ۵۳ ☆ تقسیم احادیث تراویح ـــ ۵۵
☆ حدیث ابن عباسؓ سے ائمہ کا استدلال ـــ ۵۶ ☆ حدیث جابرؓ سے استدلال ـــ ۵۷
☆ غلط فہمی کا ازالہ ـــ ۶۰ ☆ غیر مقلدین کا دوہرا معیار ـــ ۶۰ ☆ مولانا مبارکپوری کا فیصلہ ـــ ۶۲
☆ غلط فہمی کا ازالہ ـــ ۶۲ ☆ حاصل بحث ـــ ۶۳

باب سوم ..... سنت خلفائے راشدینؓ

☆ عہد صدیقیؓ میں تراویح ـــ ۶۵ ☆ عہد فاروقیؓ کی جماعت تراویح ـــ ۶۶
☆ دوسرا سرکاری حکم ـــ ۶۹ ☆ قیام رمضان باجماعت کا اجرا کیا گیا؟ ـــ ۷۰
☆ عہد فاروقیؓ کی رکعات تراویح: پہلی روایت ـــ ۷۱ ☆ غیر مقلدانہ معیار ـــ ۷۲
☆ دوسری روایت ـــ ۷۳ ☆ تیسری روایت ـــ ۷۵ ☆ پہلا، دوسرا اعتراض ـــ ۷۵
☆ تیسرا اعتراض ـــ ۷۶ ☆ چوتھی، پانچویں روایت ـــ ۷۶ ☆ البانی کا عجیب اعتراض ـــ ۷۷
☆ چھٹی روایت ـــ ۷۷ ☆ ساتویں، آٹھویں روایت ـــ ۷۸ ☆ نویں روایت ـــ ۷۹
☆ دسویں، گیارہویں روایت ـــ ۸۰ ☆ بارہویں، تیرہویں روایت ـــ ۸۱
☆ لطیفہ: غیر مقلدین کی بے بسی ـــ ۸۲ ☆ چودھویں، پندرہویں، سولہویں روایت ـــ ۸۳
☆ سترہویں روایت ـــ ۸۴ ☆ مولانا مبارکپوری کا فیصلہ ـــ ۸۵ ☆ تحریف نمبر ۱ ـــ ۸۵
☆ تحریف نمبر ۲ ـــ ۸۶ ☆ اسلاف امت کا استدلال ـــ ۸۷ ☆ غیر مقلدین سے سوال ـــ ۸۹
☆ روایات میں تطبیق ـــ ۹۰ ☆ حاصل بحث ـــ ۹۲ ☆ عہد عثمانیؓ و علویؓ میں قیام رمضان ـــ ۹۳
☆ تعصب یا جہالت؟ ـــ ۹۷ ☆ حضرت علیؓ کی دعا حضرت عمرؓ کیلئے ـــ ۹۸
☆ سنت خلفائے راشدینؓ کی شرعی حیثیت ـــ ۹۹ ☆ حاصل بحث ـــ ۱۰۰

باب چہارم ..... تعامل خیر القرون

☆ صحابہ کرامؓ اور رکعات تراویح ـــ ۱۰۱ ☆ تعامل صحابہؓ کی شرعی حیثیت ـــ ۱۰۲
☆ تراویح مدینہ منورہ میں، رکعات تراویح میں تغیر کب اور کتنا آیا؟ ـــ ۱۰۵
☆ رکعات میں اضافہ کیوں ہوا؟ ـــ ۱۰۶ ☆ مسئلہ ضروری وضاحت ـــ ۱۰۷
☆ اضافی رکعات کی مسنون حیثیت ـــ ۱۰۸ ☆ مدینہ منورہ میں تراویح کی تاریخ ـــ ۱۰۹
☆ تراویح مکہ مکرمہ میں ـــ ۱۱۱ ☆ تعامل تابعین و تبع تابعین ـــ ۱۱۳

باب پنجم ..... رکعات تراویح اور اجماع امت

☆ ۲۰ رکعات تراویح پر اجماع امت ـــ ۱۱۷ ☆ فقہ حنفی اور رکعات تراویح ـــ ۱۱۸
☆ فقہ مالکی اور رکعات تراویح ـــ ۱۲۱ ☆ غلط فہمی کا ازالہ ـــ ۱۲۳
☆ فقہ شافعی اور رکعات تراویح ـــ ۱۲۵ ☆ غلط فہمی کا ازالہ ـــ ۱۲۶
☆ فقہ حنبلی اور رکعات تراویح ـــ ۱۲۷ ☆ فقہ ظاہری اور رکعات تراویح ـــ ۱۲۹
☆ اجماع امت کی شرعی حیثیت ـــ ۱۲۹ ☆ اجماع سے کن لوگوں کا اجماع مراد ہے؟ ـــ ۱۲۹
☆ اجماع حجت شرعیہ ہے ـــ ۱۳۱ ☆ حاصل بحث ـــ ۱۳۳
☆ اقسام حجت ـــ ۱۳۵ ☆ اتباع سواد اعظم ـــ ۱۳۵

باب ششم ..... اصطلاح تراویح اور تعداد تراویح

☆ ترویح: اصطلاح ـــ ۱۳۷ ☆ لغوی مفہوم ـــ ۱۳۸ ☆ اصطلاحی مفہوم ـــ ۱۳۹
☆ شرعی مفہوم ـــ ۱۴۰ ☆ اصطلاح کی بنا اجتہاد ـــ ۱۴۱ ☆ اصطلاح کب شروع ہوئی؟ ـــ ۱۴۲
☆ عجیب لطیفہ ـــ ۱۴۳ ☆ استراحت کی شرعی حیثیت اور دوران استراحت عمل ـــ ۱۴۳
☆ تعداد تراویح ـــ ۱۴۴ ☆ پانچویں ترویحہ کے بعد استراحت کا حکم ـــ ۱۴۵

باب ہفتم ..... سنن التراویح

(پہلی فصل) ☆ تراویح سنت مؤکدہ ہے ـــ ۱۴۷ ☆ بیس رکعت سنت مؤکدہ ہیں ـــ ۱۴۹
☆ مساجد میں ادا کرنا سنت ہے ـــ ۱۵۰ ☆ باجماعت سنت ہے ـــ ۱۵۱
☆ ختم قرآن سنت ہے ـــ ۱۵۲ ☆ غیر مقلدین سے ایک سوال ـــ ۱۵۳

(فصل دوم)

☆ تراویح پڑھانا امام مسجد کی ذمہ داری ہے ...... ۱۵۳ ☆ نابالغ بچے کی اقتداء جائز ۱۵۳
☆ داڑھی منڈانے اور کتروانے والے کی امامت ...... ۱۵۵ ☆ فیشن پرست حافظ کی امامت ۱۵۵
☆ نابینا کی امامت کا حکم ...... ۱۵۶ ☆ نابالغ سامع کا حکم ۱۵۶
☆ تراویح پڑھانے پر اجرت کا حکم ...... ۱۵۶ ☆ کیا تراویح روزہ کے تابع ہے؟ ۱۵۶
☆ نیت ایک ہی بار کافی ہے ...... ۱۵۷ ☆ فرض تنہا پڑھنے والے کیلئے تراویح اور وتر کا حکم ۱۵۷
☆ تراویح کی دوسری نماز میں شرکت ...... ۱۵۸ ☆ نماز عشاء فاسد تو تراویح بھی فاسد ۱۵۸
☆ چار رکعت کی صورت میں تراویح کا حکم ...... ۱۵۸ ☆ تیسری رکعت میں کھڑا ہونے کا حکم ۱۵۹
☆ سورہ اخلاص تین دفعہ پڑھنا ...... ۱۵۹ ☆ تراویح کے بعد اور ختم قرآن پر دعا کا حکم ۱۵۹
☆ ختم قرآن پر شیرینی تقسیم کرنے اور حافظ و معتکف کو ہار پہنانے کا حکم ۱۶۰
☆ بیٹھ کر تراویح پڑھنے کا حکم ...... ۱۶۰ ☆ رمضان میں مسجد سجانے کا حکم ۱۶۰
☆ شبینہ کرنے کا حکم ۱۶۱

﴿باب ششم﴾ ......مذاہب غیر مقلدین

☆ پہلا مذہب: تراویح بدعت ضلالہ ہے ...... ۱۶۲ ☆ دوسرا مذہب: تراویح بدعت حسنہ ہے ۱۶۳
☆ تیسرا مذہب: تراویح نفلی عبادت ہے ...... ۱۶۳ ☆ چوتھا مذہب: تہجد و تراویح ایک ہی نماز ۱۶۵
☆ پانچواں مذہب: تہجد و تراویح جدا جدا نمازیں ہیں ۱۶۵
☆ چھٹا مذہب: حضورؐ نے تراویح کے علاوہ تہجد کی نماز نہیں پڑھی ۱۶۶
☆ ساتواں مذہب: حضورؐ سے تراویح کے علاوہ تہجد ثابت ہے ۱۶۷
☆ آٹھواں مذہب: قیام رمضان اور تراویح الگ الگ نمازیں ہیں ۱۶۸
☆ نواں مذہب: تراویح باجماعت اور بلا جماعت دونوں صورتوں میں درست ۱۶۸
☆ دسواں مذہب: تراویح بغیر جماعت کے جائز نہیں ۱۶۸
☆ گیارہواں مذہب: پورا مہینہ باجماعت تراویح غیر مسنون ہے ۱۶۹
☆ بارہواں مذہب: تہجد و تراویح کی الگ الگ ۱۱ رکعتیں ہیں ۱۶۹
☆ لطیفہ ...... ۱۷۰ ☆ تیرہواں مذہب: تراویح گھروں میں پڑھنا افضل ہے ۱۷۱

☆ چودہواں مذہب: تراویح کی رکعات متعین نہیں ۱۷۲
☆ پندرہواں مذہب: رکعات تراویح کا تعلق امور اجتہادیہ سے ہے ۱۷۲
☆ سولہواں مذہب: تراویح میں ۸ رکعات مسنون، باقی بدعت ہیں ۱۷۳
☆ سترہواں مذہب: تراویح کی ۸ رکعات مسنون، باقی مستحسن ہیں ۱۷۳
☆ مولانا امر تسری کا فتویٰ ...... ۱۷۵ ☆ مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن باز کا فتویٰ ۱۷۶
☆ اٹھارہواں مذہب: ۲۰ تراویح سنت خلفاء راشدینؓ ہے ۱۷۸
☆ تازیانہ عبرت ...... ۱۷۹ ☆ سوال نامہ ۱۸۰

انتساب

☆ مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ ...... ☆ مناظر اسلام حضرت مولانا منیر احمد مدظلہ (کبیر والا) ...... ☆ مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ اثری مدظلہ ...... ☆ مناظر اسلام حضرت مولانا فضل الرحمٰن دھرمکوٹی مدظلہ ...... ☆ مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی مدظلہ ...... ☆ مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی شاہد مسعود مدظلہ ...... ☆ مناظر اسلام حضرت مولانا محمد شاہد معاویہ مدظلہ ...... ☆ مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالغنی طارق مدظلہ ...... ☆ مناظر اسلام حضرت مولانا محمود عالم صفدر مدظلہ ......اور

رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ

کے ان رفقاء و تلامذہ کے نام جو مختلف محاذوں پر ان کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی مخلصانہ کاوشوں کو قبول فرماتے ہوئے ان کو اپنی حفاظت و امان میں رکھے۔ آمین یارب العالمین

حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی
مدرسہ حیات النبیؐ محلہ حیات النبی گجرات

﴿دیباچہ طبع دوم﴾

معزز قارئین کرام! آج سے تقریباً تین سال قبل اکتوبر ۲۰۰۲ء میں زیر نظر کتاب ''نماز تراویح اور مذاہب اہل حدیث'' کا پہلا ایڈیشن طبع ہو کر منظر عام پر آیا تو احقر کی دیگر تالیفات کی طرح علمی وعوامی حلقوں نے اسے بھی بحمد اللہ تعالیٰ خاصی پذیرائی بخشی۔ بالخصوص علماء کرام نے تو اسے از حد سراہا۔ بلکہ بعض اصحاب علم وتحقیق نے اسے اس موضوع کی ایک مدلل ومنفرد کتاب تسلیم کرتے ہوئے ناچیز کو اپنی قیمتی دعاؤں سے نوازا۔ اور رسائل وجرائد نے اس پر شاندار تبصرے کیے .... فالحمد للہ علی ذالک۔

کتاب کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جس کے اندر تین نمایاں تبدیلیاں کی گئی ہیں.....(۱) پہلے ایڈیشن کے اندر مسائل تراویح پر بحث نہ کی گئی تھی۔ موجودہ ایڈیشن میں بعض اصحاب علم کے حکم کی تعمیل میں تراویح سے متعلق چند ضروری وبنیادی مسائل بھی شامل کر دیئے گئے، جو ساتویں باب کی دوسری فصل میں مذکور ہیں۔ (۲) پہلے ایڈیشن میں کمپوزنگ کا پوائنٹ خاصا چھوٹا اور باریک تھا جس کی وجہ سے بعض حضرات کو پڑھنے میں خاصی دشواری ہوتی تھی اور اکثر مقامات سے اس کی شکایت بھی موصول ہوئی۔ اب موجودہ ایڈیشن میں کمپوزنگ کا پوائنٹ خاصا نمایاں کر کے صفحات بڑھا دیئے گئے ہیں جس سے کتاب کی ضخامت 152 سے 184 صفحات تک پہنچ گئی۔ (۳) پہلا ایڈیشن غیر مجلد تھا۔ اب موجودہ ایڈیشن خوبصورت جلد بندی سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کتاب کو جملہ اہل اسلام کی ہدایت اور احقر کی نجات اخروی کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

عبد الحق خان بشیر

۲۵، ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ۔ ۳، جون ۲۰۰۵ء

﴿دیباچہ طبع اوّل﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد

برادران اہل سنت والجماعت ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر کے نزدیک نماز تراویح ایک مستقل اور مسنون عبادت ہے جو اپنی معروف ہیئت وکیفیت اور اپنے مخصوص نتائج وثمرات کے حوالے سے ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ کسی مستقل عبادت کی غیر مستقل، عارضی اور وقتی صورت ہرگز نہیں جیسا کہ عصر حاضر کے غیر مقلدین حضرات اسے تہجد کی متبادل وقتی صورت کے حوالے سے متعارف کرانے کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں۔ فرمان نبوی کی روشنی میں نماز تراویح حصول اجر وثواب اور امید نجات ومغفرت کا ایک اصول ذریعہ ہے جس کے ادا کرنے والے کے لیے غفر له ما تقدم من ذنبه کی نبوی سند موجود ہے۔

لیکن بد قسمتی سے برصغیر پاک وہند کے برطانوی عہد میں فرنگی سامراج کی رسوائے زمانہ پالیسی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے تحت غیر مقلدین کے نومولود فرقے نے حصول برکات کے اس نادر ذریعہ کو بھی عنوان کارزار بنا کر تفریق وانتشار کی بھینٹ چڑھا دیا اور رمضان المبارک کے بابرکت و پر عظمت مہینہ میں رکعات تراویح کے نام سے ایسا دنگل کھڑا کر دیا کہ ابلیس لعین کو اپنے پابند سلاسل ہونے کا افسوس جاتا رہا کیونکہ رمضان المبارک میں بھی اس کی تحریک انتشار وفساد کو قیادت اور کارندے میسر آ گئے۔ یہ ایک مسلمہ اور ناقابل انکار حقیقت ہے کہ برصغیر کے فرنگی اقتدار سے قبل رکعات تراویح کے عنوان پر بحث ومناظرے کے آثار کہیں بھی نظر نہیں آتے۔ تفریق وفساد کی اس بھٹی میں جھونکنے کے لیے سارا ایندھن فرنگی سامراج کا فراہم کردہ ہے یعنی جس مسئلہ پر پوری امت مسلمہ کے

اندر بغیر جدل وحدت موجود تھی۔ اسے بھی متنازعہ بنا کر امت کی وحدت پارہ پارہ کردی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

زیر نظر رسالہ "الکلام الفصیح فی رکعات التراویح" تقریباً دو سال قبل ترتیب دیا گیا تھا لیکن دیگر مصروفیات کی وجہ سے اس پر نظر ثانی کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ مناظر اسلام، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ اس کا بے ترتیب و منتشر مسودہ ملاحظہ فرما چکے تھے اور جلد اس کی اشاعت پر مصر تھے لیکن قانون قدرت کے تحت وہ اس کی اشاعت تک اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور مطبوعہ حالت میں اسے ملاحظہ نہ فرما سکے۔ البتہ یہ چیز میرے لیے قابل مسرت و اطمینان ہے کہ اس رسالہ کا کثیر حصہ ان کی نظر سے گزر چکا ہے۔ خدا تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی ان گنت رحمتیں برسائے اور انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

اس رسالہ میں اہل سنت والجماعت کے متواتر و متوارث نظریہ رکعات تراویح کی ترجمانی کی گئی ہے۔ اپنے ناقص علم و فہم کے مطابق ہم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ زیر بحث مسئلہ کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہ رہے اور ہر پہلو پر مدلل و ضروری بحث کرلی جائے۔ اس مقصد میں ہم کہاں تک کامیاب ہو سکے ہیں؟ یہ فیصلہ کرنا قارئین کرام کا کام ہے۔ بہرحال بشری کمزوریوں کے تحت رونما ہونے والی اغلاط اور کوتاہیوں پر ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں اور حضور الٰہی میں دعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ اس رسالہ کو جملہ اہل اسلام کی ہدایت و نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

خاکپائے احناف و ننگ اسلاف
عبدالحق خان بشیر
مدرسہ حیات النبی محلہ حیات النبی، گجرات

﴿باب اول﴾

عہد نبوی ﷺ کی جماعت تراویح

اور مختلف نقطہ ہائے نظر

اہل سنت والجماعت کے عقائد وافکار کی روشنی میں احکامات شرعیہ کے بنیادی ماخذ صرف قرآن و سنت ہیں اور یہی دستور اسلامی کا "سپریم لا" ہیں۔ باقی تمام دلائل شرعیہ جزوی، ذیلی اور ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس اظہار حقیقت کے بعد یہ بھی امر واقعہ ہے کہ ہمارا زیر بحث موضوع (قیام رمضان) قرآنی احکامات سے ہرگز متعلق نہیں بلکہ اس کا تمام تر انحصار سنت نبوی اور اس کے ذیلی دلائل (یعنی سنت خلفاء راشدینؓ، تعامل صحابہ کرامؓ اور اجماع امت وغیرہ) پر ہے اس لیے پہلے ہم عہد نبوی کی اس باجماعت نماز کا جائزہ لیں گے جو اس مسئلہ کی اساس و بنیاد ہے۔

عہد نبوی ﷺ کی جماعت تراویح

اس بارے میں کتب احادیث کے اندر چار روایات مذکور ہیں۔ پہلے وہ ملاحظہ فرمالیں۔

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ پورا مہینہ آپ نے (فرائض کے علاوہ) ہمیں کوئی نماز نہ پڑھائی۔ جب مہینہ ختم ہونے میں سات دن باقی رہ گئے تو آپ نے ہمیں ایک تہائی رات تک نماز پڑھائی۔ اگلی رات ہمیں نماز نہ پڑھائی۔ پانچ دن باقی رہ گئے تو آپ نے ہمیں نصف رات تک نماز پڑھائی۔ اگلی رات پھر نماز نہ پڑھائی۔ تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے ہمیں اختتام سحری کے قریب تک نماز پڑھائی۔ پھر اس کے بعد نماز نہ پڑھائی۔ .... (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۵)

ترمذی ج ا ص ۱۲۶ .... نسائی ج ا ص ۱۸۲ .... ابن ماجہ ص ۹۵)

(۲) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں رمضان المبارک کی تئیسویں شب کو تہائی رات تک، پچیسویں شب کو نصف رات تک اور ستائیسویں شب کو اختتام سحری کے قریب تک نماز پڑھائی۔

.... (نسائی ج ا ص ۱۸۲ .... قیام اللیل للمروزی ص ۱۵۴)

(۳) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ماہ رمضان میں مسجد کے اندر کپڑے کا ایک خیمہ بنوایا اور رمضان المبارک میں کئی رات تک اس میں نماز پڑھی حتی کہ لوگ بکثرت جمع ہو کر آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگے۔ ایک رات لوگ بکثرت جمع ہوئے مگر آپ اپنے خیمہ سے باہر تشریف نہ لائے۔ لوگوں نے آوازیں بلند کیں اور خیمہ کے دروازہ پر کنکریاں پھینکیں تاکہ آپ باہر نکل کر نماز پڑھائیں۔ آپ غصہ کی حالت میں باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارا یہ عمل جاری رہا تو مجھے خطرہ ہے کہ یہ نماز تم پر کہیں فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اسے قائم نہ رکھ سکو۔ جاؤ اپنے گھروں میں جا کر نماز پڑھو کیونکہ فرائض کے علاوہ تمہاری بہترین نماز وہی ہے جو گھروں میں ادا کی جائے۔

.... (بخاری ج ا ص ۱۰۱ .... مسلم ج ا ص ۲۶۶)

(۴) ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے رمضان کی ایک شب مسجد کے اندر نماز پڑھی اور چند صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ دوسری رات لوگ زیادہ جمع ہوئے اور آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ تیسرے یا چوتھے روز لوگ بکثرت جمع ہوئے مگر آپ باہر تشریف نہ لائے۔ صبح کے وقت لوگوں سے فرمایا تمہارا اعمال مجھ سے پوشیدہ نہ تھا لیکن مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں یہ نماز بھی تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اسے قائم کرنے سے قاصر رہو ....

.... (بخاری ج ا ص ۲۶۹ .... مسلم ج ا ص ۲۵۹ .... ابوداؤد ج ا ص ۹۵)

یہی وہ باجماعت نماز نبوی ہے جسے قیام رمضان کا نام دیا گیا ہے اور قیام رمضان کی مسنون حیثیت عملی اعتبار سے اسی جماعت کے محور پر گھومتی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کی اقتدا میں یہ نماز پڑھی لیکن ان کے جوش عبادت میں شدت کی وجہ سے شفقت نبوت نے خوف فرضیت کی بنا پر ان کو اس باجماعت نماز سے منع فرما دیا کہ شاید بعد کی امت اسے قائم رکھنے سے قاصر رہے۔

عہد نبوی میں عمل صحابہؓ

روایات صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق خوف فرضیت کی بنا پر صحابہ کرامؓ نے اقتداء پیغمبر میں تو قیام رمضان باجماعت ترک کر دیا لیکن انفرادی طور پر اور متفرق جماعتوں کی صورت میں اس نماز کا سلسلہ جاری رکھا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

کان الناس یصلون فی المسجد فی رمضان اوزاعا یعنی صحابہ کرامؓ ٹولیوں کی صورت میں مسجد کے اندر نماز پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۹۵) ...... امام بغوی اور علامہ عینی اللفظ اوزاع کا معنی متفرق جماعتیں کرتے ہیں۔ (شرح السنہ ج ۴ ص ۱۱۹ ... عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۶) ...... اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ وحاصلہ ان بعضھم کان یصلی منفردا وبعضھم یصلی جماعۃ یعنی عہد نبوی میں بعض صحابہؓ قیام رمضان انفرادی طور پر ادا کرتے اور بعض جماعت کرا لیتے .... (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۲)

حضرت ثعلبہ بن مالک القرظی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

"ماہ رمضان کی ایک شب آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ کچھ لوگ مسجد کے کونے میں باجماعت نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ کچھ لوگوں کو زیادہ قرآن پاک یاد نہیں اس لیے وہ ابی بن کعب کی اقتدا میں قرآن پاک سن رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اقد احسنوا۔ یا اچھا کر

رہے ہیں۔ یا فرمایا قد اصابوا۔ یہ ٹھیک کر رہے ہیں۔ ولم یکرہ ذالک لھم
اور ان کے اس عمل کو آپ نے ناپسند نہ فرمایا۔" ....

..........(معرفۃ السنن و الآثار للبیہقی ج ۳ ص ۳۹)

یعنی عہد نبوی میں اقتداء بہ پیغمبر کی باجماعت نماز کا سلسلہ ختم ہونے کے باوجود قیام رمضان بھی جاری تھا اور صحابہ کرامؓ کے عمل کی صورت میں متفرق جماعتوں کا سلسلہ بھی موجود تھا جو آنحضرت ﷺ کے علم میں تھا اور آپ نے اس سلسلے کو ناپسند نہیں فرمایا جو آپ کی تقریری سنت ہونے کی دلیل ہے البتہ اس کی مسنون صورت متعین نہ ہونے کی وجہ سے بعض صحابہ کرامؓ یہ نماز انفرادی طور پر پڑھ لیتے اور بعض چھوٹی چھوٹی متفرق جماعتیں کرا لیتے۔

(نوٹ)...... یہاں یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مذکورہ نماز میں رکعات کا ذکر کہیں بھی نہیں ملتا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی یہ نماز غیر متعین رکعات پر مبنی تھی ورنہ یہ بات ناقابل فہم اور ناقابل تسلیم ہے کہ جماعت صحابہؓ کی کثیر تعداد ایک نماز کو مستقل طور پر ادا کرے اور اس نماز کی مسنون متعین رکعات ان کے حوالے سے منقول و مذکور نہ ہوں اور پھر بخاری و مسلم کے حوالے سے حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت میں گزر چکا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کے خیمہ سے باہر تشریف نہ لانے پر آوازیں بلند کیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سورۃ حجرات کی ان آیات کے نزول سے قبل کا ہے جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اپنی آواز بلند کرنے اور آپ کو حجرہ کے باہر سے آوازیں دینے کو اعمال ضائع ہونے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور حبط اعمال کی یہ آیات قبیلہ بنو تمیم کے وفد کی آمد پر نازل ہوئیں جب انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حجرہ کے باہر کھڑے ہو کر آوازیں دینی شروع کیں اور یہ وفد محرم الحرام ۹ ہجری میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۷۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۹۸۵) جبکہ ۸ ہجری کا رمضان حضور علیہ السلام کا فتح مکہ کی مہم میں صرف ہوا اور ۱۱ ہجری کے ربیع الاول میں آپ نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس اعتبار

سے اگر حضرت زید بن ثابتؓ کا واقعہ قیام رمضان ۷ ہجری میں بھی تسلیم کیا جائے تو بھی اس کے بعد صحابہ کرامؓ نے عہد نبوی کے تین رمضان گزارے ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ اگر قیام رمضان کی رکعات متعین ہیں تو ہر سال پورے شوق و اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کے باوجود صحابہ کرامؓ سے ان کی متعین رکعات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا؟

مختلف نقطہ ہائے نظر

سب سے پہلے زیر بحث مسئلے سے متعلق ان نقطہ ہائے نظر کا جائزہ لینا ضروری ہے جو قیام رمضان کے بارے میں اب تک سامنے آ چکے ہیں اور ہمارے ناقص مطالعہ کے مطابق وہ تین ہیں۔

پہلا نقطہ نظر:

اس بارے میں پہلا نقطہ نظر جمہور اہل سنت والجماعت کا ہے جو قیام رمضان کو ایک مسنون اور مستقل عبادت قرار دیتے ہیں۔ کسی مستقل عبادت کی ثانوی یا غیر مستقل صورت تسلیم نہیں کرتے۔ زیر نظر رسالہ میں بحمد اللہ تعالیٰ اسی نقطہ نظر کی وضاحت و ترجمانی کی گئی ہے۔

دوسرا نقطہ نظر:

اس بارے میں دوسرا نقطہ نظر عصر حاضر کے بعض غیر مقلدین کا ہے جو قیام رمضان کی مسنون حیثیت کو تو تسلیم کرتے ہیں (اگرچہ ان میں سے بعض اسے بدعت وضلالت بھی قرار دیتے ہیں۔ اس کی تفصیلات آخری باب میں ملاحظہ فرمائیے) لیکن اس کی مستقل حیثیت تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں یعنی نہ تو وہ روافض کی طرح اس کی مشروعیت سے انکاری ہیں اور نہ اہل سنت کی طرح اس کی مستقل حیثیت کے اقراری بلکہ ان دونوں کے درمیان اپنا ایک جداگانہ مسلک رکھتے ہیں کہ قیام رمضان اور تہجد ایک ہی نماز کے دو نام ہیں۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں کہ

"بعض لوگ تراویح اور تہجد کو الگ الگ دو نمازیں سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ اس کی کوئی دلیل حدیث سے نہیں ملتی۔" ....(رسول اکرم کی نماز ص ۹۸)

ایک اور غیر مقلد محقق حکیم محمد صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ

''حضور ﷺ جو تہجد اور وتر غیر رمضان میں نیند سے اٹھ کر پڑھتے تھے، رمضان میں وہی تہجد اور وتر تراویح کے نام سے نیند سے قبل بعد عشاء پڑھ لیتے تھے۔''

(صلوٰۃ الرسول ص ۳۲۸)

حالانکہ تراویح بعد کی اصطلاح ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تراویح کے نام سے کبھی کوئی نماز نہیں پڑھی۔ اور نہ کسی حدیث میں اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

تیسرا نقطہ نظر:

اس بارے میں تیسرا نقطہ نظر روافض کا ہے جو باجماعت قیام رمضان کو بدعت وضلالت قرار دیتے ہیں چنانچہ روافض کی مستند کتب میں یہ صراحت موجود ہے کہ

''اے لوگو، رمضان کی راتوں میں نوافل کی جماعت اور اس کے لیے اجتماع بدعت ہے، گناہ ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کی طرف لے جانے والی ہے۔'' ....(من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۸۸)

عصر حاضر کے منکرین حدیث بھی اسی تیسرے نقطہ نظر کے موید ہیں چنانچہ ان کے پیشوا مولوی عبد اللہ چکڑالوی (جو پہلے غیر مقلد تھے، بعد میں ترقی کر کے منکر حدیث بن گئے) نے ایک رسالہ ''البیان الصریح لاثبات کراھۃ التراویح'' کے نام سے تحریر کیا جس میں قیام رمضان کو بدعت وضلالت ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی گئی۔

قادیانی، رافضی، غیر مقلد فکری وحدت

اپنے اپنے مخصوص عقائد ونظریات کے اعتبار سے قادیانیت، رافضیت اور غیر مقلدیت تینوں الگ الگ مکاتب فکر ہیں لیکن اہل سنت والجماعت بالخصوص احناف کے خلاف متعدد مقامات پر ان تینوں کے درمیان بعض مسائل میں فکری وحدت ویک جہتی پائی جاتی ہے۔ انہی میں سے ایک فکر تہجد وتراویح کو ایک نماز قرار دینے کی ہے۔ روافض بھی

تہجد وتراویح کو غیر مقلدین کی طرح ایک ہی نماز قرار دے کر اس کی گیارہ رکعات مانتے ہیں چنانچہ ان کی مستند کتب میں لکھا ہے کہ:

''عبد اللہ بن سنان نے امام جعفر صادق سے قیام رمضان کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ مثل فجر اور وتر سمیت تیرہ رکعتیں ہیں۔'' ....

...............(من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۸۹)

اور روافض کے عصر حاضر کے امام آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں کہ پہلے آٹھ رکعات نماز تہجد کی نیت سے دو دو رکعت کر کے نماز صبح کی طرح پڑھیں گے، پھر دو رکعت نماز شفع کی نیت سے پھر ایک رکعت نماز وتر کی نیت سے پڑھیں گے ......(آئین سعادت ص ۱۸۱)

اعینہ یہی نقطہ نظر قادیانیوں کا ہے جو ان کی فقہ حنفی کے خلاف لکھی گئی فقہ احمدیہ ص ۳۹ میں مذکور ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں کہ

''ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ۱۸۹۵ء میں مجھے تمام ماہ رمضان قادیان میں گزارنے کا اتفاق ہوا اور میں نے تمام مہینہ حضرت (مرزا قادیانی) صاحب کے پیچھے نماز تہجد یعنی تراویح ادا کی۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ وتر اول شب پڑھ لیتے اور نماز تہجد ۸ رکعات آخر شب میں ادا فرماتے۔'' ......

...............(سیرت المہدی ج ۲ ص ۱۴)

گویا — تھیں میری اور رقیب کی راہیں جدا جدا
آخر کو دونوں ہم وہ جاناں پہ جا ملے

کیا تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہیں؟

مذکورہ تینوں نقطہ ہائے نظر میں سے اب ہم اس نقطہ نظر پر بحث کریں گے جو دلائل وبراہین کی روشنی میں صداقت پر مبنی ہے اور اس کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہے اور وہ نقطہ نظر جمہور اہل سنت والجماعت کا ہے جو تہجد اور تراویح کو دو الگ الگ اور مستقل نمازیں قرار دیتے ہیں۔ آیئے ان کے دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

﴿پہلی دلیل﴾ تہجد قرآنی مسئلہ ہے

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ قیام رمضان کا تعلق سنت نبویؐ سے ہے جبکہ تہجد خالص قرآنی مسئلہ ہے۔ سورہ مزمل کی ابتدائی آیات اور سورہ بنی اسرائیل کی آیت فتہجد بہ نافلة لک اس پر صریح دلیل ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں۔

﴿دوسری دلیل﴾ تہجد کی فرضیت منسوخ ہو چکی تھی

اوراق گذشتہ میں بالصراحت گزر چکا ہے کہ قیام رمضان کا باجماعت سلسلہ خوف فرضیت کی وجہ سے ترک کیا گیا جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز تہجد ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ نماز تہجد کی زندگی میں کچھ عرصہ تک فرض رہ چکی تھی جس کے بعد اس کی فرضیت منسوخ کر دی گئی لہذا دوبارہ اس کی فرضیت کا اندیشہ تھا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے سورۃ مزمل کی ابتدائی آیات میں قیام لیل فرض فرمایا۔ ایک سال تک آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے یہ فرض نماز ادا کی۔ ایک سال بعد سورۃ کا آخری حصہ نازل ہوا جس میں تخفیف کا حکم آیا۔ فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضة تو قیام لیل کی فرضیت ختم ہو گئی اور وہ نفل ہو گیا ......"

(مسلم ج ۱ ص ۲۵۶، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۰)

مشہور تابعی حضرت سعید بن الجبیرؒ فرماتے ہیں کہ دس برس تک آپ اور صحابہ کرامؓ قیام کرتے رہے۔ دس سال بعد سورۃ مزمل کا آخری حصہ نازل ہوا ...... (تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ ۲۹ ص ۲۵۶)

جمہور ائمہ اہل سنت کے نزدیک ترتیب وحی کے اعتبار سے سورۃ مزمل کی ابتدائی آیات کا نزول تیسرے نمبر پر ہوا۔ پہلے سورۃ علق کی پہلی پانچ آیات، پھر سورۃ فاتحہ اور پھر سورۃ مزمل کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ اس اعتبار سے گویا بعثت نبویؐ کے فوراً بعد نماز تہجد فرض ہو چکی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے مطابق ایک سال بعد اور دیگر روایات کے

مطابق پانچ نمازوں کی فرضیت کے بعد تہجد کی فرضیت منسوخ ہوئی۔ مورخ اسلام حضرت مولانا علامہ سید محمد سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے رات کی نماز دیر تک فرض تھی۔ بعد ازیں فاقرءوا ما تیسر من القرآن کی آیت سے یہ منسوخ ہو گیا اور صرف تھوڑی رات تک نماز فرض رہ گئی۔ اس کے بعد نماز پنجگانہ نے اس حکم کو بھی منسوخ کر دیا" ...... (سیرت النبی ج ۲ ص ۲۹ حاشیہ)

گویا فرضیت کے ایک سال بعد وقت تہجد میں تخفیف ہوئی اور نماز پنجگانہ کے بعد مطلقاً اس کی فرضیت ختم کر کے اسے نفل بنا دیا گیا اور پانچ نمازیں واقعہ معراج میں فرض ہو گئیں اور یہ واقعہ معراج بہ تحقیق جمہور ۱۰ نبوی میں پیش آیا۔ اب قطع نظر اس سے کہ فرضیت تہجد ایک سال بعد منسوخ ہوئی یا دس سال بعد، دوبارہ اس کی فرضیت کا اندیشہ باقی نہ رہا البتہ قیام رمضان کی فرضیت کا خطرہ موجود تھا جو اس کے مستقل نماز ہونے کی واضح دلیل ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ممکن ہے بعض غیر مقلدین یہ دعویٰ کریں کہ تہجد کی دوبارہ فرضیت کا خدشہ صحابہ کرامؓ کے جوش عبادت کی وجہ سے تھا لیکن ان کا یہ دعویٰ بایں وجہ ناقابل تسلیم ہوگا کہ صحابہ کرامؓ کے جوش عبادت کی یہ کیفیت نئی نہ تھی بلکہ مکی زندگی میں وہ اس کیفیت سے پوری طرح گزر چکے تھے چنانچہ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یا ایہا المزمل کا نزول ہوا تو لوگ قیام رمضان کی طرح قیام کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) بلکہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رات کو تہجد میں کھڑا ہونا ہم پر ضروری کر دیا گیا تھا۔ ہم نے یہاں تک عبادت کی کہ ہمارے پاؤں متورم ہو گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رخصت اتاری ...... (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۲۱)

گویا ان کے قیام لیل میں بھی قیام رمضان کی پوری کیفیت آشکارا تھی اور وہ جوش

عبادت کے شدید مراحل اور روحانی لذتوں سے پوری طرح آشنا تھے اس لیے اس کی ازسرنو فرضیت کا کوئی اندیشہ نہ تھا البتہ ۲ ہجری میں جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو قیام رمضان کے سلسلے میں صحابہ کرام کے اندر شدت پیدا ہونے لگی اس لیے آنحضرت ﷺ کو اس جدید عبادت کی فرضیت کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔

﴿تیسری دلیل﴾ نماز تہجد پیغمبرؑ پر فرض تھی

جمہور ائمہ اہل سنت کے نزدیک نماز تہجد کی فرضیت امت پر تو ساقط ہو چکی تھی لیکن آنحضرت ﷺ پر بدستور باقی تھی جیسا کہ تفسیر مدارک التنزیل ج ۳ ص ۱۸۳ اور تفسیرات احمدیہ لملا جیون ص ۲۰۵ وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ امام ابو نصر مروزی اپنی قیام اللیل میں امام ابو اسحاق، امام مجاہدؒ، امام حسن بصریؒ اور امام ابو امامہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ لا تکون نافلۃ اللیل الا للنبی ﷺ یعنی رات کی نماز صرف حضور علیہ السلام پر فرض تھی۔ (ص ۳۳) اور غیر مقلدین کے سردار اہل حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ

"(اے پیغمبر ﷺ) رات کے ایک حصے میں نیند سے اٹھ کر قرآن کے ساتھ نماز تہجد پڑھا کر یعنی نماز تہجد میں بھی قرآن ہی پڑھا کر چونکہ تو امت کے لیے ایک نمونہ اور نقشہ ہے۔ تیری اطاعت ان پر واجب ہے۔ اس لیے کوئی یہ نہ سمجھے کہ تہجد کی نماز کا حکم تجھ کو جو ہوا تو سب امت پر تہجد کی نماز فرض ہو گئی۔ نہیں بلکہ یہ حکم تیرے حق میں اوروں سے زیادہ ہے۔ تیرے پر فرض ہے، اوروں پر فرض نہیں۔" .... (تفسیر ثنائی ج ۲ ص ۲۱۰)

شاید اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ

"اگر نیند یا کسی تکلیف کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی نماز تہجد رہ جاتی تو آپ دن کے وقت اس کی قضا کرتے اور بارہ رکعات ادا فرماتے۔" ....

.... (نسائی ج ۱ ص ۱۸۲ ...... ترمذی ج ۱ ص ۱۰۰)

اب غیر مقلدین سے ہمارا سوال یہ ہے کہ

(۱) .... اگر نماز تہجد واقعی آپ پر فرض تھی تو قرآن پاک کی اصطلاحی نماز گیارہ ماہ اپنے اصل نام (یعنی تہجد) سے اور بارہویں مہینہ کسی دوسرے نام (یعنی قیام رمضان) سے کیونکر متعارف ہو سکتی ہے؟ کیا قرآن وسنت میں اس کی کوئی اور نظیر موجود ہے؟

(۲) .... اور اگر نماز تہجد آپ پر فرض نہ تھی تو اس پر آپ کی مواظبت کی وجہ سے یہ سنت موکدہ کیوں نہیں؟ حالانکہ اہل سنت کے ہاں یہ مسلمہ قاعدہ موجود ہے کہ

جو امور فقط آنحضرت ﷺ کے واسطے خاص تھے (مثلاً ایک وقت میں چار سے زائد شادیاں، اور نیند کا ناقض وضوء نہ ہونا وغیرہ) ان کو چھوڑ کر باقی امور میں دیکھنا چاہیے کہ اگر وہ آپ پر فرض تھا اور امت پر صریح فرض نہیں کیا گیا تو وہ امت پر مستحب ہوتا ہے۔ اگر نہ کریں تو ملامت بھی نہ ہوگی۔ اور اگر وہ آپ پر نفل تھا جس کو برابر مداومت سے ادا کیا تو وہ امت کے واسطے موکد سنت ہے۔ نہ کریں تو ملامت کے قابل ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمن پارہ ۲۹ ص ۲۵۲) ....

اور علامہ ابن عابدین شامی الحنفی فرماتے ہیں کہ تہجد کے سنت یا مستحب ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے کیونکہ فرامین پیغمبر ﷺ سے اس کا مستحب ہونا ظاہر ہوتا ہے اور آپ کی عملی مواظبت اس کے سنت ہونے کا ثبوت فراہم کرتی ہے اس لیے کہ جب کسی نفلی عبادت پر آپ کی مواظبت ثابت ہو جائے تو وہ امت کے لیے سنت ہو جاتی ہے اسی لیے جو لوگ تہجد کو آپ کے حق میں فرض نہیں مانتے، وہ اسے امت کے لیے سنت قرار دیتے ہیں اور جو لوگ اسے آپ کے لیے فرض مانتے ہیں وہ اسے امت کے لیے مستحب قرار دیتے ہیں۔ (درمختار ج ۲ ص ۲۳)

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک آپ پر بھی تہجد کی فرضیت منسوخ ہو چکی لہٰذا وہ آپ کے لیے بھی نفل ہے اور آپ کی مواظبت کی وجہ سے امت پر سنت موکدہ ہے۔ .... (تفسیر مظہری ج ۵ ص ۳۶۸)

غیر مقلدین پر لازم ہے کہ وہ اس بات کی وضاحت کریں کہ قیامِ رمضان اگر تہجد ہی کا دوسرا نام ہے تو پھر مواظبت کی وجہ سے وہ تہجد وتراویح کو سنت مؤکدہ کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ تفصیلات آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿بلیغ اشارہ﴾

گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے کسی عذر کی بنا پر اگر رات کو تہجد کی نماز رہ جاتی تو وہ دن کو بارہ رکعات ادا فرماتے۔ ہمارے ناقص فہم کے مطابق اس میں یہ بلیغ اشارہ موجود ہے کہ تہجد کی اصل رکعات بارہ ہیں۔ (جیسا کہ آئندہ اوراق میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ آپ نے بارہ سے زائد رکعات تہجد ادا نہیں کیں البتہ اس سے کم چار تک بھی آپ نے ادا فرمائی ہیں) لیکن صحت وحالات کی مناسبت سے آپ کو اس میں کمی کا اختیار دیا گیا البتہ قضا ہونے کی صورت میں آپ پوری بارہ رکعات ادا فرماتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ غیر مقلدین کو اس پہلو پر غور کرنا چاہیے کہ قضا ہونے کی صورت میں بہر صورت بارہ رکعات ادا کرنا آٹھ رکعات کے حتمی ہونے کی مخالفت کرتا ہے۔

﴿چوتھی دلیل﴾ تہجد کا وقت بعد النوم ہے

احادیث کی روشنی میں تہجد کا وقت سو کر اٹھنے کے بعد ہے اور تراویح کا وقت نمازِ عشا کے بعد کا اور یہی جمہور اہلِ سنت کا نظریہ ہے چنانچہ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ینام اولہ ویقوم آخرہ یعنی آنحضرت ﷺ اول شب نیند فرماتے اور آخر شب تہجد پڑھتے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۲) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ والتهجد بعد النوم (تفسیر ابن عباس ص ۱۸۱) حضرت شاہ ولی اللہ المحدث دہلوی فرماتے ہیں کہ تہجد کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ نیند سے بیدار ہو کر کرے مسواک کرے، وضو کرے اور گیارہ یا تیرہ رکعات پڑھے ....(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۵۰۱)

> بعض غیر مقلدین کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ تراویح کا وقت عشا کی نماز کے بعد اول رات کا ہے اور تہجد کا آخر رات کا۔ ....(فتاویٰ علماء حدیث ج ۶ ص ۲۵۱)

سوال یہ ہے کہ جب دونوں نمازوں کے مسنون اوقات ہی الگ الگ ہیں تو دونوں کی شرعی حیثیت جدا جدا کیوں نہ ہوگی؟

﴿پانچویں دلیل﴾ دونوں کے ابواب جدا جدا ہیں

ائمہ محدثین نے کتب احادیث کے اندر تہجد اور قیامِ رمضان کے ابواب جدا جدا قائم کیے ہیں جو ان کے الگ الگ نمازیں ہونے کی دلیل ہیں۔ مثلاً

- ☆ بخاری ج ۱ ص ۱۵۱ میں تہجد ....اور ص ۲۶۹ میں قیامِ رمضان
- ☆ مسلم ج ۱ ص ۲۵۳ میں صلوٰۃ اللیل ....اور ص ۲۵۹ میں قیامِ رمضان
- ☆ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۵ میں تہجد ....اور ص ۱۹۳ میں قیامِ رمضان
- ☆ ترمذی ج ۱ ص ۹۹ میں تہجد ....اور ص ۲۵۹ میں قیامِ رمضان
- ☆ نسائی ج ۱ ص ۱۸۱ میں تہجد ....اور ص ۱۸۲ میں قیامِ رمضان
- ☆ ابن ماجہ ص ۹۳ میں تہجد ....اور ص ۹۵ میں قیامِ رمضان
- ☆ موطا امام مالک ص ۹۵ میں قیامِ رمضان ....اور ص ۹۹ میں تہجد
- ☆ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۵ میں تہجد ....اور ص ۱۱۳ میں قیامِ رمضان
- ☆ موطا امام محمد ص ۱۱۷ میں تہجد ....اور ص ۱۳۸ میں قیامِ رمضان
- ☆ قیام اللیل مروزی ص ۱۵ میں تہجد ....اور ص ۱۵۱ میں قیامِ رمضان
- ☆ بلوغ المرام ص ۸۳ میں صلوٰۃ التطوع ....اور ص ۱۵۲ میں قیامِ رمضان
- ☆ ریاض الصالحین ص ۵۱۲ میں تہجد ....اور ص ۵۱۹ میں قیامِ رمضان

کے ابواب قائم کیے گئے ہیں۔

اگر ائمہ حدیث کے نزدیک یہ ایک ہی نماز ہوتی تو وہ ہرگز ان کے الگ الگ ابواب قائم نہ کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین بھی تہجد وتراویح کو حقیقتاً دو ہی نمازیں سمجھتے ہیں

کیونکہ اپنی کتب میں وہ بھی ان دونوں کے الگ الگ باب قائم کرتے ہیں مثلاً نواب نور الحسن خان غیر مقلد نے عرف الجادی میں اور مولانا محمد اسماعیل سلفی نے ''رسول اکرم کی نماز'' میں دونوں کے الگ الگ باب قائم کیے ہیں۔

﴿چھٹی دلیل﴾ فرامینِ پیغمبرؐ

اگر آنحضرت ﷺ کے فرامین وارشادات کی روشنی میں بھی دیکھا جائے تو قیامِ رمضان کا مستقل نماز ہونا صاف معلوم ہوتا ہے چنانچہ:

> فرمانِ نبویؐ ہے کہ کتب اللہ علیکم صیامہ وسننت لکم قیامہ۔ (ابن ماجہ ص ۹۵۔ نسائی ج ۱ ص ۱۳۹)......اس حدیث کی شرح میں امام کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ وسننت لکم قیامہ کا فرمانِ نبوی قیامِ رمضان کی سنیت پر دلالت کرتا ہے اور اس سے با جماعت تراویح مراد ہے۔ (اعلاء السنن ج ۷ ص ۵۷)
>
> ......دوسرے مقام پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا من صام رمضان وقام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ یعنی جس نے ایمان اور فکرِ صالح کے ساتھ رمضان کا قیام کیا اور رمضان کے روزے رکھے اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے گئے۔......(بخاری ج ۱ ص ۲۶۹۔ مسلم ج ۱ ص ۲۵۹)

یہ دونوں احادیث مبارکہ صاف اعلان کر رہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک روزہ اور قیام دونوں رمضان کی مخصوص عبادات ہیں۔ پہلی من جانب اللہ فرض اور دوسری من جانب رسول سنت ہے۔ چونکہ نمازِ تہجد تو ترغیبِ پیغمبرؐ کی بنا پر صحابہ کرامؓ پہلے ہی ادا کر رہے تھے اس لیے اسے کسی نئے عنوان سے مسنون کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اسے اسی عنوان سے رمضان کے اضافی ثواب کے ساتھ متعارف کرایا جا سکتا تھا جیسے فرض نمازوں اور دیگر عبادات میں رمضان المبارک کے اضافی ثواب کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ نیز نمازِ تہجد کی نسبت جب قرآن پاک کے اندر خدا تعالیٰ کی طرف موجود ہے تو پھر صرف رمضان کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کو اس کی نسبت اپنی طرف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

﴿ساتویں دلیل﴾ سیرتِ رسول ﷺ

فرامینِ پیغمبرؐ کے بعد اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں بھی ہمیں اس حقیقت کا جائزہ لینا ہے کہ کیا واقعی آپ کی رمضان اور غیر رمضان کی نماز ایک تھی یا رمضان کے اندر اس میں کوئی کمی بیشی رونما ہوتی تھی؟ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ

> جب ماہِ رمضان آتا تو تغیر لونہ آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ و کثرت صلوتہ آپ کی نماز میں اضافہ ہو جاتا (شعب الایمان بیہقی ج ۳ ص ۳۱۰)......یجتہد فی العشر الاواخر ما لا یجتہد فی غیرہ۔ یعنی باقی ایام کی نسبت آخری عشرے میں آپ عبادات کے اندر زیادہ کوشش فرماتے......(مسلم ج ۱ ص ۳۷۲)

یعنی غیر رمضان کی نسبت رمضان المبارک کے اندر آپ کی عبادات میں کثرت پیدا ہو جاتی اور اسی کثرتِ صلوٰۃ کا نام زبانِ نبویؐ میں قیامِ رمضان اور اصطلاحِ شریعت میں تراویح ہے چنانچہ

> حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ آپ رمضان میں دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ نماز پڑھتے باعتبارِ رکعت کے بھی اور باعتبارِ خشوع کے بھی۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۳۵۰)......اور نواب صدیق حسن خان غیر مقلد فرماتے ہیں کہ احادیث صحیحہ میں (رمضان کی اضافی) رکعات کی تعیین نہیں آئی البتہ حدیث ما لا یجتہد فی غیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عددھا کان کثیرا یعنی رکعات کی تعداد بکثرت تھی۔......(الانتقاد الرجیح ص ۶۱)

نواب صاحب اس جگہ تین چیزوں کا برملا اعتراف فرما رہے ہیں

(۱)......قیامِ رمضان مستقل نماز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تہجد وتراویح الگ الگ پڑھتے تھے۔ حوالہ آگے اپنے مقام پر آئے گا ان شاء اللہ۔ (۲)......احادیث صحیحہ سے قیامِ رمضان کی رکعات ثابت نہیں۔ (۳)......البتہ رکعات کی تعداد بکثرت تھی۔

اب غیر مقلدین سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر حدیث عائشہ صدیقہؓ (یوید فی رمضان

ولا فی غیرہ) کو تہجد و تراویح دونوں پر محمول کیا جائے تو کثرت صلوٰتہ اور ما لا یجتھد فی غیرہ کی روایات عائشہؓ کا مطلب و مفہوم کیا ہوگا؟ کیونکہ بظاہر دونوں دوام پر دلالت کرتی ہیں۔ پہلی حدیث کا مطلب ہے کہ آپ رمضان و غیر رمضان میں ہمیشہ گیارہ رکعات پڑھتے تھے ان میں اضافہ نہ فرماتے۔ اور دوسری احادیث کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے اندر آپ کی نماز میں ہمیشہ کثرت پیدا ہو جاتی تھی۔ کیا غیر مقلدین ان روایات میں تطبیق پیدا کر سکیں گے؟ جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہمارے موقف کے مطابق پہلی حدیث عائشہؓ رمضان و غیر رمضان کی نماز تہجد پر دلالت کرتی ہے اور دوسری روایات عائشہؓ قیام رمضان کی مستقل حیثیت پر جبکہ دونوں الگ الگ اور مستقل نمازیں ٹھہریں۔

﴿نکتہ عجیبہ﴾

کثرت کا اطلاق یوں تو ایک عدد کی زیادتی پر بھی ہو جاتا ہے لیکن عرفاً اس کا اطلاق تقریباً دوگنا چیز پر ہوتا ہے۔ اس پہلو سے اگر دیکھا جائے تو آپ کے قیام اللیل کا معمول رات کے آخری تہائی حصہ میں تھا جس میں آپ عموماً گیارہ رکعات ادا فرماتے۔ چونکہ رمضان المبارک میں آپ کا معمول شب بیداری کا تھا اس لیے ایک تہائی کی گیارہ رکعات کے حساب سے تین تہائیوں کی ۳۳ رکعات بنتی ہیں۔ تین وتر الگ کر کے فی تہائی دس رکعات رہ جاتی ہیں۔ اس اعتبار سے غالباً آپ کی ترتیب اس طرح ہوگی کہ پہلی دو تہائیوں میں بیس رکعات قیام رمضان اور آخری تہائی میں معمول کے تہجد کبھی گیارہ اور کبھی تیرہ ادا فرماتے۔ نواب صدیق حسن خان کا جملہ ان عددھا کان کثیراً بھی بظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے ...... واللہ اعلم بالصواب۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

> حضرت عمرؓ نے تراویح کی بیس رکعات کا اہتمام کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے سارا سال محسنین کے لئے

> گیارہ رکعت (تہجد) مقرر فرمائیں تو انہوں نے فیصلہ دیا کہ رمضان کے مہینے میں جب ایک مسلمان تشبہ بالملکوت کے سمندر میں غوطہ زنی کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اس سے دوگنا سے کم رکعتوں کا حصہ ہو ......
> (حجۃ اللہ البالغہ مترجم مکمل ص ۵۰۵)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے دو چیزیں پوری طرح واضح ہیں کہ ایک تو نماز تراویح، نماز تہجد سے الگ مستقل نماز ہے اور دوسری یہ کہ اس کی رکعات تہجد کی رکعات سے دوگنا ہیں۔

﴿آٹھویں دلیل﴾ عہد نبوی کا واقعہ

روایات جمعہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عہد نبوی میں بھی تہجد و تراویح کو الگ الگ اور مستقل نمازیں تسلیم کرنے کا واضح تصور موجود تھا۔ چنانچہ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ

> عہد نبوی میں ایک بار ہلال رمضان نظر نہ آیا تو ...... فترادوا ان لا یصوموا ولا یقوموا۔ روزے نہ رکھنے اور قیام نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اچانک وادی حرہ سے ایک اعرابی نے حاضر خدمت ہو کر چاند دیکھنے کی شہادت دی چنانچہ اس کے ایمان و اعتقاد کی تصدیق کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کے حکم پر حضرت بلالؓ نے اعلان کیا ان یصوموا وان یقوموا۔ لوگو روزہ بھی رکھو اور قیام بھی کرو۔
> (دار قطنی ج ۲ ص ۱۵۹)

یہ روایت بھی شہادت دیتی ہے کہ صیام رمضان کی طرح قیام رمضان بھی ہلال رمضان کے ساتھ مشروط ہے ورنہ آپ چاند نظر نہ آنے کی بنا پر قیام رمضان سے منع نہ فرماتے اور طلوع چاند کی اطلاع پر قیام رمضان کا اعلان نہ فرماتے۔ ممکن ہے غیر مقلدین حضرات اس روایت پر یہ اعتراض کریں کہ امام دار قطنی اس روایت کے آخر میں فرماتے ہیں کہ ولم یقل فیہ ویقوموا غیر حماد یعنی اس روایت میں یقوموا کے الفاظ حماد کے علاوہ کسی سے منقول نہیں گویا یہ حماد کی زیادت ہے لیکن غیر مقلدین کا یہ

اعتراض بایں وجہ نا قابل قبول ہوگا کہ حماد بن سلمہ باتفاق محدثین ثقہ راوی ہے اور ثقہ راوی کی زیادت باتفاق محدثین مقبول و معتبر ہے۔ جب کہ اس کی توثیق دیگر روایات اور امت کے تلقی بالقبول سے بھی ہو رہی ہو۔

﴿نویں دلیل﴾ صحابیؓ کا عمل

مشہور صحابی رسول حضرت عقبہ بن عامرؓ (جو ہجرت رسول کے وقت مسلمان ہو کر دس سال خدمت رسول میں رہے اور ۵۸ ہجری میں وفات پائی) کے بارے میں امام محمد بن نصر مروزیؒ فرماتے ہیں کہ:

لم یکن عقبۃ بن عامر اذا رای الھلال رمضان یقوم تلک اللیلۃ حتی یصوم یوما لم یقوم بعد ذالک یعنی حضرت عقبہ بن عامرؓ ہلال رمضان کو دیکھ کر اسی رات قیام رمضان نہ کرتے بلکہ دوسرے دن روزہ رکھنے کے بعد رات کو قیام کرتے۔ ....(قیام اللیل ص ۱۵۶)

ممکن ہے وہ صوم کی فرضیت اور قیام کی سنیت کا لحاظ کرتے ہوئے فرض کو سنت پر مقدم کرتے ہوں جیسا کہ علامہ احمد بن علی المقریزیؒ (المتوفی ۸۴۵ھ) اسی روایت کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ:

کانہ رضی اللہ عنہ لم یقم اول لیلۃ حذرا من تاخیر ما ھو احق و آکد وھو الصوم لافتراضہ وتقدیم ما ھو دونہ وھو القیام فقدم زمانا ما ھو اقدم رتبۃ و آخر ما ھو الآخر یعنی وہ اس خیال سے روزہ کو قیام پر مقدم کرتے کہ روزہ فرض ہونے کے اعتبار سے مقدم ہے اور قیام فرض نہ ہونے کے اعتبار سے موخر۔ ....(قیام اللیل ص ۲۱۸ مطبوعہ اہل حدیث اکادمی فیصل آباد)

قطع نظر اس سے کہ قیام کو صوم سے موخر کرنے کی علت کیا تھی؟ یہ حقیقت واضح ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ جیسا جلیل القدر صحابی قیام رمضان کو رمضان ہی کی عبادت جانتا تھا۔

﴿دسویں دلیل﴾ دوسرے صحابیؓ کا عمل

تہجد و تراویح کو الگ الگ نماز سمجھنے کی بنا پر صحابہ کرامؓ دونوں کو الگ الگ ہی ادا فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت قیس بن طلقؒ تابعی فرماتے ہیں کہ:

ہمارے والد طلق بن علیؓ (صحابی) ماہ رمضان میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لائے۔ آپ نے روزہ افطار کیا اور رات کو ہمیں وتر سمیت نماز پڑھائی۔ پھر اپنی مسجد میں تشریف لے گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی لیکن وتروں کے لیے کسی اور کو آگے کر دیا اور فرمایا، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ....(ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۳)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علیؓ نے اول شب گھر کے اندر تراویح پڑھائی اور آخر شب مسجد کے اندر تہجد پڑھائی اور وتر تراویح کے ساتھ ادا فرمائے۔ ان کے اس عمل سے معلوم ہو گیا کہ وہ بھی تہجد اور تراویح کو الگ الگ نماز ہی سمجھتے تھے اور الگ الگ ہی ادا کرتے تھے۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

عام طور پر غیر مقلدین یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ عہد نبویؐ میں ایام ثلاثہ کی باجماعت نماز کے علاوہ آپ کا کوئی اور نماز پڑھنا ثابت نہیں لیکن ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ:

(۱) جس عمل کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی مداومت ثابت ہو چکی ہو کیا اس کے لیے ہر روز کے عمل کا علیحدہ ثبوت تلاش کرنا صحیح اور ممکن بھی ہے؟.....

(۲) ایام ثلاثہ میں اگر باجماعت نماز کے علاوہ کسی اور نماز کا ذکر موجود نہیں تو کیا یہ عدم ذکر عدم وجود پر دلیل بن سکتا ہے؟..... (۳) ایام ثلاثہ کی پہلی شب میں آپ ایک تہائی رات تک اور دوسری شب میں نصف رات تک باجماعت نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ ان دونوں راتوں کے بقیہ حصے آپ نے کیسے گزارے؟

نیند میں یا عبادت میں؟ اگر عبادت میں گزارے تو وہ عبادت کون سی تھی؟ اگر وہ عبادت نماز تھی (جیسا کہ رات کی عبادت آپ کی نماز ہی ہوتی تھی) تو غیر مقلدین کا دعویٰ باطل اور اگر کوئی اور عبادت تھی تو احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت دیا جائے۔...... (۳) باقی رہی بات تیسری شب کی کہ اس میں باجماعت نماز اختتام سحری کے قریب ختم ہوئی۔ کسی اور نماز کے پڑھنے کا وقت ہی نہیں بچا ہوگا تو اس پر ہمارا سوال یہ ہے کہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں اختتام جماعت اور اختتام سحری کے درمیانی وقت کی تعیین بتائی جائے تاکہ فیصلہ کیا جا سکے کہ اس میں نماز تہجد ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ پھر اس کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس درمیانی وقت میں آپ نے سحری کھائی یا نماز پڑھی؟ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قلت وقت کی وجہ نماز تہجد رہ گئی ہو تو آپ نے حسب معمول دن کو قضا کر لی ہو۔

غرضیکہ اگر اس کی تحقیق قیاس ہی کی بنیاد پر کرنی ہے تو قیاس غالب یہ کہتا ہے کہ آپ نے نماز تہجد ضرور ادا کی ہوگی جیسا کہ بعض غیر مقلدین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ (تفصیلات آخری باب میں ملاحظہ فرمایئے) جہاں تک ہمارے موقف کا تعلق ہے تو قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی الحنفی فرماتے ہیں کہ:

"جناب رسول اللہ ﷺ کے فعل سے صراحتاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب آپ نے اول رات میں تینوں روز تراویح پڑھی تو اخیر وقت میں تہجد پڑھا یا نہیں؟ مگر فعل بعض صحابہؓ سے اس کا نشان ملتا ہے۔ اس حدیث (جو قیس بن طلق کے حوالے سے اوپر گزر چکی ہے۔ بشیر) سے معلوم ہوا کہ دونوں وقت میں نماز پڑھی گئی اور صحابہ کرام اتباع رسول اللہ میں نہایت سرگرم تھے سو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسرے وقت میں تہجد پڑھا ہوگا۔"......(فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۶۱)

غور فرمایئے کہ ہمارا استدلال قول پر نہیں بلکہ عمل صحابی پر ہے۔

﴿گیارہویں دلیل﴾ امام بخاری کا عمل

غیر مقلدین حضرات حدیث حضرت عائشہؓ (ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ) کے حوالے سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ چونکہ اس حدیث کو تہجد کے باب میں لائے ہیں اس لیے ان کے نزدیک بھی تہجد و تراویح ایک ہی نماز ہے حالانکہ امام بخاریؒ اس حدیث کو تہجد کے باب میں بھی لائے ہیں اور قیام رمضان کے باب میں بھی جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ وہ اس کو رمضان و غیر رمضان دونوں میں تہجد پر ہی محمول کرتے ہیں اور اس پر ان کا اپنا عمل دلیل ہے۔ چنانچہ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ:

"رمضان کی پہلی رات ہوتی تو امام بخاری اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے۔ نماز کی ہر رکعت میں بیس آیات پڑھتے یہاں تک کہ (اول شب کی نماز میں مہینے کے اندر) ایک قرآن پاک ختم کرتے۔ پھر سحری کے وقت تیرہ رکعات نماز (تہجد) پڑھتے اور اس میں ایک قرآن تین راتوں میں مکمل کرتے۔ (ھدی الساری لحافظ ابن حجر ص ۴۹۲...... تیسیر الباری نواب وحید الزمان خان ج ۱ ص ۳۹۔
...... حضرت الباری مولوی عبدالستار امام غرباء اہل حدیث ص ۱۲)

امام بخاریؒ کے اس عمل سے دو باتیں صاف ظاہر ہو جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ امام بخاریؒ حدیث عائشہ صدیقہؓ سے تہجد و تراویح کو ایک ہی نماز ہرگز مراد نہیں لیتے ورنہ خود ان کا اپنا عمل اس کے خلاف نہ ہوتا۔ دوسری یہ کہ وہ حدیث عائشہ صدیقہؓ (احدی عشرۃ رکعۃ) کو رکعات تہجد کے لیے بھی یقینی دلیل نہیں بناتے ورنہ وہ خود اس کے خلاف عمل کرتے ہوئے بارہ رکعات تہجد ادا نہ کرتے۔ اور وہ بھی ماہ رمضان المبارک میں۔

﴿بارہویں دلیل﴾ رکعات تہجد مقرر نہیں

اگلے باب میں ہم اس پر ان شاء اللہ العزیز تفصیلی بحث کریں گے کہ فریقین (اہل سنت والجماعت اور غیر مقلدین) اس بات پر متفق ہیں کہ رکعات تہجد متعین نہیں جبکہ رکعات

تراویح کی تعیین (بیس یا آٹھ) پر دونوں فریق متفق ہیں جو دونوں نمازوں کے الگ الگ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

﴿تیرہویں دلیل﴾ کیفیت تہجد متعین نہیں

اگلے باب میں ہم ان شاء اللہ العزیز اس پر بھی بحث کریں گے کہ فریقین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ رکعات تہجد کی طرح کیفیت تہجد بھی متعین نہیں جبکہ تراویح کی کیفیت فریقین کے نزدیک متعین ہے یعنی دو دو رکعت کر کے ادا کرنا جو اس کے مستقل اور تہجد سے الگ نماز ہونے کی دلیل ہے۔

﴿چودہویں دلیل﴾ اسلاف کے اقوال وعمل

امام بخاری کا عمل بیان ہو چکا ہے کہ وہ تہجد اور تراویح الگ الگ پڑھتے تھے۔ امام مالک بن انسؒ کے بارے میں امام ابن الحاج فرماتے ہیں کہ:

امام مالکؒ نے فرمایا جبکہ آپ لوگوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے: کہ امام وتر پڑھاتا ہے تو میں نکل آتا ہوں، وتر ان کے ساتھ نہیں پڑھتا۔ پس امام مالکؒ اس بارے میں نمونہ ہیں کہ (تراویح کے بعد) وتر نہ پڑھے بلکہ اپنے گھر میں نفل (تہجد) پڑھنے کے بعد وتر پڑھے۔ میرے آقا ابو محمد مسجد میں باجماعت تراویح کے بعد وتر پڑھتے اور گھر آ کر جتنی توفیق ہوتی نفل (تہجد) پڑھتے اور دوبارہ وتر نہ پڑھتے۔ اور فرماتے تھے کہ میرے شیخ ابوالحسن زیات بھی ایسا ہی کرتے تھے۔
.........(المدخل لابن الحاج ج ۲ ص ۲۹۹ بحوالہ حدیث اور اہل حدیث ص ۴۸۴)

گویا اسلاف امت کے درمیان یہاں تک اختلاف واقع ہوا کہ وتر نماز تراویح کے ساتھ پڑھنے افضل ہیں یا نماز تہجد کے ساتھ؟ اگر وہ دونوں کو الگ الگ نمازیں نہ مانتے تو یہ اختلاف بھی واقع نہ ہوتا چنانچہ

فقہ حنبلی کی مستند کتاب "مقنع" میں بصراحت مذکور ہے کہ "رمضان میں بیس رکعات نماز تراویح باجماعت پڑھنے کے بعد وتر بھی باجماعت ادا کرے۔ فان

كان له تهجد جعل الوتر بعده لیکن اگر اس نے تہجد پڑھنے ہیں تو پھر وتر تہجد کے بعد پڑھے۔ (ج ۱ ص ۱۷۴) ...... حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح کے بعد باجماعت نوافل مکروہ ہیں کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تعقیب (یعنی جماعت کے بعد جماعت) مکروہ ہے۔ حضرت انسؓ بھی اسے مکروہ جانتے تھے۔ پس تراویح کے بعد سو کر اٹھ کے نوافل و تہجد پڑھے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۰۴) ..... قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح تہجد کے غیر ہے۔ تہجد کے پڑھنے سے تراویح ساقط نہیں ہوتی۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۹۵) ..... تہجد و تراویح ہر دو صلوٰۃ جداگانہ ہیں کہ ہر دو کی تشریع اور احکام جدا ہیں .... (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۵۳)

ان حوالہ جات سے بھی ظاہر ہے کہ فقہاء حنابلہ اور بالخصوص حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نزدیک بھی تہجد و تراویح الگ الگ نمازیں ہیں جن کے اپنے اپنے اوقات اور اپنے اپنے احکامات ہیں۔

﴿پندرہویں دلیل﴾ غیر مقلد علما کے اقوال وعمل

غیر مقلدین کے اپنے اسلاف میں سے نواب صدیق حسن خانؒ، نواب وحید الزمان خانؒ، مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ، اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جیسے علما بھی تہجد و تراویح کو جدا جدا نمازیں تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی تفصیلات آخری باب میں ملاحظہ فرمایئے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اسلاف دیوبند میں سے حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تہجد و تراویح کو ایک ہی نماز قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ اس لیے کہ وہ حدیث عائشہؓ سے قیام رمضان کا استدلال کرنے کے باوجود تراویح کی بیس رکعات مسنون قرار دیتے ہیں اور گیارہ رکعات کے قائلین کو بدعتی کہتے ہیں۔ (تفصیلات آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمایئے) چنانچہ شاہ صاحبؒ کے داماد اور شارح بخاری حضرت

مولانا سید احمد رضا بجنوری فرماتے ہیں کہ:

میں نے سوال کیا کہ اس حدیث (عائشہؓ) سے تو آٹھ تراویح ثابت ہوتی ہیں تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ خلفاء راشدینؓ کی سنت آیا سنت نبی ہے یا نہیں؟..... نبی کے فرمان کے مطابق خلفاء راشدینؓ کے عمل کو دیکھا جائے اور ان کا اتباع لازمی طور پر کیا جائے تا کہ اختلاف رفع ہو جائے...... جب روایات متعارض آ رہی ہیں تو کیوں نہ خلفاء راشدینؓ کے تعامل پر عمل کیا جائے۔".................. (ملفوظات محدث کشمیری ص ۳۶۴)

گویا علامہ کاشمیریؒ حدیث عائشہؓ کے علاوہ عہد نبویؐ کے قیام رمضان کی دیگر روایات کو بھی درست اور صحیح مانتے ہیں اسی لیے تو ان میں تعارض تسلیم کرتے ہیں۔ نیز وہ خلفاء راشدینؓ کا عمل بیس تراویح تسلیم کرتے ہیں اور اسی کو حجت مانتے ہیں اور پھر ان کے تہجد وتراویح کو ایک قرار دینے کے موقف کی تائید اسلاف دیوبند میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔

﴿لطیفہ﴾

غیر مقلدین شاہ صاحبؒ کا یہ حوالہ نقل کر کے بڑے جذباتی انداز میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس حوالے سے احناف کی کمر ٹوٹ گئی حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ احناف فقہ حنفی کے مقلد ہیں، شاہ صاحب کے مقلد نہیں۔ اس لیے ان کی کمر کو الحمد للہ کوئی فکر نہیں کیونکہ ان کے دامن میں شاہ صاحبؒ کے سوا بھی بہت کچھ موجود ہے۔ البتہ غیر مقلدین کو اپنی نرم و نازک کمر کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ ان کے دامن تحقیق سے نواب صدیق حسن خانؒ، نواب وحید الزمان خانؒ، مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کو نکال دیا جائے تو پیچھے بچتا ہی کیا ہے؟ اس لیے غیر مقلدین کو ہمارا یہ ہمدردانہ مشورہ ہے کہ وہ ہماری مضبوط و محفوظ کمر کی فکر کرنے کے بجائے اپنی بل کھاتی نازک سی کمر کے ٹوٹے ہوئے مہروں کو جوڑنے کی کوئی سبیل کریں۔ کیونکہ شاہ صاحبؒ کا رکعات تراویح کے بارے میں مسلک بھی انکی کمر توڑنے کیلئے کافی ہے۔ جیسا کہ آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

کیا وتر اور تہجد ایک ہی نماز کے دو نام ہیں؟

یہاں ہم اس غلط فہمی کا ازالہ کر دینا بھی ضروری خیال کرتے ہیں کہ جس طرح تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اسی طرح وتر اور تہجد بھی دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک وتر ایک مستقل نماز ہے جو نماز عشاء سے بھی الگ ہے اور نماز تہجد سے بھی جدا یعنی نہ وہ نماز عشاء کا حصہ ہے اور نہ نماز تہجد کا۔ اس کا وقت نماز عشاء کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے البتہ آنحضرت ﷺ چونکہ اکثر و بیشتر اسے نماز تہجد کے آخر میں ادا فرماتے تھے اور امت کو بھی یہ ترغیب دیتے تھے کہ اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترا اپنے قیام لیل کو وتر بناؤ یعنی وتر تہجد کے آخر میں ادا کرو۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۵۷) اس لیے کتب احادیث کے اندر نماز تہجد کو صلوٰۃ الوتر بھی کہا گیا ہے حالانکہ نماز وتر نماز تہجد کا حصہ ہرگز نہیں۔ آیئے اس کے دلائل ملاحظہ فرمایئے۔

﴿دلیل اول﴾: آنحضرت ﷺ نے اکثر و بیشتر نماز وتر نماز تہجد کے ساتھ ادا کی ہے لیکن بسا اوقات نماز تہجد کے علاوہ بھی ادا فرماتے تھے۔ چنانچہ

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اوتر رسول اللہ ﷺ من اول اللیل واوسطہ وآخرہ یعنی آنحضرت ﷺ نے نماز وتر کبھی اول شب ادا فرمائی، کبھی وسط شب اور کبھی آخر شب میں۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۵۵۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۳۔ ترمذی ج ۱ ص ۱۰۳)..... دوسرے مقام پر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ من کل اللیل قد اوتر رسول اللہ ﷺ یعنی آپ نے رات کے ہر حصے میں وتر پڑھے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۳۶۔ مسلم ج ۱ ص ۲۵۵) اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا الوتر ھی بین صلوۃ العشاء الی طلوع الفجر۔ وتر کا وقت عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے.................. (ابن ماجہ ص ۸۳)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نماز وتر کو مستقل اور علیحدہ نماز قرار دیتے تھے۔

﴿دلیل دوم﴾: آنحضرت ﷺ نماز وتر کی ایسی ترغیب دیتے تھے جو نماز تہجد کی نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں آپ نے تین بار فرمایا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا۔ وتر حق ہیں، جو وتر نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱) ایک اور روایت میں آپ نے فرمایا: ان اللہ وتر یحب الوتر فاوتروا یا اہل القرآن۔ اے قرآن کو ماننے والو، اللہ وتر ہے اور وہ وتر کو پسند کرتا ہے پس تم وتر پڑھا کرو۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۰۔ ترمذی ج ۱ ص ۱۰۳۔ ابن ماجہ ص ۸۳) ایک اور روایت میں فرمایا کہ من نام عن الوتر او نسیہ فلیصل اذا ذکرہ اذا استیقظ۔ اگر نیند یا نسیان کی وجہ سے کسی کے وتر رہ جائیں تو وہ یاد آنے پر یا بیدار ہونے پر ادا کرے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۶۔ ابن ماجہ ص ۸۳) یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ کان النبی ﷺ من اللیل فاذا اوتر قال قومی فاوتری یا عائشۃ۔ جب آنحضرت ﷺ نماز تہجد سے فارغ ہو کر نماز وتر پڑھنے لگتے تو مجھے جگاتے اور فرماتے، عائشہ اٹھو وتر پڑھو۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۳۶۔ مسلم ج ۱ ص ۲۵۵) ان روایات سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وتر، تہجد سے الگ ایک مستقل نماز ہے۔

﴿دلیل سوم﴾: آنحضرت ﷺ نے امت کو وتر نماز تہجد کے ساتھ ادا کرنے کی ترغیب ضرور دی لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا کہ من خاف ان لا یقوم آخرہ فلیوتر اولہ ومن طمع ان یقوم آخرہ فلیوتر آخر اللیل۔ جسے اندیشہ ہو کہ سحری کے وقت نہ اٹھ سکے گا وہ اول شب وتر پڑھ کر سوئے اور جسے امید ہو کہ وہ سحری کے وقت بیدار ہو سکے گا پس وہ وتر آخر رات میں پڑھے۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۵۸۔ ترمذی ج ۱ ص ۱۰۳۔ ابن ماجہ ص ۸۲) یہ روایت بھی دلیل ہے اس بات کی کہ وتر ایک مستقل نماز ہے۔

﴿دلیل چہارم﴾: آنحضرت ﷺ نے بعض صحابہؓ کو حکم اور بعض کو وصیت فرمائی کہ وتر رات کو سونے سے پہلے پڑھو چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اوصانی

خلیلی بثلاث: صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر ورکعتی الضحی وان اوتر قبل ان انام۔ میرے خلیل آنحضرت ﷺ نے مجھے وصیت کی تین چیزوں کی: ہر ماہ تین روزے رکھنے کی، چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کی اور سونے سے قبل وتر پڑھنے کی۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۵۰۔ نسائی ج ۱ ص ۱۸۹) بخاری ج ۱ ص ۱۳۵ میں ہے: اوصانی رسول اللہ ﷺ بالوتر قبل النوم اور ترمذی ج ۱ ص ۱۰۳ کے الفاظ ہیں: امرنی رسول اللہ ﷺ ان اوتر قبل ان انام۔ اسی طرح مذکورہ تین چیزوں کی وصیت کی روایت حضرت ابوالدرداءؓ سے ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۳ میں بھی مذکور ہے بلکہ بعض روایات میں تو آپ نے وتر پڑھے بغیر سونے سے منع فرمایا جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ نھانی ان انام الا علی وتر۔ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وتر پڑھے بغیر سونے سے منع فرمایا۔ (قیام اللیل للمروزی ص ۲۸۱) ان روایات سے بھی ظاہر ہے کہ وتر ایک مستقل نماز ہے۔

﴿دلیل پنجم﴾: آنحضرت ﷺ کے اسی حکم و وصیت کی بنا پر صحابہ کرامؓ اور دیگر اسلاف امت کا وتر پڑھنے کا معمول مختلف تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا کہ آپ وتر کس وقت پڑھتے ہیں۔ عرض کیا سونے سے پہلے۔ آپ نے فرمایا آپ احتیاط پر عمل کرتے ہیں۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں سونے کے بعد سحری کے وقت اٹھ کر پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم نے عمل قوی اختیار کیا۔ (قیام اللیل ص ۲۷۹) حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تہجد پڑھنے کے باوجود وتر رات کو پڑھتے تھے اور میں بھی رات کو سونے سے پہلے وتر پڑھ لیتا ہوں۔ (قیام اللیل ص ۲۸۰) حضرت فاروق اعظمؓ عمل قوی اختیار کرنے کے باوجود فرماتے تھے کہ ان الاکیاس الذین یوترون اول اللیل وان الاقویاء الذین یوترون آخر اللیل وھو افضل۔ یعنی کمزور لوگ وتر اول رات میں اور قوی لوگ آخر رات میں پڑھ سکتے ہیں۔ (ابوداؤد ج ۱

ص ۲۰۳) حضرت فاروق اعظمؓ نے اشعث بن قیسؓ سے فرمایا! اے اشعث احفظ عنی شیئا سمعته من رسول الله ﷺ۔ آنحضرت ﷺ سے سنی ہوئی کچھ چیزیں مجھ سے محفوظ کر لے۔ (ان میں سے ایک یہ ہے) ولا تنامن الا علی وتر۔ وتر پڑھے بغیر سونا نہیں۔ (قیام اللیل ص ۲۸۱) چنانچہ امام شعبیؒ بھی رات کو وتر پڑھ کے سوتے تھے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۳) اور امام ترمذی تو فرماتے ہیں: وقد اختار قوم من اهل العلم من اصحاب النبیؐ ومن بعدهم ان لا ینام الرجل حتی یوتر۔ کہ صحابہ کرام اور ان کے بعد کے دیگر اہل علم کی ایک جماعت نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ آدمی وتر پڑھے بغیر نہ سوئے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۳) ان روایات سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وتر ایک مستقل نماز ہے جو تہجد کے ساتھ بھی پڑھی جا سکتی ہے اور رات کو سونے سے پہلے عشا کی نماز کے بعد بھی۔

﴿دلیل ششم﴾: نماز وتر کے بارے میں فقہاء اربعہ کا مستقل فتویٰ موجود ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن الجزیریؒ فرماتے ہیں کہ نماز وتر تین ائمہ (امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک سنت موکدہ ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے۔ (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة ج ۱ ص ۳۳۵)

﴿دلیل ہفتم﴾: ائمہ محدثینؒ نے اپنی اپنی کتب احادیث میں کتاب الوتر کے نام سے مستقل ابواب قائم کیے ہیں چنانچہ امام محمد بن نصر مروزیؒ نے اس موضوع پر جو مستقل کتاب قیام اللیل کے نام سے تالیف فرمائی ہے، اس میں انہوں نے قیام اللیل، قیام رمضان اور کتاب الوتر کے نام سے الگ الگ ابواب باندھے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تینوں الگ الگ اور مستقل نمازیں ہیں۔

﴿باب دوم﴾

عہد نبویؐ کی رکعات تراویح

اوراق گذشتہ میں ہم بدلائل قاہرہ ثابت کر چکے ہیں کہ تہجد وتراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اور وتر ان دونوں سے الگ ایک تیسری مستقل نماز ہے۔ اب ہم اس باب میں رکعات تراویح کے لیے فریقین کی طرف سے پیش کی جانے والی روایات کا جائزہ لیں گے جو اصولی طور پر تین ہیں۔ لیجیے ملاحظہ فرمائیے۔

﴿پہلی روایت﴾ حدیث عائشہ صدیقہؓ

تہجد وتراویح کو ایک نماز اور اس کی گیارہ رکعات ثابت کرنے کے لیے غیر مقلدین کا سب سے بڑا استدلال حدیث عائشہ صدیقہؓ سے ہے لہٰذا ہم سب سے پہلے اسی کا جائزہ لیں گے کہ کیا یہ حدیث غیر مقلدین کی دلیل بن سکتی ہے؟ چنانچہ

> حضرت ابو سلمہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رمضان المبارک میں آنحضرت ﷺ کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا، رمضان اور غیر رمضان میں آپ گیارہ رکعات سے زائد نہ پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعت پڑھتے۔ تو ان کے حسن اور عمدگی اور طول قیام و سجود کے بارے میں نہ پوچھ۔ پھر چار رکعت اسی طرح پڑھتے، پھر تین رکعت پڑھتے۔ میں نے سوال کیا: اتنام قبل ان توتر؟ یا رسول اللہ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا، میری آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتا.......... (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴......... مسلم ج ۱ ص ۲۵۴........... ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۹.............. نسائی ج ۱ ص ۱۹۱)

ہمارا موقف یہ ہے کہ اس حدیث سے نہ تہجد وتراویح کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ حتمی طور پر

اس کی گیارہ رکعات ثابت ہوتی ہیں۔ آئیے غیر مقلدین کے دعویٰ کے جوابات ملاحظہ فرمائیے۔

﴿جواب اول﴾ سیاق کلام

مذکورہ حدیث عائشہؓ کے سیاق کلام پر اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ روایت صرف تہجد کے متعلق ہے، قیام رمضان سے اسے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

﴿پہلا قرینہ﴾......اس کا پہلا قرینہ سائل کا حضرت عائشہؓ سے سوال ہے اور ان سے اسی نماز کے بارے میں سوال کیا جا سکتا ہے جو ان کے حجرے میں پڑھی گئی۔ مسجد کی نماز کے بارے میں ان سے سوال چہ معنی دارد؟ جبکہ اس وقت ایام ثلاثہ کی باجماعت نماز میں شرکت کرنے والے بے شمار صحابہ کرام موجود تھے۔ گویا سائل حضرت عائشہؓ سے ان کے حجرے کے اندر ادا کی جانے والی نماز کے بارے میں سوال کر رہا ہے کہ وہ کیسی تھی؟ اور صحابہ کرام اسی نماز کے بارے میں حضرت عائشہؓ کو سب سے زیادہ باخبر سمجھتے تھے۔ چنانچہ

> سعد بن ہشامؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے آنحضرت ﷺ کے وتر (یعنی نماز تہجد) کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کیا میں تجھے ایسی ہستی کی خبر نہ دوں جو روئے زمین پر آپ کے وتر کو سب سے زیادہ جاننے والی ہے؟ انہوں نے پوچھا، وہ کون سی ہے؟ فرمایا حضرت عائشہؓ۔ چنانچہ حضرت سعدؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس پہنچے اور ان سے آپ کے وتر کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا، آپ گیارہ رکعات پڑھتے تھے، ضعف آ گیا تو نو رکعات پڑھنے لگے..................(مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ ملخصاً)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حضور علیہ السلام کی نماز تہجد کے بارے میں ہی سب سے زیادہ باخبر جانتے تھے اور اسی کے بارے میں ان سے سوال کرتے تھے، خواہ وہ رمضان کی ہوتی یا غیر رمضان کی؟

﴿دوسرا قرینہ﴾......اس کا دوسرا قرینہ حضرت عائشہؓ کے جواب میں "یزید فی رمضان ولا فی غیرہ" کے الفاظ ہیں جو اس حقیقت کی واضح دلیل ہیں کہ وہ اسی نماز کا ذکر کر رہی ہیں جو رمضان و غیر رمضان میں ان کے سامنے پڑھی گئی اور سائل کا مقصد سوال بھی یہی ہے کہ رمضان میں اول شب کی نماز کے بعد آخر شب کی نماز حسب معمول رہتی تھی یا اس میں فرق آتا تھا؟ اس کے جواب میں فرمایا، وہ عموماً گیارہ رکعات ہی رہتی تھیں۔

﴿تیسرا قرینہ﴾......اس کا تیسرا قرینہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے جواب میں "اتنام قبل ان توتر" کے اضافی جملے ہیں جو بصراحت نماز تہجد پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ رکعات تو رمضان و غیر رمضان دونوں کی بیان فرما رہی ہیں لیکن کیفیت صرف غیر رمضان کی ذکر کر رہی ہیں کیونکہ رمضان کے بارے میں تو وہ خود فرماتی ہیں کہ

> جب ماہ رمضان آتا تو آپ عبادت کے لیے کمربستہ ہو جاتے اور پورا ماہ رمضان بستر پر تشریف نہ لاتے...........(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۱۰)

جب رمضان المبارک میں آپ رات کو آرام فرماتے ہی نہ تھے تو اتنام قبل ان توتر کا سوال کیسا؟ معلوم ہوا کہ یہ صرف نماز تہجد کا ذکر ہے جو رمضان و غیر رمضان دونوں میں پڑھی جاتی رہی البتہ کیفیت صرف غیر رمضان کی ذکر کی گئی ہے۔

﴿جواب دوم﴾ چار چار رکعت

مذکورہ حدیث عائشہؓ میں چار چار رکعات پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ نماز تراویح بالاتفاق دو دو رکعات کر کے پڑھی جاتی ہے جو اس کے مستقل نماز ہونے کی دلیل ہے۔

﴿جواب سوم﴾ بلا جماعت

اس میں بلا جماعت نماز کا ذکر ہے جبکہ باجماعت نماز کی روایت میں تو خود حضرت عائشہؓ رکعات کا ذکر نہیں کرتیں (روایت گزر چکی ہے) جو دونوں کے الگ الگ نمازیں ہونے کی دلیل ہے۔

﴿جواب چہارم﴾ گھر میں

اس میں گھر کے اندر نماز پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ مسجد کی نماز کے بارے میں اپنی روایت

کے اندر حضرت عائشہؓ ۱۱ رکعات کا ذکر نہیں کرتیں۔

﴿جواب پنجم﴾ کتاب التہجد میں

یہ حدیث اکثر محدثین نے اپنی کتب کے اندر کتاب التہجد میں نقل کی ہے جبکہ حضرت عائشہؓ کی باجماعت نماز والی روایت قیام رمضان کے باب میں لائے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض غیر مقلدین یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ امام محمد بن حسن الشیبانی الحنفیؒ نے یہ حدیث عائشہؓ قیام رمضان کے باب میں نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس حدیث کو قیام رمضان پر ہی محمول کرتے ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

(اولاً) ...... اس لیے کہ امام محمدؒ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد اور فقہ حنفی کے مجتہد فی المذہب ہیں۔ بے شمار مسائل میں انہوں نے امام اعظم سے اختلاف کیا ہے جو فقہ حنفی کی جملہ کتب میں مذکور و منقول ہیں، لیکن اس مسئلے میں ان کا اپنے امام سے اختلاف کسی جگہ مذکور نہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس مسئلے میں اپنے امام سے متفق ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہؒ تو بیس رکعات نماز تراویح کو مستقل حیثیت سے سنت نبوی مانتے ہیں۔

(وثانیاً) ...... اس لیے کہ امام محمدؒ نے اپنی موطا میں صلوۃ اللیل اور قیام رمضان کے الگ الگ باب قائم کیے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ دونوں نمازوں کو الگ الگ تسلیم کرتے ہیں۔

(وثالثاً) ...... اس لیے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے گیارہ رکعات والی دو روایات نقل کی ہیں۔ ایک صلوۃ اللیل کے باب میں عروہ بن زبیرؓ سے اور دوسری قیام رمضان کے باب میں ابوسلمہؓ سے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ گیارہ رکعات کو رمضان و غیر رمضان میں تہجد کے لیے ہی مانتے ہیں۔

(رابعاً) ...... اس لیے کہ انہوں نے قیام رمضان کے باب میں حضرت عائشہؓ سے باجماعت قیام رمضان اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے ترغیب قیام رمضان بلا عزیمت کی روایات بھی نقل کی ہیں، جس سے ظاہر ہے کہ وہ زیر بحث حدیث عائشہؓ کو رمضان میں تہجد ہی کے لیے لائے ہیں۔ یہ قرائن و شواہد اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ امام محمدؒ تو تہجد و تراویح کو ایک نماز سمجھتے ہیں اور نہ حدیث عائشہؓ کو تراویح پر محمول کرتے ہیں۔

﴿جواب ششم﴾ رمضان میں کثرت صلوۃ

قیام رمضان کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کثرت صلوۃ اور ما لا یجتهد فی غیرہ کی روایات گذشتہ اوراق میں گزر چکی ہیں۔ جبکہ زیر بحث حدیث عائشہؓ صرف تہجد پر دلالت کرتی ہے۔

﴿جواب ہفتم﴾ حدیث عائشہؓ کی اضطرابی کیفیت

اگر مذکورہ حدیث عائشہؓ کو بالفرض تہجد و تراویح پر محمول کر بھی لیا جائے تو بھی اس کی اضطرابی کیفیت کی بنا پر اس سے رکعات و کیفیت کی تعیین ممکن نہیں کیونکہ اس بارے میں حضرت عائشہؓ سے مروی روایات باہم معارض و مضطرب ہیں۔ ان میں قرار موجود نہیں۔ (اضطرابی کیفیت سے لغوی معنی مراد ہیں، محدثین کا اصطلاحی مفہوم اس سے مراد نہ لیا جائے جو ضعف روایت پر دلالت کرتا ہے)

﴿اضطرابی کیفیت کا پہلا پہلو﴾ اختلاف رکعات

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی مختلف روایات کی روشنی میں رکعات تہجد کی تعیین انتہائی مشکل و دشوار ہے کیونکہ ان سے مروی روایت میں رکعات کا اختلاف واضح طور پر موجود ہے مثلاً

☆☆ (تیرہ رکعات) ...... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ يصلي بالليل ثلاث عشرة ركعة، رات کو تیرہ رکعات پڑھتے۔ ثم يصلي اذا سمع النداء بالصبح ركعتين خفيفتين، پھر اذان فجر کے بعد دو ہلکی رکعتیں پڑھتے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۶)

ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۹۔ ابن ماجہ ص ۹۸)...... تیرہ رکعات تہجد کی روایات حضرت ابن عباسؓ سے نسائی ج ۱ ص ۲۱۳ میں...... حضرت سیدہ میمونہؓ سے بخاری ج ۱ ص ۱۳۵ میں...... اور حضرت زید بن خالد الجہنیؓ سے ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۳ میں بھی...... منقول ہیں اسی لیے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳ ے میں...... مولانا عبداللہ غازی پوری غیر مقلد فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۲۱۱ میں...... اور مولانا محمد اسماعیل سلفی "رسول اکرم کی نماز" ص ۱۰۱ میں...... تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے سنت فجر کے علاوہ بھی تیرہ رکعت پڑھنا ثابت ہے حتیٰ کہ نواب صدیق حسن خانؒ غیر مقلد تو تہجد بالالتزام بارہ رکعات پڑھتے تھے...... (مآثر صدیقی ج ۳ ص ۹۲)

☆ (گیارہ رکعات)...... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کان یصلی من اللیل احدی عشرۃ رکعۃ آپ رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے......* (مسلم ج ۱ ص ۲۵۳)

☆ (نو رکعات)...... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کان یصلی من اللیل تسع رکعات۔ آپ رات کو نو رکعات پڑھتے تھے...... (نسائی ج ۱ ص ۱۹۳۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۱)

☆ (سات رکعات)...... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فلما اسن وثقل صلی سبعا جب آپ عمر رسیدہ ہو کر گرانی محسوس کرنے لگے تو رات کو سات رکعات پڑھتے۔ ...... (نسائی ج ۱ ص ۱۹۲)

مذکورہ روایات عائشہؓ کے مطابق آپ کے قیام لیل یا بالفاظ غیر مقلدین قیام رمضان کی رکعات مختلف تھیں تو گیارہ رکعات تراویح کی حتمی تعیین کے لیے حدیث عائشہؓ کیسے دلیل بن سکتی ہے؟

رکعات تہجد اور اقوال سلف

مختلف روایات میں رکعات تہجد کے اسی اختلاف کی بنا پر قاضی ابوالفضل عیاض اندلسی المالکی فرماتے ہیں کہ رکعات تہجد کی ایسی کوئی حد مقرر نہیں جس میں کمی بیشی ممکن نہ ہو۔ ان صلوۃ اللیل من الطاعات التی کلما زاد فیھا زاد الاجر۔ یہ نفلی عبادت ہے۔ جتنی زیادہ

پڑھیں اتنا ہی زیادہ اجر ہے۔ (نووی حاشیہ مسلم ج ۱ ص ۲۵۳)...... علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے تہجد کی مختلف روایات وارد ہیں، ان میں کوئی تعارض نہیں۔ بعض اوقات آپ کی رکعات کم اور قراءت لمبی ہوتی اور بسا اوقات آپ قراءت مختصر کر کے رکعات بڑھا لیتے۔ (الوفاء مترجم ص ۵۵۳)...... شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے تہجد کی مختلف رکعات نقل کی گئی ہیں جو مختلف اوقات کے اعتبار سے ہیں۔ وقت میں گنجائش زیادہ ہوئی تو زیادہ پڑھ لیں ورنہ کم پڑھ لیں۔ کوئی خاص تحدید تہجد کی رکعات میں ایسی نہیں جس سے کم و بیش جائز نہ ہو۔ (خصائص نبوی شرح شمائل ترمذی ص ۲۳۰)

رکعات تہجد اور اقوال غیر مقلدین

غیر مقلدین کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ ان کے اپنے اسلاف بھی رکعات تہجد کی تعیین نہیں مانتے چنانچہ نواب وحید الزمان خان فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابن قیم نے وتر سمیت رکعات تہجد کی آٹھ قسمیں ذکر کی ہیں۔ وھی کلھا کافیۃ مطابقۃ للسنۃ۔ وہ ساری کفایت کرنے والی اور سنت کے مطابق ہیں۔ (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۲۲۔ کنز الحقائق ص ۳۰) مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً متعدد احادیث مروی ہیں جن میں رکعات (تہجد) کی تعداد چھ، سات، نو، گیارہ، تیرہ تک مروی ہے۔ وقت اور ہمت کے لحاظ سے جس قدر پڑھ سکے، شرعاً درست ہے۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۹۶)

مذکورہ روایات، اقوال سلف اور اقوال غیر مقلدین کی روشنی میں تہجد کی تین صورتیں سامنے آتی ہیں۔

(۱) وقت پر موقوف...... پہلی صورت یہ ہے کہ رکعات تہجد کا انحصار وقت پر تھا۔ اگر وقت زیادہ ملا تو آپ نے رکعات زیادہ پڑھ لیں اور اگر وقت کم ملا تو رکعات کم پڑھ لیں۔

(۲) کیفیت پر موقوف...... دوسری صورت یہ ہے کہ رکعات تہجد کا انحصار طبعی کیفیت پر تھا۔ اگر قراءت طویل کرنے کو جی چاہا تو رکعات کم کر دیں اور اگر رکعات زیادہ پڑھنے

کو جی چاہا تو قراءت مختصر کر دی۔

(۳) صحت پر موقوف ..... تیسری صورت یہ ہے کہ رکعات تہجد کا انحصار صحت پر تھا۔ صحت اچھی تھی تو آپ تیرہ یا گیارہ رکعات ادا فرماتے۔ جسمانی کمزوری کی وجہ سے صحت متاثر ہوئی تو نو یا سات رکعات پر اکتفا کر لیا۔

غیر مقلدین سے سوال

ان تینوں صورتوں کو سامنے رکھ کر غیر مقلدین سے ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا واقعی نماز تراویح کا انحصار وقت، طبعی کیفیت اور صحت پر ہے؟ کیا ہر آدمی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ قلت وقت یا طبعی کیفیت یا علالت و کمزوری کی بنا پر رکعات تراویح میں تخفیف کر لے؟ اور کیا بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے وہ مستقل چار تراویح پر اکتفا کر سکتا ہے؟ کیونکہ تہجد کی کم از کم مسنون تعداد یہی ہے۔ اور کیا غیر مقلدین ایسا کوئی اشتہار شائع کرنے کا پروگرام رکھتے ہیں جس میں یہ اعلان ہو کہ تراویح کی کم از کم رکعات چار اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہیں؟ کیونکہ رکعات کی یہ تعداد حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور نہیں کریں گے تو پھر ان کے موقف میں دورنگی کیوں ہے؟

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اضطرابی کیفیت کا دوسرا پہلو ۔ اختلاف کیفیت

حدیث عائشہؓ کی اضطرابی کیفیت کا دوسرا پہلو اختلاف کیفیت کا ہے یعنی حضرت عائشہؓ سے مروی روایات میں رکعات کی طرح کیفیت تہجد بھی غیر متعین ہے۔ مثلاً

(تیرہ رکعات کی مختلف کیفیات) ..... حضرت عائشہؓ سے تیرہ رکعات کی دو کیفیتیں منقول ہیں۔ پہلی دس رکعات اور تین وتر کی۔ اس کے لیے حضرت عائشہؓ سے عشر وثلاث کے الفاظ منقول ہیں یعنی دس رکعات اور تین وتر۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۹۳) اور دوسری آٹھ

رکعات اور پانچ وتر کی۔ اس کے لیے حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ آپ تیرہ رکعات پڑھتے۔ ویوتر منها بخمس۔ ان میں سے پانچ وتر ہوتے۔ .... (مسلم ج ا ص ۲۵۴)

(گیارہ رکعات کی مختلف کیفیات) ..... حضرت عائشہؓ سے گیارہ رکعات کی چھ کیفیتیں منقول ہیں

(۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات اکٹھی پڑھتے، پھر دو رکعات پڑھتے، اور پھر ایک رکعت۔ (نسائی ج ا ص ۱۹۶۔ ابوداؤد ج ا ص ۱۹۰) ..... (۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ آٹھ رکعات پڑھتے ویوتر برکعة اور ایک رکعت وتر پڑھتے۔ ثم یصلی رکعتین وھو جالس پھر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے۔ (مسلم ج ا ص ۲۵۴۔ نسائی ج ا ص ۱۹۷۔ ابوداؤد ج ا ص ۱۸۹) ..... (۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ نو رکعت پڑھتے تو آٹھویں رکعت پر بیٹھتے۔ ولا یسلم ثم یصلی التاسعة ثم یسلم ثم یصلی رکعتین۔ سلام نہ پھیرتے، نویں رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے۔ پھر دو رکعت پڑھتے۔ (نسائی ج ا ص ۱۹۳) ..... (۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ دس رکعات دو دو کر کے پڑھتے ویوتر بواحدة، پھر ایک وتر پڑھتے۔ (مسلم ج ا ص ۲۵۴) ..... (۵) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ چھ رکعات دو دو کر کے پڑھتے ویوتر بخمس پھر پانچ وتر پڑھتے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۹۴) ..... (۶) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ آٹھ رکعات چار چار کر کے پڑھتے پھر تین وتر پڑھتے۔ .... (بخاری ج ا ص ۱۵۴۔ مسلم ج ا ص ۲۵۴)

(نو رکعات کی مختلف کیفیات) ..... حضرت عائشہؓ سے نو رکعات کی چار کیفیات منقول ہیں۔

(۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ست وثلاث۔ آپ چھ رکعتیں اور تین وتر پڑھتے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۹۳) ..... (۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ چھ

رکعت پڑھتے ثم یوتر بر کعۃ ثم یصلی رکعتین وھو جالس۔ پھر ایک وتر پڑھتے اور دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۸۹)......(۳)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ سات رکعات پڑھتے لا یقعد الا فی آخرھن صرف آخری رکعت پر قعدہ فرماتے۔ پھر دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۹۳) اسی کی دوسری کیفیت حضرت عائشہؓ اس طرح بیان فرماتی ہیں کہ آپ چھٹی رکعت پر بیٹھتے، سلام نہ پھیرتے، ساتویں رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے۔ (ایضاً ص ۱۹۳)......(۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ آٹھ رکعات پڑھتے ویوتر بالتاسعۃ اور ایک وتر پڑھ کر نو رکعت پوری کر لیتے ...(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۱)

کیفیات تہجد کے بارے میں ہم نے صرف روایات عائشہؓ پر اکتفا کیا ہے، دیگر صحابہ کرامؓ سے مروی روایات ذکر نہیں کیں۔ ان کی روشنی میں یہ فیصلہ آسانی کیا جا سکتا ہے کہ یہ صرف نماز تہجد کی مختلف حالتیں ہیں جو تراویح پر ہرگز جاری نہیں ہو سکتیں کیونکہ تراویح کی معین کیفیت (دو دو رکعت اور تین وتر) متواتر و متوارث ہے۔ کیا غیر مقلدین ایسا ایک اشتہار شائع کرنے کا حوصلہ کریں گے جس میں حضرت عائشہؓ سے مروی تہجد کی مذکورہ کیفیات اور دیگر صحابہ کرامؓ سے مروی کیفیات کے مطابق نماز تراویح ادا کرنے کو سنت قرار دیا جائے؟

﴿جواب ہشتم﴾ اقوال ائمہ امت

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث عائشہؓ کے بارے میں اقوال سلف بھی پیش کر دیے جائیں تاکہ سمجھنے میں مزید آسانی ہو جائے۔ چنانچہ

☆ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ فی ھذا الوان لم یقض فیہ شیء یہ حدیث عائشہؓ کے مختلف رنگ ہیں، ان کی روشنی میں فیصلہ کرنا دشوار ہے ......(ترمذی ج ۱ ص ۱۹۹)

☆ امام محمد بن احمد القرطبی فرماتے ہیں کہ روایات عائشہؓ نے اکثر علماء کو مشکل میں مبتلا کر دیا حتی نسب بعضھم حدیثھا الی الاضطراب یہاں تک کہ بعض محدثین نے اسے

مضطرب قرار دے دیا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۹)......☆ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے اس اختلاف کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ حضرت عائشہؓ کی روایتیں مضطرب یعنی ضعیف ہیں لیکن مضطرب کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس میں کیا اشکال کہ گیارہ رکعات اکثر اوقات اور عام معمول کے اعتبار سے ہوں اور کبھی کبھی آپ نے ان سے کم وبیش بھی پڑھی ہوں۔ ...... بعض لوگ اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی نکالتے ہیں کہ تراویح بھی آٹھ رکعات ہیں حالانکہ اس روایت سے تو تہجد کا صرف آٹھ رکعات ہونا بھی معلوم نہیں ہوتا، چہ جائیکہ تراویح۔ اس حدیث کو تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔ (خصائل نبوی ص ۲۴۲)......☆ اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں ...... ☆ شاہ عبدالعزیز دہلوی فتاوی عزیزی ص ۱۲۵ میں ...... ☆ علامہ عبدالحی لکھنوی مجموعہ فتاوی ص ۳۳۸ میں ☆ اور مولانا سید امیر علی رام پوری تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ ۱۵ ص ۲۱۹ میں فرماتے ہیں کہ حدیث عائشہؓ تہجد کے بارے میں ہے۔ ان نصوص اور ناقابل تردید دلائل و براہین کے باوجود بھی اگر غیر مقلدین حدیث عائشہؓ کو تراویح پر محمول کرنے پر بضد ہوں تو بہت بڑی ایک لاعلاج مرض ہے۔

جہاں میں عام ہے میرے الم کی داستاں لیکن
وہ مجھ سے سن نہیں سکتے، میں ان سے کہہ نہیں سکتا

﴿دوسری روایت﴾ حدیث جابر بن عبداللہؓ

تراویح کے لیے دوسری دلیل حدیث جابر بن عبداللہؓ پیش کی جاتی ہے۔ حضرت جابرؓ سے اس بارے میں تین روایات مروی ہیں۔ دو آٹھ رکعات کی اور ایک میں رکعات کی۔ ہم تینوں کا مختصر جائزہ لینا چاہیں گے۔

(پہلی حدیث جابرؓ)...... حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان کی ایک رات آپ نے ہمیں آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔ اگلی رات ہم دوبارہ جمع ہوئے مگر آپ تشریف نہ لائے۔ صبح کے وقت آپ نے فرمایا خشیت ان یکتب علیکم الوتر میں ڈرا کہ یہ وتر تم پر فرض نہ کر دیا جائے۔ (ابن خزیمہ ج ۲ ص ۱۳۸، موارد الظمآن

ص ۲۳۰۔ قیام اللیل للمروزی ص ۱۱۲) امام طبرانی فرماتے ہیں کہ لا یروی عن جابر الا بھذا الاسناد۔ اس سند کے علاوہ حضرت جابرؓ سے یہ روایت منقول نہیں (المعجم الصغیر ص ۱۰۸) گویا اس روایت کی ایک ہی سند ہے اور وہ انتہائی کمزور ہے۔ اس میں دو راوی ضعیف ہیں۔

(۱) عیسیٰ بن جاریہ ...... فیہ لین اس میں کمزوری ہے۔ (حاشیہ ابن خزیمہ ص ۱۳۸ التقریب التھذیب ص ۲۷۰) ...... ابن معین اس کے بارے میں فرماتے ہیں عندہ مناکیر۔ اس کے پاس منکر روایات ہیں ...... امام ابوداؤد فرماتے ہیں وہ منکر الحدیث تھا ...... امام نسائی فرماتے ہیں وہ متروک الحدیث تھا ...... ابن عدی فرماتے ہیں احادیثہ غیر محفوظۃ اس کی حدیثیں غیر محفوظ (یعنی منکر وشاذ) ہیں ...... ساجی اور عقیلی اسے ضعفا میں شمار کرتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۱۱۔ تھذیب التھذیب ج ۸ ص ۲۰۷) ...... علامہ ذہبی نے اس کی منکر روایتوں کی مثال میں یہی روایت پیش کی ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۳۱۱) ...... حتی کہ غیر مقلدین کے مکتبہ اثریہ جامع مسجد اہل حدیث سانگلہ ہل نے جو "قیام اللیل للمروزی" شائع کی ہے اس کے ص ۱۱۳ کے حاشیہ پر بھی عیسیٰ بن جاریہ کو "فیہ لین" تسلیم کیا گیا ہے۔

(۲) یعقوب قمی ...... امام دارقطنی فرماتے ہیں لیس بالقوی وہ قوی نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۵۲) ...... اور امام حافظ ابن کثیر الشافعیؒ فرماتے ہیں فیہ تشیع اس میں شیعیت تھی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۲۷۵) گویا یہ راوی بھی ضعیف ہے۔

﴿حاصل بحث﴾: مذکورہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ

(۱) حضرت جابرؓ سے یہ روایت نقل کرنے میں عیسیٰ بن جاریہ منفرد ہے جو جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف و کمزور ہے ...... (۲) عیسیٰ بن جاریہ سے یہ روایت لینے میں یعقوب قمی منفرد ہے جیسا کہ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ لیس بذالک لا اعلم احدا روی عنہ غیر یعقوب۔ میں نہیں جانتا کہ یعقوب کے علاوہ عیسیٰ بن جاریہ سے کسی نے یہ روایت نقل کی ہو۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۱۱) ...... امام طبرانی فرماتے ہیں کہ تفرد بہ یعقوب وھو

ثقۃ۔ اس روایت میں یعقوب منفرد ہے اور وہ ثقہ ہے۔ (المعجم الصغیر ص ۱۰۸) ...... یعنی یعقوب قمی بھی نقل روایت میں منفرد ہے اور اس کی ثقاہت متنازع فیہ ہے۔ اگر وہ ضعیف ہے (جیسا کہ دارقطنی و ابن کثیر کا موقف ہے) تو اس کے ضعف کی وجہ سے یہ روایت ناقابل قبول ٹھہری اور اگر بالفرض وہ ثقہ ہے تو غیر ثقہ راوی (عیسیٰ بن جاریہ) سے نقل روایت میں منفرد ہونے کی بنا پر اس کی یہ روایت ناقابل اعتبار ٹھہری کیونکہ ثقہ کا تفرد ثقہ ہی سے قبول کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی اس روایت کے بارے میں متردد ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث (یعنی مسجد نبوی کی باجماعت تراویح) کے جتنے طرق ہیں میں نے ان میں سے کسی طریق میں یہ نہیں دیکھا کہ آپ نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں لیکن ابن خزیمہ و ابن حبان نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ان راتوں میں علاوہ وتر کے آٹھ رکعت پڑھائی تھیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۹) ...... حافظ ابن حجر کا یہ تردد صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ بھی حدیث جابرؓ کی صحت پر مطمئن نہیں ہیں۔ باقی رہا علامہ ذہبی کا اس روایت کی سند کو اسنادہ وسط قرار دینا (میزان الاعتدال) تو یہ دو وجہ سے محل نظر ہے۔

(۱) علامہ ذہبی نے جب اپنے قائم کردہ اصول کے مطابق میزان ج ۳ ص ۳۱۱ میں عیسیٰ بن جاریہ کی منکر روایت کی حیثیت سے یہی روایت پیش کی ہے تو اس کے بعد اسے اسنادہ وسط قرار دینا ان کے اپنے اصول کے منافی ہے ...... (۲) امام یحییٰ بن معین، امام ابوداؤد، امام نسائی، اور امام ابن عدی جیسے ائمہ کی عیسیٰ بن جاریہ پر شدید جرح موجود ہے اسی لیے علامہ نیموی فرماتے ہیں کہ علامہ ذہبی نے تو اسے اسنادہ وسط کہا ہے بل اسنادہ دون الوسط حالانکہ اس کی سند وسط درجہ سے کم ہے ...... (التعلیق الحسن ص ۲۰۲)

اور پھر اس روایت کو اگر سند سے ہٹ کر متن کے حوالے سے دیکھا جائے تو بھی ناقابل یقین معلوم ہوتی ہے۔

(۱) اس لیے کہ یہ روایت حضرت ابوذر غفاری، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت زید بن ثابت، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وعنہم کی ان روایات کے سراسر منافی ہے جن

میں تین دن باجماعت کا ذکر ہے جبکہ اس روایت میں صرف ایک رات کی نماز کا ذکر ہے۔ دوسری رات آپ نماز کے لیے تشریف نہیں لائے ...... (۲) اگر سند کے ضعف اور متن کے فرق کو نظر انداز کر کے بھی جائزہ لیا جائے تو نتیجہ یہی سامنے آتا ہے کہ تین رات کی باجماعت نماز کے اندر رکعات مختلف ہونے کی وجہ سے باقی صحابہ کرامؓ نے رکعات کا ذکر نہیں کیا اور حضرت جابرؓ نے ایک رات کی رکعات بیان کر دیں۔ (شاید وہ پہلی دو راتوں کی نماز میں شریک نہ ہو سکے ہوں جیسا کہ ان کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب) گویا تین راتوں کی متفرق رکعات میں سے آٹھ رکعات صرف ایک رات کی ہیں۔ دوسری راتوں میں ممکن ہے رکعات کی یہ تعداد نہ رہی ہو لیکن بدقسمتی سے غیر مقلدین حضرات اس واضح فرق کو محسوس کرنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں۔

(دوسری حدیث جابرؓ) ...... حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ ایک دن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کان منی اللیلۃ شیء آج رات ایک عجیب واقعہ پیش آ گیا۔ میرے گھر کی خواتین نے مجھے کہا کہ ہم تیری اقتداء میں نماز کے اندر قرآن پاک سنیں گی۔ میں نے ان کو آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے۔ آپ نے یہ سن کر خاموشی اختیار کی گویا کہ اس پر اپنی رضا کا اظہار فرمایا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۵ ملخصاً)

اس روایت میں بھی متعدد کمزوریاں موجود ہیں

(۱) مسند احمد اور طبرانی کی روایت میں رمضان کا لفظ موجود نہیں۔ ابویعلیٰ کی روایت میں یعنی رمضان کے الفاظ ہیں جو وہم راوی پر دلالت کرتے ہیں اور قیام اللیل ص ۹۲ کی روایت میں رمضان کا لفظ موجود ہے۔ یعنی اس روایت سے تو سرے سے یہی تعیین نہیں ہوتی کہ یہ واقعہ رمضان کا ہے یا غیر رمضان کا۔ ممکن ہے خواتین خانہ نے نماز تہجد کے اندر قرآن سننے کی خواہش ظاہر کی ہو اور حضرت ابی بن کعبؓ نے انہیں تہجد ہی کی نماز پڑھائی ہو...... (۲) حضرت ابی بن کعبؓ خود اسے عجیب واقعہ کی حیثیت سے بیان فرما رہے ہیں جو دلیل ہے کہ ان کے سامنے تعیین رکعات کی نظیر موجود نہ تھی اور آنحضرت ﷺ کی

طرف سے بھی چونکہ رکعات متعین نہ تھیں اس لیے آپ نے اسے ناپسند نہ فرمایا...... (۳) یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی رضا صرف عورتوں کی امامت کی حد تک ہو کہ عورتوں نے آپ کی اقتداء میں جو نماز پڑھی، اس میں کوئی قباحت نہیں اور رکعات کی طرف آپ نے عدم تعیین کی بناء پر توجہ ہی نہ فرمائی ہو...... (۴) لیکن یہ ساری بحثیں اس صورت میں ممکن ہیں کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ثابت ہو جائے جبکہ سند کے اعتبار سے اس کا ضعف گذشتہ روایت سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں عیسیٰ بن جاریہ اور یعقوب قمی کے علاوہ محمد بن حمید رازی بھی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۲۹۵) ...... ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے...... یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں کثیر المناکیر۔ بکثرت منکر روایتیں رکھتا ہے...... امام بخاریؒ فرماتے ہیں فیہ نظر یعنی وہ انتہائی کمزور ہے...... ابوزرعہ فرماتے ہیں کذاب ہے...... اسحاق فرماتے ہیں اشہد انہ کذاب میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے...... صالح جزرہ فرماتے ہیں ما رایت اجرأ علی اللہ منہ میں نے اللہ تعالیٰ پر اس سے زیادہ جری شخص کوئی نہیں دیکھا۔ ہر چیز کے بارے میں حدیث بیان کر دیتا ہے۔ لوگوں کی حدیثیں بدل دیتا ہے...... ابن خراش فرماتے ہیں کان واللہ یکذب۔ خدا کی قسم جھوٹا ہے۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں لیس بثقۃ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۹) ...... امام بخاریؒ نے اسے نظر انداز کیا ہے...... امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے اس کی روایت قبول نہیں کی۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۳۱) ...... امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ (الوسیلہ مترجم ص ۱۴۰)

غور فرمائیے کہ اس روایت کے اندر گذشتہ روایت سے بھی زیادہ ضعف موجود ہے لیکن غیر مقلدین صرف ہٹ دھرمی کی وجہ پھر بھی اس سے استدلال کر رہے ہیں۔

(تیسری حدیث جابرؓ) ...... حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رمضان کی ایک رات آپ باہر

(مسجد میں) تشریف لائے فصلی الناس اربعة وعشرین رکعة واوتر بثلاثة اور لوگوں کو چوبیس رکعات (چار فرض اور بیس تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔ (تاریخ جرجان لابی القاسم حمزہ بن یوسف السہمی ص ۳۱۷)

اس روایت میں بھی محمد بن حمید رازی ہے جس کا ضعف بیان ہو چکا ہے چنانچہ شیخ ناصر الدین البانی غیر مقلد اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے فان محمد بن حمید وشیخہ عمر بن هارون متهمان بالکذب کیونکہ محمد بن حمید رازی اور اس کا استاد عمر بن ہارون دونوں متہم بالکذب ہیں۔ (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ج ۳ ص ۳۷) گویا شیخ البانی بھی اس روایت کو محمد بن حمید رازی کی وجہ سے ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ اگر رازی کی وجہ سے یہ روایت کمزور ہے تو پچھلی روایت کیسے صحیح قرار دی جا سکتی ہے؟

﴿تیسری روایت﴾ حدیث عبد اللہ ابن عباسؓ

تراویح کے لیے تیسری دلیل حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے:

وہ فرماتے ہیں کہ بے شک آنحضرت ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر۔ رمضان المبارک میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴۔ المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۳۹۳)

اس روایت کی سند بھی کمزور ہے کیونکہ اس میں ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبہ راوی ائمہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے چنانچہ ...... شعبہ فرماتے ہیں کذاب ہے۔ ... ابن معین کہتے ہیں لیس بثقة ...... امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ ... سکت عنه البخاری۔ امام بخاری نے اسے نظر انداز کیا ہے ...... امام نسائی فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں لہ مناکیر۔ اس کے پاس منکر روایتیں ہیں ...... امام ترمذی فرماتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۷) ...... ابن عدی کہتے

ہیں لین۔ اس میں کمزوری ہے۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۳) ...... ابن حجر فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۱۷) ...... لہذا سند کے اعتبار سے اس روایت سے استدلال بھی درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اس مفصل و مدلل بحث سے یہ حقیقت تو پوری طرح بے نقاب ہو چکی کہ حدیث عائشہ صدیقہؓ تو اپنی اضطراری کیفیت کی بنا پر رکعات کے لیے دلیل نہیں بن سکتی۔ باقی رہیں دیگر روایات تو ان کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	۱	۸ رکعات اور وتر (ابن خزیمہ ج ۲ ص ۱۳۸)
	۲	۸ رکعات اور وتر (قیام اللیل ص ۹۲)
	۳	۲۰ رکعات اور تین وتر (تاریخ جرجان ص ۳۱۷)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ	۱	۲۰ رکعات اور وتر (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴)

سطور بالا میں آپ باحوالہ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ چاروں روایات سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں لیکن ان کے درمیان چند ایسے فرق نمایاں ہیں جنہیں محسوس کرنے کے لیے کسی گہری نگاہ کی ضرورت نہیں۔ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی انہیں آسانی محسوس کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کا دل حقیقت پسندی اور فکر آخرت سے محروم نہ ہو۔

(۱) ...... حدیث جابرؓ باہم متعارض و متناقض ہے۔ اس کے تین طرق میں سے دو آٹھ رکعات پر دلالت کرتے ہیں اور ایک بیس رکعات پر جبکہ حدیث ابن عباسؓ متعارض نہیں ہے۔

(۲) ...... حدیث جابرؓ کی آٹھ رکعات کا متابع موجود نہیں جبکہ حدیث ابن عباسؓ کا متابع حدیث جابرؓ کی بیس رکعت والی روایت موجود ہے اور یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ضعیف روایت کا متابع ضعیف روایت کی صورت میں بھی موجود ہو تو اس کا ضعف کم ہو جاتا ہے۔

(۳)...... حدیث جابرؓ کی آٹھ رکعت والی روایت کو امت کا تلقی بالقبول حاصل نہیں جبکہ حدیث ابن عباسؓ کو امت کے تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے اور امت کا تلقی بالقبول ضعف روایت کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔

(۴)...... اسلاف امت میں سے جن اکابر نے حدیث جابرؓ کی سند کی توثیق کی ہے، ان میں سے کوئی بھی رکعات تراویح کے لیے اس سے استدلال نہیں کرتا بلکہ رکعات تراویح کے لیے وہ سب بزرگ عہد فاروقی کی روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

(۵)...... حدیث جابرؓ سے رکعات تراویح کے لیے کسی محدث نے استدلال نہیں کیا جبکہ اس کے برعکس متعدد ائمہ کرام نے حدیث ابن عباسؓ سے باقاعدہ استدلال کیا ہے۔

حدیث ابن عباسؓ سے ائمہ کا استدلال

علامہ ابن النجوری الحنفیؒ اوفا ء باحوال المصطفی ص ۵۶۰ میں بیس رکعات نماز تراویح کے ثبوت کے لیے حدیث ابن عباسؓ پیش فرماتے ہیں...... شیخ عبد الحق محدث دہلوی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا قیام رمضان بیس رکعت تھا کما جاء فی حدیث ابن عباسؓ جیسا کہ حدیث ابن عباس میں موجود ہے۔ (تحفۃ الاخیار ص ۲۱۱)......

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عباس صحیح و سالم ہے، قابل عمل ہے کیونکہ فعل صحابہؓ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۳۵۲)

علامہ ابن قدامہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ بیس رکعات نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ واول من سنه رسول الله ﷺ ونسب الی عمر لانه جمع الناس علی ابی بن کعب۔ سب سے پہلے اسے آنحضرت ﷺ نے سنت قرار دیا، حضرت عمرؓ کی طرف اس کی نسبت صرف اتنی ہے کہ انہوں نے قوم کو (ایک امام) حضرت ابی بن کعبؓ پر جمع کر دیا۔ (مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۸۰۰) یہاں تک کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں التراویح عشرون رکعة سنة مؤکدة ولم یخرجه عمر من تلقاء نفسه۔ بیس رکعت تراویح سنت

مؤکدہ ہیں جو حضرت عمرؓ نے اپنی طرف سے ایجاد نہیں کیں۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲۰) گویا رکعات تراویح کے لیے اسلاف کا حدیث ابن عباسؓ سے استدلال موجود ہے۔

حدیث جابرؓ کی توثیق کرنے والے اکابر کا استدلال

حدیث جابرؓ کی توثیق کے لیے غیر مقلدین چند اکابر کا نام پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ان اکابر نے حدیث جابرؓ کی توثیق کی ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں ہے کہ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ درست ہے یا نہیں، لیکن ہم ان شاء اللہ العزیز یہ بات باحوالہ ثابت کریں گے کہ وہ اکابر اگر حدیث جابرؓ کی توثیق کرتے بھی ہیں تو رکعات تراویح کے لیے اس سے استدلال ہرگز نہیں کرتے بلکہ رکعات تراویح کے لیے ان کا استدلال عہد فاروقیؓ کی روایات سے ہے۔ آیئے ان اکابر کا استدلال ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ ...... حدیث جابرؓ کی توثیق کرنے والے اکابر میں غیر مقلدین سب سے پہلا نام حافظ ابن حجرؒ کا پیش کرتے ہیں حالانکہ حافظ ابن حجرؒ رکعات تراویح کے لیے عہد فاروقیؓ کی یزید بن رومان اور یزید بن خصیفہ والی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عن عمر انه جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ابی بن کعبؓ کی اقتدا میں جمع کیا اور انہوں نے بیس رکعات نماز تراویح پڑھائیں۔ ...... (الدرایہ ج ۱ ص ۱۲۳ ...... تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۲۱)

(۲) علامہ بدر الدین عینی حنفیؒ ...... اس بارے میں دوسرا نام علامہ عینیؒ کا پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ وہ بھی رکعات تراویح کے لیے عہد فاروقیؓ کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں انهم کانوا یقومون علی عهد عمر بعشرین رکعة وعلی عهد عثمان وعلی مثله فصار اجماعا۔ یعنی عہد فاروقیؓ، عہد عثمانیؓ اور عہد علویؓ میں لوگ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور اسی پر اجماع منعقد ہو گیا۔ (حاشیہ کنز الدقائق ج ۱ ص ۳۰)

(۳) امام جلال الدین سیوطی الشافعیؒ ...... اس بارے میں تیسرا نام امام سیوطیؒ کا پیش کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی عہد فاروقی کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سائب بن یزید سے بسند صحیح ثابت ہے کانوا یقومون علی عہد عمر فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ ۔ عہد فاروقی میں لوگ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے ۔ (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۴۸)

(۴) علامہ ملا علی قاری الحنفیؒ ...... اس بارے میں چوتھا نام علامہ علی قاریؒ کا پیش کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی عہد فاروقی کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں نعم ثبت العشرون من زمن عمر ہاں (اگرچہ حدیث ابن عباس ضعیف ہے لیکن) عہد فاروقی میں بیس رکعات ثابت ہیں ۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴)

(۵) علامہ عبدالحی لکھنوی الحنفیؒ ...... اس بارے میں پانچواں نام علامہ عبدالحی لکھنویؒ کا پیش کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی عہد فاروقی کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ثبت اہتمام الصحابۃ علی عشرین فی عہد عمر وعثمان وعلی من بعدہم یعنی صحابہ کرامؓ کے اہتمام سے عہد فاروقی، عہد عثمانی، عہد علوی اور ان کے بعد بیس رکعات تراویح ثابت ہیں ۔ (عمدۃ الرعایۃ ج ۱ ص ۱۷۵)

(۶) حافظ کمال الدین ابن ہمام الحنفیؒ ...... اس بارے میں چھٹا نام حافظ ابن ہمام کا پیش کیا جاتا ہے کہ وہ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۳۳ میں آٹھ رکعات تراویح کو سنت اور بارہ رکعات کو مستحب قرار دیتے ہیں حالانکہ حافظ ابن ہمام اسی فتح القدیر کے ص ۳۳۳ پر تسلیم کرتے ہیں کہ ثبت العشرون من زمن عمر یعنی حضرت عمرؓ کے عہد میں بیس رکعات ثابت ہیں یعنی حافظ ابن ہمام عہد فاروقی کی بیس رکعات سے انکار نہیں کر رہے بلکہ صرف ان کی حکمی حیثیت سے اختلاف کر رہے ہیں ۔ تراویح ان کے نزدیک بھی بیس رکعات ہی ہیں البتہ وہ آٹھ رکعت پر سنت نبوی سے ثابت ہونے کی وجہ

سے سنت موکدہ اور بارہ رکعات پر سنت خلفاء راشدینؓ سے ثابت ہونے کی وجہ سے مستحب ہونے کا حکم جاری کرتے ہیں ۔ لیکن علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ ان کے اس موقف کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سنت خلفاء راشدینؓ بھی سنت نبوی کی طرح سنت ہے جیسا کہ اصول میں سنت کا اطلاق سنت نبویؐ اور سنت خلفاء راشدینؓ دونوں پر ہوتا ہے فیکون فعل الفاروق الاعظم ایضا سنۃ پس فاروق اعظمؓ کا بیس رکعات تراویح والا فعل بھی سنت نبوی کی طرح سنت ہے ۔ (العرف الشذی ص ۳۰۹)

اس بحث سے پوری طرح واضح ہو چکا کہ غیر مقلدین کے نزدیک جو اکابر و اسلاف حدیث جابرؓ (آٹھ رکعات والی) کی توثیق کرتے ہیں، وہ بھی رکعات تراویح کے لیے اسے بنیاد نہیں بناتے اور نہ اس سے استدلال کرتے ہیں بلکہ عہد فاروقی کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے ڈنکے کی چوٹ بیس رکعات تراویح کا اثبات کرتے ہیں اور غیر مقلدین حضرات اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ کسی حدیث کی محض صحت و ثقاہت ہی کافی نہیں ہوتی جب تک کہ اس سے استدلال نہ کیا جائے ۔ ورنہ بخاری مسلم اور دیگر کتب حدیث کی وہ بے شمار روایات غیر مقلدین کے لیے وبال جان بن جائیں گی جن کی صحت و ثقاہت مسلمہ ہے لیکن منسوخ ہونے کی بنا پر ان سے استدلال جائز نہیں اور نہ ان پر عمل کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے ۔ کیا بخاری کے اندر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے اور نماز کے اندر خارجی گفتگو کرنے کی روایات کی صحت کے اندر کوئی شبہ کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا غیر مقلدین محض ان کی صحت کی بنیاد پر انہیں عمل کی بنیاد بنا سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر حدیث جابرؓ کی محض صحت ثابت کرنے سے کیا فائدہ؟

ہم نے حدیث جابرؓ اور حدیث ابن عباسؓ کے درمیان پانچ واضح فرق بیان کر دیے ہیں ۔ اس کے باوجود حدیث جابرؓ سے استدلال کرنا اور حدیث ابن عباسؓ کو یکسر نظر انداز کر دینا خاص غیر مقلدانہ جسارت ہے جسے علم و تحقیق کی دنیا میں مبنی بر انصاف ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا ۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہاں یہ غلط فہمی پیدا کی جا سکتی ہے کہ جب مذکورہ علماء آٹھ رکعات کو سنت نبوی تسلیم کرتے ہیں تو پھر رکعات تراویح کے لیے عہد فاروقی کی روایات سے کیوں استدلال کرتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ وہ اپنی تحقیق کے مطابق آٹھ رکعات کو سنت نبوی قرار دینے کے باوجود سنت خلفاء راشدین کو نظر انداز نہیں کرتے چنانچہ علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ وجمع بينهما بانه وقع اولا ثم استقر الامر على العشرين فانه المتوارث ۔یعنی گیارہ اور بیس رکعات کی روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ پہلے گیارہ رکعات پڑھی جاتی تھیں پھر بیس پر معاملہ پختہ ہو گیا اور یہی متواتر و متوارث عمل ہے۔ لهذا ان قيام رمضان سنة احدى عشرة بالوتر فى جماعة فعله عليه السلام وتركها عشرين سنة الخلفاء الراشدين ۔ گیارہ رکعات سنت نبوی اور بیس رکعت سنت خلفاء راشدین ہے۔(مرقاة ج ۳ ص ۱۹۴) یہی موقف علامہ قسطلانی الشافعی کا التعليق الحسن ج ۲ ص ۵۳ میں، امام بیہقی الشافعی کا السنن الكبرى ج ۲ ص ۴۹۶ میں، علامہ سلیمان الباجی المالکی کا المنتقى فى شرح الموطأ ص ۲۰۸ میں، امام سیوطی الشافعی کا المصابیح ص ۳۹ میں اور حافظ ابن حجر الشافعی کا فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳ میں مذکور ہے۔

غیر مقلدین کا دوہرا معیار

علماء اہل سنت کو غیر مقلدین سے ہمیشہ یہ شکایت رہی ہے کہ کسی روایت کو قبول یا رد کرنے کے لیے ان کے ہاں دوہرا معیار پایا جاتا ہے یعنی ان کے پاس لینے اور دینے کے باٹ جدا جدا ہیں۔ آیئے آپ بھی اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرما لیجیے۔ حدیث ابن عباس کے راوی ابراہیم بن عثمان اور حدیث جابر کے راوی عیسیٰ بن جاریہ اور محمد بن حمید رازی کے بارے میں غیر مقلدین کے پاس کس قدر بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایے۔

☆ ابن عدی نے ابراہیم بن عثمان کو لیس الحدیث کہا غیر مقلدین نے کہا درست ہے۔

☆ ابن حجر نے عیسیٰ ابن جاریہ کو لیس الحدیث کہا ...... غیر مقلدین نے کہا غلط ہے۔

☆ ذہبی نے ابراہیم کو له مناکیر کہا ...... غیر مقلدین نے کہا کہ درست ہے۔

☆ ابن معین نے عیسیٰ کو له مناکیر کہا ...... غیر مقلدین نے کہا غلط ہے۔

☆ نسائی نے ابراہیم کو متروک الحدیث کہا ...... غیر مقلدین نے کہا درست ہے۔

☆ ابوداود نے عیسیٰ کو منکر الحدیث کہا ...... غیر مقلدین نے کہا غلط ہے۔

☆ امام احمد نے ابراہیم کو ضعیف کہا ...... غیر مقلدین نے کہا درست ہے۔

☆ ساجی اور عقیلی نے عیسیٰ کو ضعیف کہا ...... غیر مقلدین نے کہا غلط ہے۔

☆ بیہقی اور احمد نے ابراہیم کو ضعیف کہا ...... غیر مقلدین نے کہا درست ہے۔

☆ ابن حجر اور ذہبی نے محمد بن حمید رازی کو ضعیف کہا ...... غیر مقلدین نے کہا غلط ہے۔

☆ ذہبی نے ابراہیم کو له مناکیر کہا ...... غیر مقلدین نے کہا درست ہے۔

☆ یعقوب بن شیبہ نے رازی کو کثیر المناکیر کہا ...... غیر مقلدین نے کہا غلط ہے۔

☆ بخاری نے ابراہیم کے بارہ میں سکتوا عنه کہا ...... غیر مقلدین نے کہا درست ہے۔

☆ بخاری نے رازی کے بارہ میں فيه نظر کہا ...... غیر مقلدین نے کہا غلط ہے۔

☆ شعبہ نے ابراہیم کو کذاب کہا ...... غیر مقلدین نے کہا درست ہے۔

☆ ابوزرعہ، اسحاق اور ابن خراش نے رازی کو کذاب کہا ...... غیر مقلدین نے کہا غلط ہے۔

☆ ابن معین نے ابراہیم کو لیس بثقة کہا ...... غیر مقلدین نے کہا درست ہے۔

☆ نسائی نے رازی کو لیس بثقة کہا ...... غیر مقلدین نے کہا غلط ہے۔

(نوٹ)...... غیر مقلدین کے معروف امام حافظ محمد عبداللہ روپڑی فرماتے ہیں کہ امام بخاری جس راوی کے حق میں فيه نظر فرما دیں تو اس کی حدیث سے نہ استدلال پکڑا جا سکتا ہے نہ وہ دوسری روایت کی شاہد ہو سکتی ہے اور نہ وہ متابعت کا کام دے سکتی ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۲۳۲ ـ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۵) اور امام بخاری محمد بن حمید رازی کے بارے میں فیہ نظر ہی تو فرما رہے ہیں۔ اب اس کی روایت سے استدلال کیونکر صحیح ہوگا؟

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ کا فیصلہ

اس مدلل بحث کے بعد بھی اگر غیر مقلدین حضرات حدیث جابرؓ کی صحت پر بضد ہوں تو بھی انہیں اس کی صحت فائدہ نہیں دیتی کیونکہ ان کے پیشوا مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سلمنا صحة اسناده لكن تقرر ان صحة الاسناد لا يستلزم صحة المتن یعنی اس کی سند کا صحیح ہونا تسلیم لیکن یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ (ابکار المنن ص ۲۰) گویا علمی حوالے سے کسی روایت کی سند کی صحت بھی فائدہ نہیں دیتی جب تک کہ متن حدیث کو امت کا تلقی بالقبول حاصل نہ ہو اور یہی ہمارا موقف ہے کہ حدیث جابرؓ اگر سند کے اعتبار سے بالفرض صحیح ثابت ہو بھی جائے تو امت کا تلقی بالقبول حاصل نہ ہونے کی وجہ سے وہ قابل استدلال نہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض غیر مقلدین یہ دھوکہ بھی دیتے ہیں کہ عیسیٰ بن جاریہ کی تو بعض ائمہ نے توثیق بھی کی ہے جبکہ ابراہیم بن عثمان کی کسی نے توثیق نہیں کی حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ بعض ائمہ نے ابراہیم کی بھی توثیق کی ہے مثلاً ابن عدیؒ فرماتے ہیں له احاديث صالحة وهو خير من ابراهيم ابن ابى حية یعنی ابراہیم کے پاس صالح روایات بھی ہیں اور وہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۴۵) اور امام بخاریؒ کے استاد یزید بن ہارون فرماتے ہیں ہمارے زمانے میں ابراہیم بن عثمان سے زیادہ عادل قاضی کوئی نہیں گزرا۔ (تہذیب ج ۱ ص ۱۴۵) لیکن یہ بات ہم بار بار واضح کرنا چاہیں

گے کہ حدیث ابن عباسؓ سے ہمارا استدلال صحت سند کی بنیاد پر نہیں بلکہ امت کے تلقی بالقبول کی بنیاد پر ہے۔ غیر مقلدین میں اگر اخلاقی جرات ہے تو وہ اس اعتبار سے اس روایت کی تردید کریں .... هل منكم رجل رشيد؟

حاصل بحث

اس پوری بحث کے بعد جو دیانت دارانہ نتیجہ سامنے آتا ہے، وہ یہی ہے کہ عہد نبوی کی رکعات تراویح سے متعلق تمام روایات سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

> حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ قیام رمضان کی بہت ترغیب دیتے لیکن اس سلسلے میں کوئی تاکیدی حکم نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی اور معاملہ اسی طرح رہا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹ ـ مسلم ج ۱ ص ۲۵۹)
>
> حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کسی تاکیدی حکم کے بغیر قیام رمضان کی ترغیب فرماتے تھے۔ (نسائی ج ۱ ص ۲۳۷)

اسی لیے جمہور اہل سنت والجماعت کا موقف یہی ہے کہ کسی صحیح روایت سے عہد نبوی کی رکعات تراویح ثابت نہیں۔ علامہ تاج الدین سبکی الشافعی فرماتے ہیں کہ اعلم انه لم ينقل كم صلى رسول الله ﷺ تلك الليالي هل هو عشرون او اقل. مذهبنا ان التراويح عشرون ركعة۔ یعنی آنحضرت ﷺ سے باجماعت نماز تراویح کے ایام ثلاثہ میں رکعات ثابت نہیں البتہ ہمارا مذہب بیس تراویح کا ہے۔ (تحفۃ الاخیار ص ۱۹۱۔ الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۵۰) علامہ ابن تیمیہ الحنبلی فرماتے ہیں کہ بے شک آنحضرت ﷺ سے رکعات تراویح کا کوئی عدد معین ثابت نہیں۔ (مرقات ج ۳ ص ۱۹۳) نیز فرماتے ہیں کہ ومن ظن ان قيام رمضان فيه عدد معين موقت عن النبى ﷺ لا يزيد ولا ينقص فقد اخطا یعنی جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ آپ ﷺ سے قیام رمضان کی رکعات کے لیے ایسا عدد معین ثابت ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی، وہ غلطی پر ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۵۱) قاضی شوکانی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ نماز

تراویح کو رکعات کے کسی عدد معین سے محدود کرنا یا کسی خاص قراءت کے ساتھ مخصوص کرنا سنت نبویؐ سے ثابت نہیں۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۳) اسی طرح شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے فتاویٰ عزیزی ص ۳۵۴ میں، نواب وحید الزمان خان نے کنز الحقائق ص ۳۰ اور نزل الابرار ج ا ص ۱۲۶ میں اور نواب نور الحسن خان نے عرف الجادی ص ۸۴ میں بھی موقف اختیار کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے رکعات تراویح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اسی لیے امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ۔

> ولو ثبت عددها بالنص لم تجز الزيادة عليه لاهل المدينة والصدر الاول كانوا اورع من ذلك اگر رکعات تراویح کا عدد معین نص سے ثابت ہوتا تو خیر القرون کے اہل مدینہ ان میں ہرگز زیادتی نہ کرتے کیونکہ وہ (بعد والے لوگوں سے) زیادہ متقی و پرہیزگار تھے۔ (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۴۸) نیز فرماتے ہیں کہ ان العلماء اختلفوا في عددها ولو ثبت ذالك من فعل النبي ﷺ لم يختلف فيه ۔ بے شک علماء نے رکعات تراویح میں اختلاف کیا ہے۔ اگر سنت نبویؐ سے ان کا عدد معین ثابت ہوتا تو علما اس میں اختلاف ہرگز نہ کرتے۔ (مصابیح للسیوطی ص ۴۴)

اور یہ بھی حقیقت کہ رکعات تراویح میں اختلاف خیر القرون یا اس کے قریب زمانہ میں پیدا ہوا۔ اگر آنحضرت ﷺ سے رکعات تراویح بصراحت ثابت ہوتیں تو اختلاف ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ یہ ائمہ کرام سندا تو حدیث جابرؓ کی صحت کو قبول کرتے ہیں اور نہ حدیث عائشہؓ کو تراویح پر محمول کرتے ہیں۔

(نوٹ) ...... یہاں ہم ایک بار پھر یہ وضاحت کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ جن ائمہ نے حدیث ابن عباسؓ سے استدلال کیا ہے وہ اس کی صحت وثقاہت کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس پر امت کے تلقی بالقبول کی وجہ سے کیا ہے۔ ورنہ سند کے اعتبار سے حدیث ابن عباسؓ کا ضعف بھی مسلم ہے۔

﴿باب سوم﴾

سنت خلفائے راشدینؓ

گذشتہ باب میں بالتفصیل گزر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے باجماعت قیام رمضان چند دن فرمایا۔ پھر اسے امت پر فرضیت کی وجہ سے ترک فرما دیا۔ اور یہ بھی بدلائل قاہرہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس باجماعت نماز کی رکعات کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ملتا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان گھروں یا مسجدوں میں جو نماز ادا کرتے تھے، اس کی رکعات کا ثبوت بھی دستیاب نہیں۔ اس سلسلے میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات بھی گزر چکی ہیں کہ آنحضرت ﷺ اس نماز کی ترغیب دیتے تھے لیکن اس کے لیے کسی قسم کا تاکیدی حکم نہ فرماتے تھے۔ چونکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک سنت نبویؐ کے بعد سب سے بڑی دلیل سنت خلفاء راشدینؓ ہے۔ اس لیے اب ہم اسی دلیل کے حوالے سے بحث کریں گے کہ خلفائے راشدینؓ کے ہاں رکعات تراویح کی تعداد کیا ہے؟

عہد صدیقیؓ میں نماز تراویح

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد قرآن پاک کے وعدہ خلافت کے مطابق تمام انصار ومہاجرین صحابہؓ نے بالاتفاق حضرت سیدنا امام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا اور وہی خلیفہ بلافصل قرار پائے۔ آپ کے زمانہ خلافت میں بھی نماز تراویح کا وہی سلسلہ جاری رہا جو عہد نبویؐ کے آخری ایام میں موجود تھا یعنی انفرادی یا متفرق جماعتوں کی صورت میں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ

> ثم كان الامر على ذلك في خلافة ابي بكر وصدرا من خلافة عمر یعنی پھر عہد نبویؐ والا یہ معاملہ خلافت صدیقیؓ اور عہد فاروقیؓ کے آغاز میں اسی

طرح قائم رہا۔ .... (بخاری ج ا ص ۲۶۹۔ مسلم ج ا ص ۲۵۹)

گویا عہد صدیقیؓ میں بھی قیام رمضان کا وہی عہد نبویﷺ والا طرز قائم رہا۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں نماز تراویح باجماعت کا انتظام نہ تھا بلکہ خلافت اولیٰ کے عہد میں بھی نہ تھا۔ لوگ متفرق طور پر پڑھتے تھے (فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۵۴۶) ...... ایک حق پسند کے لیے یہ بات قابل غور ہے کہ جماعت تراویح جو آج اسلامی ممالک میں مروج ہے یہ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جاری ہوئی تھی۔ خلافت اولیٰ کے زمانے میں اس کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا۔ .... (ایضاً ص ۵۵۱)

یعنی عہد صدیقیؓ میں نہ مستقل طور پر باجماعت قیام رمضان تھا اور نہ متفرق جماعتوں میں رکعات کی کوئی تعیین۔ چنانچہ مولانا سید نذیر حسین دہلوی اور مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ۶۳۳، ۶۳۰ میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا حال کسی روایت سے ثابت نہیں کہ وہ کتنی رکعت تراویح پڑھتے تھے ...... سوال یہ ہے کہ اگر عہد نبوی میں رکعات تراویح کی تعیین موجود ہوتی تو صدیق اکبرؓ سے بڑھ کر کون اس سے باخبر ہوتا؟

عہد فاروقیؓ کی جماعت تراویح

۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ کو امام صدیق اکبرؓ نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور انہی کے انتخاب پر امام فاروق اعظمؓ نے خلافت سنبھالی۔ تقریباً ۹ ماہ بعد رمضان المبارک آ گیا۔ اس موقع پر آغاز رمضان میں آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عکیم الجہنیؓ فرماتے ہیں کہ

"ماہ رمضان کی اول شب نماز مغرب کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا ان هذا الشهر كتب عليكم صيامه ولم يكتب عليكم قيامه فمن استطاع منكم ان يقوم فليقم فانها من نوافل الخير فمن لم

يستطع فلينم على فراشه۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کے روزے تم پر فرض کیے گئے لیکن اس کا قیام تم پر فرض نہیں کیا گیا۔ پس تم میں سے جو قیام کی طاقت رکھتا ہے، وہ قیام کرے کیونکہ یہ نوافل اس کے لیے بہتر ہیں اور جو تم میں سے قیام کی طاقت نہیں رکھتا وہ اپنے بستر پر سو رہے۔ ...... (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۴)

گویا خلافت فاروقیؓ کے آغاز میں نماز تراویح کی سابقہ کیفیت برقرار تھی اور اس کا درجہ نوافل یا استحبابی سنت کا رہا لیکن اگلے سال فاروق اعظمؓ نے باجماعت تراویح کے لیے سرکاری حکم جاری فرمایا چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاریؓ فرماتے ہیں کہ

رمضان المبارک کی ایک شب کو میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو لوگ الگ الگ اور متفرق ٹولیوں کی صورت میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر میں ان کو ایک امام پر جمع کر دوں تو بہتر ہوگا۔ پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا۔ کچھ دن بعد آپ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کر دیا۔ اس کے بعد ایک رات ہم نکلے تو لوگ مسجد کے اندر ایک امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا نعمت البدعة هذه یہ ایک اچھا طریقہ ہے ...... (بخاری ج ا ص ۲۶۹)

متفرق جماعتوں کا سلسلہ ختم کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے حضرت نوفل بن ایاس الہذلیؓ فرماتے ہیں کہ

ہم عہد فاروقیؓ میں مسجد کے اندر متفرق جماعتوں کی صورت میں قیام رمضان کرتے تھے اور لوگ خوش الحان قاریوں کی طرف مائل تھے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا تو فرمایا اتخذوا القرآن اغاني۔ لوگوں نے قرآن کو گانا بنا رکھا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے توفیق ملی تو میں اس طرز کو بدل دوں گا۔ تین دن نہ گزرنے ہوئے تھے کہ آپ نے ابی بن کعبؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ...... (کنز العمال ج ۸ ص ۴۰۹۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۹)

غالباً تیس دن امام فاروق اعظمؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے: وقد کان علی یحث عمر علی اقامة هذه السنة الی ان اقامها۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو اس (باجماعت نمازِ تراویح کی) سنت کے قائم کرنے پر ابھارا یہاں تک کہ انہوں نے اسے قائم کر دیا۔" (مستدرک حاکم ج ۱ص ۳۳۰) اور خود حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ قیام رمضان کے لیے مسجد میں حاضر ہوا کہ حضرت عمرؓ نے مجھے فرمایا کہ یا ابا الحسن فتحرض الناس علی الصلوٰة حتی تصیبهم البرکة فامر الناس بالقیام۔ اے علی لوگوں کو (باجماعت) قیام رمضان پر ابھارو تا کہ وہ اس کی برکات پوری طرح حاصل کر سکیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں کو قیام کا حکم دیا۔ (کنز العمال ج ۸ص ۳۶۵) تاریخی روایات کے مطابق حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتدا میں لوگوں کو قیام رمضان کے لیے جمع کرنے کا واقعہ خلافت فاروقی کے دوسرے سال یعنی ۱۴ہجری کا ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۴۰۹۔ کامل ابن اثیر ج ۲ص ۱۸۹۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ص ۱۱۵)

مذکورہ حوالہ جات کی روشنی میں فاروق اعظمؓ کے اس فعل کے دو بنیادی سبب نظر آتے ہیں۔

(پہلا)...... ایک مسجد میں متفرق جماعتوں کا سلسلہ ختم کرنا جو مستقبل میں مسلمانوں کے درمیان باہمی جنگ وجدال کا ذریعہ بن سکتی تھیں لیکن افسوس کہ فاروق اعظمؓ نے تو جماعت پر تفرق کا راستہ بند کیا لیکن غیر مقلدین نے رکعات پر وحدت امت پارہ پارہ کر دی۔

(دوسرا)...... عظمت قرآن کو دلوں میں برقرار رکھنا تا کہ لوگ خوش الحانیوں میں مبتلا ہو کر قرآن سے لاہوئی سلوک نہ کرنے لگیں۔ چنانچہ یہ ایک اتفاقی مسئلہ ٹھہرا۔ فکان عمر اول من جمع الناس علی قاری واحد کہ حضرت عمرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو ایک امام پر جمع کیا۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ص ۲۶۲) امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں: وذالک صریح فی انها لم تکن فی عهد رسول الله ﷺ۔

یعنی یہ اس بات پر صریح دلیل ہے کہ عہد نبویؐ میں تراویح کا یہ (باجماعت) سلسلہ موجود نہ تھا۔ (الحاوی للفتاوی ج ۱ص ۳۴۸) اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اس پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ (تراویح کا) جماعتی انتظام خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے کیا۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ص ۵۴۶)

مذکورہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ رمضان المبارک کی راتوں میں سرکاری گشت کے دوران، جو کہ ان کا معمول تھا، مدینہ منورہ کی مختلف مساجد میں پہنچے تو وہاں متفرق جماعتوں کا سلسلہ نظر آیا جسے انہوں نے بعض خطرات وخدشات کی بنا پر ناپسند فرمایا اور تمام لوگوں کو ایک امام کی اقتدا میں جمع کر کے انہوں نے قیام رمضان کے اندر جماعتی وحدت پیدا کر دی۔

دوسرا سرکاری حکم

پھر حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مختلف مساجد کے اندر محنت وصحت کے لحاظ سے ہر قسم کے لوگ نماز پڑھنے والے موجود ہیں۔ کچھ ان میں سے ضعیف وکمزور ہیں اور کچھ محنت کش اور مزدور ہیں جو دن بھر کی محنت مزدوری یا ضعف وکمزوری کی بنا پر طویل قیام کی ہمت نہیں رکھتے۔ چنانچہ ان کی رعایت میں

ان عمر دعا القراء فی رمضان فامر اسرعهم قراءة ان یقرا ثلاثین آیة والوسط خمسة وعشرین آیة والبطی عشرین آیة حضرت عمرؓ نے (مختلف مساجد کے اندر) تراویح پڑھانے والے قراء کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ تیز رفتار قاری ہر رکعت میں تیس آیات پڑھے۔ درمیانی رفتار والا پچیس آیات اور سست رفتار قاری ہر رکعت میں بیس آیات پڑھے۔ (کنز العمال ج ۸ص ۲۶۳۔ مصنف عبد الرزاق ج ۴ص ۲۶۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۲) چنانچہ مشہور تابعی حضرت سعید بن الجبیرؒ کے بارے میں منقول ہے کہ یقرا فی کل رکعة بخمس وعشرین آیة۔ وہ تراویح کی ہر رکعت میں پچیس

آیات پڑھتے تھے .... (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۲)

حضرت فاروق اعظمؓ کے اس سرکاری حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف دنیوی معاملات میں لوگوں کی حالت وکیفیت کی خبر نہیں رکھتے تھے بلکہ دینی امور میں بھی ان کی حالت وکیفیت پر گہری نظر رکھتے تھے اور ایسے جملہ معاملات کی براہ راست خود نگرانی کرتے تھے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس دور میں تیز رفتاری کا یہ تصور ہرگز نہ تھا جو بدقسمتی سے ہمارے زمانے کے حفاظ قرآن میں پایا جاتا ہے یعنی یعلمون اور تعلمون کے سوا کچھ بھی سمجھ نہیں آتا۔ بلکہ تجوید وترتیل قرآن کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے قراء قرآن کی طبعی رفتار میں جو فرق تھا، اس کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔ غالباً حضرت فاروق اعظمؓ نے ان سے قرآن پاک سن کر ان کی رفتار کا جائزہ لے کر اس کے مطابق حکم صادر فرمایا۔

قیام رمضان باجماعت کا اجراء... یا... احیاء؟

اس مقام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب عہد نبوی میں باجماعت تراویح کا باقاعدہ سلسلہ موجود نہ تھا تو یہ فاروق اعظمؓ کی طرف سے ایک نئے سلسلے کا اجراء ہے جو بدعت ہے۔ اس کے جواب میں ہمارا موقف یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا یہ اتفاقی واجماعی نظریہ ہے کہ خاتم النبیین ہونے کی بنا پر آنحضرت ﷺ پر نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا لہٰذا اس کے بعد کسی چیز کے حلال وحرام یا فرض ہونے کا اندیشہ بھی باقی نہ رہا۔ چونکہ قیام رمضان کو حضور علیہ السلام خود اپنی سنت قرار دے چکے تھے جس کا حکم سنیت بدستور باقی تھا۔ دوسری طرف آپ نے اس کی جماعت کے سلسلے کو بھی پسند فرمایا تھا صرف خوف فرضیت کی وجہ سے جاری نہ رکھا یعنی اس کی جماعت حضور علیہ السلام کو پسند تھی لیکن جب آپ دار الفنا سے دار البقا کی طرف کوچ فرما گئے تو وحی کا سلسلہ بند ہونے کی بنا پر خوف فرضیت ختم ہو گیا لہٰذا امام فاروق اعظمؓ نے حضور علیہ السلام کی سنت کو وہ طرز دوبارہ دے دیا جو خود حضور نے اختیار وپسند فرمایا تھا۔ اس اعتبار سے یہ قیام رمضان کا اجراء ہرگز نہیں بلکہ اس کا احیاء تھا۔

عہد فاروقی کی رکعات تراویح

چونکہ یہ ثابت ہو چکا کہ باجماعت قیام رمضان کی سنت نبوی کا احیاء حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا اور وہی جماعت اپنی ہیئت ورکعات کے لیے معیار وافتخاری کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے اب ہم عہد فاروقی کی باجماعت نماز کی ان روایات کا جائزہ لینا چاہیں گے جن میں رکعات کا تذکرہ موجود ہے۔

«پہلی روایت» عن ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرین رکعة وکانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکئون علی عصیهم فی عهد عثمان من شدة القیام. حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ ہم عہد فاروقی میں بیس رکعت قیام رمضان کرتے تھے اور قاری ہر رکعت میں سو سو آیات پڑھتا تھا اور عہد عثمانی میں تو طول قیام کی وجہ سے لوگوں کو لاٹھیوں کا سہارا لینا پڑتا .... (السنن الکبری للبیهقی ج ۲ ص ۴۹۶۔ عمدة القاری للعینی ج ۱۱ ص ۱۲۷ .... نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۹۸)

علامہ سبکیؒ، امام نوویؒ، امام بیہقیؒ، علامہ عراقیؒ، امام سیوطیؒ، علامہ نیمویؒ، علامہ سبکی، علامہ زیلعی اور علامہ عینیؒ جیسے ائمہ حدیث اس روایت کی توثیق کرتے ہوئے اس کی سند کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ فرمایئے السنن الکبری ج ۲ ص ۴۹۶۔ شرح مہذب ج ۴ ص ۳۲۔ التعلیق الحسن ص ۲۰۲۔ شرح السنة للبغوی ج ۴ ص ۱۲۰۔ آثار السنن ج ۲ ص ۵۴۔ تحفة الاحوذی ج ۲ ص ۷۵۔ تحفة الاخیار ص ۱۹۲ وغیرہ)

یہی وجہ ہے کہ جب عصر حاضر کے معروف غیر مقلد عالم شیخ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے غیر مقلدانہ کوشش کی تو مدرس حرم شیخ اسماعیل بن محمد انصاری نے "تصحیح حدیث صلوة التراویح عشرین رکعة" کے نام سے اس کے جواب میں ایک رسالہ تالیف فرمایا جو ۲/۱۳۹۲ ۱۹۷۲ء میں بیروت سے طبع ہوا۔ اس

میں شیخ انصاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام نووی، علامہ زیلعی، امام سبکی، ابن العراقی، علامہ عینی، امام سیوطی، ملا علی قاری اور علامہ نیموی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (ص ۷) یعنی ان اصحاب فن کے مقابلے میں بے چارے البانی کا انکار کیا حیثیت رکھتا ہے۔

غیر مقلدانہ معیار

غیر مقلدین کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ جب وہ حدیث جابرؓ میں عیسیٰ بن جاریہ کی صحت وثقاہت ثابت کرنے سے عاجز آجاتے ہیں تو پھر ان چند ائمہ کا سہارا لیتے ہیں جنہوں نے حدیث جابرؓ کو صحیح تسلیم کیا ہے حالانکہ وہی اکابر مذکورہ حدیث (سائب بن یزیدؓ کی) توثیق کرنے والے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ حضرات جب حدیث جابرؓ کی توثیق کریں تو قابل قبول، اور اگر حدیث سائب بن یزیدؓ کی توثیق کریں تو ناقابل قبول۔ آخر کیوں؟ حالانکہ ان اکابر کی طرف سے دونوں روایتوں کی توثیق میں واضح فرق موجود ہے۔ حدیث جابرؓ کی وہ صرف توثیق کرتے ہیں نہ اس پر ان کا عمل ہے اور نہ رکعات تراویح کے لیے وہ اس سے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ گذشتہ اوراق میں اس کی باحوالہ بحث گزر چکی ہے۔ اس کے برعکس وہ ابن ابی ذئب والی روایت کی توثیق بھی کرتے ہیں، اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور اس سے استدلال بھی کرتے ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ العزیز اس کی بحث آئندہ اوراق میں آئے گی۔

﴿دوسری روایت﴾ عن محمد بن جعفر عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر۔ یعنی ہم عہد فاروقی میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ (معرفة السنن والآثار للبیهقی ج ۲ ص ۳۰۵، کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۴) علامہ سبکی، امام نووی، اور ملا علی قاری اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ فرمایئے التعلیق الحسن ص ۲۰۳۔ آثار السنن ج ۲ ص ۵۴۔ تحفة الاحوذی ج ۲ ص ۷۵)

غیر مقلدین اس روایت کی سند پر تو کوئی اعتراض تلاش نہ کر سکے البتہ اسے مرسل قرار دے کر قبول کرنے سے انکار کر دیا حالانکہ مرسل روایت کے قبول کرنے میں اگرچہ ائمہ اہل سنت کے درمیان اختلاف موجود ہے لیکن جمہور ائمہ اہل سنت مرسل روایت کو قبول اور اس سے استدلال کرتے ہیں چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل بھی حجت ہے۔ (کتاب العلل ج ۲ ص ۳۳۹) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اکثر فقہاء کے نزدیک مرسل حدیث بھی حجت ہے۔ (مقدمہ مسلم ص ۱۷) امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن جریرؒ نے فرمایا کہ تابعین سب کے سب مرسل کے قابل احتجاج ہونے پر متفق تھے۔ دوسری صدی کے آخر تک کسی نے اس سے انکار نہیں کیا۔ بقول علامہ ابن عبد البرؒ امام شافعیؒ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے مرسل کے ساتھ احتجاج کا انکار کیا ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۲۰) نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں کہ مراسیل کے ساتھ گذشتہ زمانے میں علماء احتجاج کرتے تھے مثلاً سفیان ثوری، امام مالک، امام اوزاعی لیکن جب امام شافعیؒ آئے تو انہوں نے مراسیل کی حجیت میں کلام کیا۔ (الحطة في ذكر الصحاح الستة ص ۱۰۶) معلوم ہوا کہ خیر القرون میں امام شافعیؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مرسل روایت کی حجیت سے انکار کیا لیکن امام شافعیؒ کا انکار بھی چند شرائط پر مبنی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ مرسل کے ساتھ اگر تقویت پہنچانے والی کوئی چیز مل جائے تو وہ مرسل بھی حجت ہوگی مثلاً کوئی مسند یا دوسری مرسل روایت اس کی تائید میں موجود ہو یا بعض صحابہؓ یا اکثر علماء کا اس پر عمل ہو۔ (مقدمہ مسلم ص ۱۷)

اس پوری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ ہماری پیش کردہ دوسری روایت دیگر تمام ائمہ کرام کے نزدیک اس لیے حجت ہے کہ وہ مرسل کو حجت مانتے ہیں۔ باقی رہے امام شافعیؒ تو وہ ان کے نزدیک بھی حجت ہے کیونکہ یہ ان کی تمام شرائط پر پوری اترتی ہے۔ دو مرسل روایت

کو حجت ماننے کے لیے اپنی پیش کردہ شرائط میں سے صرف ایک شرط کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن یہاں تو یہ روایت ان کی ہر شرط پر پورا اترتی ہے۔ مثلاً

(۱) وہ فرماتے ہیں کہ وہ مرسل روایت حجت ہے جس کی تائید میں کوئی مسند روایت موجود ہو تو ہماری پیش کردہ اس روایت کی تائید میں دو مسند روایتیں موجود ہیں۔ پہلی حدیث ابن عباسؓ اور دوسری حدیث جابرؓ (بیس رکعت والی)۔

(۲) وہ فرماتے ہیں کہ وہ مرسل روایت حجت ہے جس کی تائید میں کوئی دوسری مرسل روایت موجود ہو تو ہماری پیش کردہ اس روایت کی تائید میں ایک نہیں، متعدد مرسل روایات موجود ہیں جیسا کہ آپ اسی باب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

(۳) وہ فرماتے ہیں کہ وہ مرسل روایت حجت ہے جس پر بعض صحابہؓ کا عمل ثابت ہو تو ہماری اس پیش کردہ روایت پر ہمارے نزدیک تو صحابہ کرامؓ کا عملی اجماع ثابت ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں ان شاء اللہ العزیز اس پر بحث آئے گی۔ لیکن بعض صحابہ کرامؓ کا اس پر عمل تو غیر مقلدین کے ہاں بھی ثابت ہے جیسا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۵۳ میں، مولانا محمد اسماعیل سلفی تحریک آزادی فکر ص ۲۳۲ میں، مولانا ابو البرکات فتاویٰ برکاتیہ ص ۸۱ میں اور مولانا عبدالرحمٰن کیلانی آئینہ پرویزیت حصہ پنجم ص ۸۲۲ میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ سے بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے۔ اس اعتبار سے بھی ہماری پیش کردہ روایت امام شافعیؒ کے نزدیک حجت قرار پاتی ہے۔

(۴) وہ فرماتے ہیں کہ وہ مرسل روایت حجت ہے جس پر اکثر علما کا عمل ثابت ہو تو ہماری پیش کردہ اس روایت پر ہمارے نزدیک تو اجماع امت ہے لیکن غیر مقلدین کے نزدیک بھی اس پر اکثر علما کا عمل ثابت ہے حتیٰ کہ خود امام شافعیؒ کا اس پر اپنا عمل ثابت ہے۔ آئندہ ابواب میں اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیے۔ اس کے باوجود اسے قبول کرنے سے انکار کرنا ایک خالص غیر مقلدانہ (یعنی احمقانہ) حرکت ہے۔

﴿تیسری روایت﴾ عن مالک بن انس عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید انها عشرون رکعة کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳۔ السنن الصغیر للبیہقی ج ۱ ص ۲۲۳) قاضی شوکانی غیر مقلد فرماتے ہیں وفی الموطا من طریق یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید انها عشرون رکعة (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۹۸) علامہ زیلعیؒ، امام نوویؒ اور امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے...... (نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۴ ...... مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴ ...... شرح السنہ ج ۴ ص ۱۲۰)

اس روایت سے بھی صاف اور واضح الفاظ میں ثابت ہے کہ عہد فاروقیؓ میں تراویح بیس رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں۔

پہلا اعتراض ...... کراچی کی عثمانی پارٹی کے ایک مخبوط الحواس غیر مقلد نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں یزید بن خصیفہ منکر الحدیث تھا حالانکہ یزید بن خصیفہ بخاری کا راوی ہے اور ہماری مذکورہ روایت کی سند (مالک عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید) بخاری ج ۱ ص ۳۱۲ پر بعینہ موجود ہے لہٰذا اسے منکر قرار دینا خالص غیر مقلدیت کی دلیل ہے۔ گویا غیر مقلدین کے نزدیک بخاری کا راوی (بلکہ بخاری کی پوری سند) اگر حنفیوں کی کسی دلیل میں آ جائے تو وہ ناقابل اعتماد و مجروح ہے۔ آخر اس ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہے؟

دوسرا اعتراض ...... اس روایت پر غیر مقلدین کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ روایت موطا امام مالکؒ میں موجود نہیں حالانکہ یہ اعتراض سراسر باطل و مردود ہے کیونکہ یہ حقیقت یقیناً غیر مقلدین سے بھی پوشیدہ نہیں کہ موطا کے بے شمار نسخے ہیں جن میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب "بستان المحدثین" میں موطا کے سولہ نسخوں کا ذکر فرمایا ہے جبکہ بعض نسخوں تک ان کی رسائی بھی

نہیں ہو سکی۔ غور فرمایئے کہ علامہ عبد الرحمٰن ابن خلدون المالکیؒ کے نزدیک احادیث موطا کی کل تعداد تین سو کے قریب ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۴۴۷) جبکہ علامہ ابن المدینیؒ کے نزدیک ان کی تعداد ایک ہزار ہے۔ (تاریخ الحدیث از عبد الصمد صارم ص ۸۱)
جب موطا میں مروی روایات کی تعداد میں ہی اقوال متفرق ہیں اور فرق سینکڑوں سے متجاوز ہے تو یقینی بات ہے کہ حافظ ابن حجرؒ اور قاضی شوکانیؒ کی رسائی موطا کے کسی ایسے نسخے تک ضرور ہوگی جس میں مذکورہ روایت موجود ہو۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ امام مالکؒ سے تقریباً ایک ہزار علماء نے موطا کو نقل کیا ہے۔
تیسرا اعتراض...... اس روایت پر غیر مقلدین کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس روایت کو اس سند کے ساتھ موطا اور امام مالکؒ کی طرف منسوب کرنا حافظ ابن حجرؒ اور قاضی شوکانیؒ کا وہم ہے۔ جہاں تک قاضی شوکانیؒ کا تعلق ہے تو وہ جانیں اور غیر مقلدین لیکن حافظ ابن حجرؒ پر یہ اعتراض بایں وجہ ناقابل قبول ہے کہ نہ حافظ ابن حجرؒ کی شخصیت غیر معروف ہے اور نہ ان کی فتح الباری کبھی نایاب رہی ہے۔ وہ نویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ جب پانچ سو سال میں کسی محدث و محقق نے ان کی اس روایت کو وہم قرار نہیں دیا تو غیر مقلدین کا تعصب پر مبنی یہ بے بنیاد الزام کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟

﴿چوتھی روایت﴾ عن حارث بن عبد الرحمن عن ابن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عهد عمر بثلاث وعشرین رکعة یعنی لوگ عہد فاروقیؓ میں ۲۳ رکعت پڑھتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۲۶۲)
علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ ان میں تین وتر ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

بعض غیر مقلدین نے اس روایت میں ثلاث وعشرین رکعة کے جملے کو ابن ابی ذباب کا وہم قرار دے کر اس روایت کو رد کرنے کی مذموم کوشش کی ہے لیکن یہ اس صورت میں وہم تسلیم کیا جاتا کہ دیگر روایات سے متصادم ہوتا۔ جب یہ جملہ دیگر اکثر روایات کے

عین مطابق ہے تو اسے وہم کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

﴿پانچویں روایت﴾ عن داود بن قیس عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید۔ حضرت عمرؓ نے ماہ رمضان میں لوگوں کو ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ پر جمع کیا فصلی احدی وعشرین رکعة اور انہوں نے اکیس رکعات پڑھائیں۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۲۶۰) ...... علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک وتر تھا...... (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

گزشتہ روایت میں ۲۳ رکعات کا اور اس میں ۲۱ رکعات کا جو ذکر ہے اس کا فرق بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ۲۱ اور ۲۳ کا اختلاف وتروں کی وجہ سے تھا۔ کبھی ایک وتر پڑھا جاتا تھا اور کبھی تین۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳) یہ روایت بھی ۲۰ رکعت تراویح پر صریح دلیل ہے۔

شیخ البانیؒ کا عجیب اعتراض

شیخ ناصر الدین البانیؒ اس روایت کی صحت سے تو انکار نہ کر سکے البتہ یہ اعتراض کر دیا کہ امام عبد الرزاق بن الہمامؒ کی آخر عمر میں بینائی ختم ہو گئی تھی۔ سوال یہ ہے کہ کیا حافظ ابن ہمامؒ نے یہ کتاب نابینا ہونے کے بعد مرتب کی تھی؟ اور پھر کیا ان کے نابینا ہونے کا اثر صرف اسی ایک روایت پر پڑے گا یا گیارہ ضخیم جلدوں میں پھیلی ہوئی ان کی پوری "مصنف" متاثر ہوگی؟ خدا تعالیٰ ضد اور ہٹ دھرمی سے محفوظ فرمائے کہ یہ اچھے بھلے سکالر کو بھی غیر مقلد بنا دیتی ہے۔

﴿چھٹی روایت﴾ عن محمد بن اسحاق عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید قال کنا نصلی فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان ثلاث عشرة رکعة۔ یعنی ہم رمضان المبارک کے اندر عہد فاروقیؓ میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے ...... (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳)

تیرہ رکعت تراویح کا مسلک محمد بن اسحاق کا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۶) وہ فرماتے تھے وھذا اثبت ما سمعت فی ذالک ۔ میں نے اس بارے میں جتنی روایات سنی ہیں، ان میں زیادہ ثابت تیرہ رکعت ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۴) بلکہ وہ فرماتے ہیں، میں نے گیارہ رکعت کی کوئی حدیث نہیں سنی کیونکہ آنحضرت ﷺ کانت لہ من اللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ ۔ رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے ...... (قیام اللیل ص ۱۵۷ ...... عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

﴿ساتویں روایت﴾ عن عبد العزیز بن محمد عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدی عشرۃ رکعۃ ہم عہد فاروقی میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے اس کی ہر رکعت میں ۲۰۰ آیات کی تلاوت کرتے تھے۔ طول قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے اور طلوع فجر کے قریب گھروں کو واپس لوٹتے تھے ...... (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۳۹)

﴿آٹھویں روایت﴾ عن یحیی بن سعید القطان عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید ہم عہد فاروقی میں نماز پڑھتے تھے احدی عشرۃ رکعۃ ...... (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۲)

یہ بھی محمد بن یوسف کا وہم ہے جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔ مذکورہ گیارہ اور تیرہ رکعات والی روایات کے درمیان تطبیق پیدا کرتے ہوئے مولانا عبد اللہ غازی پوری غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اسی طرح ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں لوگ تیرہ رکعتیں پڑھتے رہے ہوں اور اول کی دو رکعتوں کے ہلکے ہونے سے سائب بن یزید بھی ان کا شمار کرتے ہوں اور تیرہ رکعت روایت کرتے ہوں اور کبھی نہیں شمار کرتے ہوں اور گیارہ روایت کرتے ہوں۔ (فتاوی علماء حدیث ج ۶ ص ۲۲۲) گویا مولانا غازی پوری کے نزدیک بھی عہد فاروقی میں گیارہ رکعت کی بجائے تیرہ رکعت زیادہ تحقیقی ہیں۔ کاش وہ

سائب بن یزید کی بیس رکعت والی روایات پر بھی ایک نظر ڈال لیتے اور ان میں بھی تطبیق پیدا کرنے کی کوشش فرما لیتے لیکن غالباً انہوں نے محمد بن اسحاق کے احسان کا بدلہ چکایا ہے اور اس کا دفاع اس لیے ضروری سمجھا ہے کہ اس کی روایت فاتحہ خلف الامام کے مسئلے میں ان کے موقف کا دفاع کرتی ہے۔ انہوں نے اس کے لیے اپنا گیارہ رکعت والا مسلک بھی قربان کر دیا۔ گویا اس کے لیے انہوں نے حدیث عائشہؓ اور حدیث جابرؓ تک سے دست برداری اختیار کر لی۔

﴿نویں روایت﴾ عن مالک عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں اور قاری ہر رکعت میں سو سو آیات تلاوت کرتا تھا یہاں تک کہ طول قیام کی وجہ سے ہم لاٹھیوں کا سہارا لیتے اور طلوع فجر کے قریب ہماری واپسی ہوتی ...... (موطا امام مالک ص ۹۸۔ کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۳)

اس روایت میں بھی احدی عشرۃ کا جملہ محمد بن یوسف کا وہم ہے۔ ہم ساتویں اور آٹھویں روایت کے ضمن میں بھی یہ بیان کر چکے ہیں کہ ان میں احدی عشرۃ کا جملہ محمد بن یوسف کا وہم ہے۔ ہمارا یہ دعوی غیر مقلدین کی طرح بلا دلیل نہیں بلکہ اس پر ہمارے پاس ٹھوس دلیل موجود ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البر مالکی (جو کہ امام مالکؒ کے مقلد اور موطا امام مالک کے بہت بڑے شارح ہیں) فرماتے ہیں کہ ھذہ الروایۃ وھم والذی اصح انھم کانوا یقومون علی عھد عمر بعشرین رکعۃ ۔ یہ گیارہ رکعت والی روایت وہم ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ عہد فاروقی میں لوگ بیس رکعت ادا کرتے تھے۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴) اب یہ وہم کس کا ہے؟ علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں میرے نزدیک اکیس رکعت والی روایت زیادہ صحیح ہے ولا اعلم احدا قال فیہ احدی عشرۃ رکعۃ الا مالک الا غلب عندی ان قولہ احدی عشرۃ وھم ۔ میں نہیں جانتا کہ امام مالکؒ کے

علاوہ کسی نے ۱۱ رکعت کی روایت نقل کی ہو لہٰذا میرے نزدیک ۱۱ رکعت کا جملہ امام مالک کا وہم ہے۔ (زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۲۱۵۔ المصابیح ص ۱۵۔ التمہید ج ۱ ص ۱۱۲۔ الحاوی للفتاوی ص ۳۵۰) جبکہ علامہ ظفر احمد عثمانی الحنفی فرماتے ہیں کہ یہ وہم امام مالک کا نہیں بلکہ محمد بن یوسف کا ہے۔ فانہ قال مرۃ احدی وعشرین ومرۃ احدی عشرۃ وتارۃ ثلث عشرۃ ۔ وہ کبھی ۲۱ رکعت روایت کرتا ہے، کبھی ۱۳ رکعت اور کبھی ۱۱ رکعت۔ (اعلاء السنن ج ۷ ص ۴۸) اور محمد بن یوسف کی متفرق روایات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وہم اسی کا ہے۔ اس کی مزید تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمایئے۔

﴿دسویں روایت﴾ عن مالک بن انس عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ ۔ یعنی عہد فاروقی میں لوگ ۲۳ رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ (موطا امام مالک ص ۴۰۔ شعب الایمان ج ۳ ص ۱۷۷) امام بغوی اور علامہ نیموی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن ص ۲۵۳۔ شرح السنۃ ج ۴ ص ۱۲۰) البتہ یہ روایت مرسل ہے اور مرسل ہونے کی وجہ سے میاں نذیر حسین دہلوی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں منقطع ہے۔ ...... (فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۶۳)

گویا اس روایت میں اس کے سوا کوئی کمزوری نہیں کہ یہ مرسل ہے اور مرسل کی حجیت پر ہم گذشتہ اوراق میں بحث کر چکے ہیں لیکن یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ یہ روایت مراسیل موطا میں سے ہے اور موطا کے مراسیل بالاتفاق حجت ہیں یعنی یہ روایت مراسیل موطا میں سے ہونے کی بنا پر بھی حجت ہے اور امام شافعی کی شرائط کے مطابق بھی۔ (امام شافعی کی شرائط گذشتہ اوراق میں پھر ملاحظہ فرمالیجیے)

﴿گیارہویں روایت﴾ عن مالک بن انس عن یحیی بن سعید القطان عشرین رکعۃ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) علامہ نیموی فرماتے ہیں رجالہ ثقات لیکن یحیی بن سعید نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔

(التعلیق الحسن ص ۲۰۶) گویا اس روایت میں بھی مرسل ہونے کے علاوہ کوئی کمزوری نہیں اور مرسل کی حجیت واضح ہو چکی۔

﴿بارہویں روایت﴾ عن حسن عن عبد العزیز بن رفیع کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث ۔ یعنی ابی بن کعب ماہ رمضان کے اندر مدینہ میں بیس رکعت اور تین وتر پڑھاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳۔ مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۲۶۰) امام بغوی اس کی سند کو صحیح اور علامہ نیموی اسے مرسل قوی فرماتے ہیں۔ (شرح السنۃ ج ۴ ص ۱۲۲ ...... آثار السنن ص ۲۰۶)

جامعہ ام القری مکہ مکرمہ کے مدرس شیخ محمد علی صابونی نے بیس رکعت تراویح کے لیے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ (الہدی النبوی الصحیح ص ۵۶) اس روایت پر بھی صرف مرسل ہونے کا اعتراض ہے کیونکہ عبد العزیز بن رفیع نے حضرت ابی بن کعبؓ کو نہیں دیکھا۔

﴿تیرہویں روایت﴾ عن الحسن البصری ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لہم عشرین رکعۃ ۔ یعنی ابی بن کعب عہد فاروقی میں بیس رکعات پڑھاتے تھے۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۲)

ابوداؤد کے بعض نسخوں میں عشرین لیلۃ اور بعض میں عشرین رکعۃ کے الفاظ ہیں اسی لیے ابوداؤد کے حوالے سے صاحب مشکوۃ، امام بیہقی، اور علامہ زیلعی وغیرہ عشرین لیلۃ کے الفاظ نقل کرتے ہیں جبکہ علامہ ذہبی، سید امیر علی رام پوری اور مولانا فیض الحسن سہارن پوری وغیرہ عشرین رکعۃ کے الفاظ نقل کرتے ہیں اور ابوداؤد کے ہمارے ہاں مروجہ نسخے میں بھی عشرین رکعۃ کے الفاظ منقول ہے۔ مولوی عنایت اللہ اثری غیر مقلد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے مولانا سید امیر علی رام پوری نے ۱۳۱۴ھ۔ ۱۸۹۶ء میں بحوالہ ابوداؤد عین الہدایہ ج ۱ ص ۵۳۲ میں عشرین لیلۃ کو عشرین رکعۃ بنا دیا اور ۱۳۳۵ھ۔ ۱۹۲۹ء میں مولوی فیض الحسن دیوبندی نے جو ابوداؤد

طبع کرائی، اس میں بھی عشرین رکعۃ طبع کرا دیا۔ (مکاتیب الصحابۃ ص ۱۰۳)

اثری صاحب کا یہ الزام سراسر غیر مقلدانہ ہے کیونکہ مولانا سید امیر علی رام پوریؒ سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال قبل علامہ شمس الدین ذہبیؒ الشافعی آٹھویں صدی ہجری میں اپنی معروف کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں بحوالہ ابوداؤد عشرین رکعۃ کے الفاظ نقل فرما چکے ہیں اور اگر بالفرض اس کی ذمہ داری سید امیر علی رام پوریؒ پر بھی ڈالی جائے تو بھی علماء احناف اس سے بری الذمہ ہیں کیونکہ متعصب غیر مقلد اسکالر جناب محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ مولانا سید امیر علی، سید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد اور مسلکاً اہل حدیث تھے۔ (فقہائے ہند ج ۵ ص ۵۹)

﴿لطیفہ﴾ غیر مقلدین کی علمی بے بسی

غیر مقلدین کی یہ بہت بڑی کمزوری ہے کہ وہ علماء احناف کے ناقابل تردید دلائل سے عاجز آ کر بسا اوقات حدیث کے الفاظ کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔ ۱۹۳۳ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مسلم شریف کی حدیث ابوموسیٰ اشعریؓ میں اذا قرأ فانصتوا کے الفاظ کے مستند ہونے سے انکار کر دیا۔ رئیس الاحناف حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ محدث گوجرانوالہ نے اس پر گرفت کی۔ علامہ سید سلیمان ندوی فریقین کے درمیان ثالث قرار پائے اور انہوں نے مولانا امرتسریؒ کے خلاف مولانا عبدالعزیزؒ کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کی روداد "کیفیت مناظرہ تحریری" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ علامہ ندویؒ کے اس فیصلے پر تبصرہ (بلکہ مولانا امرتسریؒ کی علمی بے بسی کا اعتراف) کرتے ہوئے مولوی عنایت اللہ اثری فرماتے ہیں کہ

> چونکہ تیر نکل چکا تھا اس لیے وہی ہوا جس کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا (یعنی فیصلہ خلاف ہو گیا) محترم مولانا (امرتسریؒ) صاحب چونکہ اخباری مشاغل اور مناظرانہ انہماک کی وجہ سے تدریس حدیث کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اس لیے خارج

حدیث میں موصوف کی نظر وسیع نہیں ہوگی۔ ______ (البیان المستطاب ص ۳۸)

اب اگر غیر مقلدین ابوداؤد کے کسی نسخے میں عشرین رکعۃ کے الفاظ کا انکار کرتے ہیں تو یہ ان کی عادت ثانیہ ہی کہا جا سکتا ہے۔

﴿چودہویں روایت﴾ عن یحییٰ بن سعید الانصاری عن عمر امر رجلا ان یصلی بھم عشرین رکعۃ. حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۲۸۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) امام بغویؒ اور علامہ نیمویؒ اس کی سند کو مرسل قوی فرماتے ہیں۔
______ (شرح السنۃ ج ۳ ص ۱۲۲۔ آثار السنن ص ۲۰۶)

﴿پندرہویں روایت﴾ عن محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعۃ یطیلون فیھا القراءۃ ویوترون بثلاث. لوگ عہد فاروقیؓ میں طویل قراءت اور تین وتروں کے ساتھ بیس رکعات قیام رمضان کرتے تھے۔ ______ (قیام اللیل ص ۱۵۷)

﴿سولہویں روایت﴾ عن مالک عن داؤد بن الحصین عن الاعرج. ماہ رمضان میں لوگ تراویح کے اندر کفار پر لعنت بھیجتے۔ امام آٹھ رکعت میں سورۃ بقرہ ختم کرتا۔ فاذا قام بھا فی اثنتی عشرۃ رکعۃ رأی الناس انہ قد خفف. جب بھی بارہ رکعت میں سورۃ بقرہ پڑھتا تو لوگ سمجھتے کہ اس نے نماز ہلکی کر دی۔ ______ (موطا امام مالک ص ۹۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد فاروقیؓ میں رکعات تراویح بارہ سے زائد تھیں۔ عموماً قاری آٹھ رکعت میں سورۃ بقرہ پڑھتا اور باقی رکعات میں اس کے علاوہ منزل پڑھتا۔ اور اگر کبھی سورۃ بقرہ آٹھ رکعت کی بجائے بارہ رکعات میں پڑھتا تو قیام مختصر ہونے کی وجہ سے لوگوں کو نماز ہلکی محسوس ہوتی۔ گویا اس روایت میں بارہ سے زائد کی نفی موجود نہیں لیکن مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے صاف ثابت ہوتا ہے

کہ زمانہ عمر بن الخطاب میں عام طور پر آٹھ رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں اور کبھی کبھی بارہ رکعت پڑھ لی جاتی تھیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج اص ۶۳۲)

حالانکہ اس روایت میں قراءۃ وقیام کے طول واختصار کا ذکر ہے۔ تعیین رکعات کا اس میں تذکرہ تک موجود نہیں بلکہ سیاق کلام تو صاف ظاہر کرتا ہے کہ رکعات بارہ سے زائد تھیں اور دیگر روایات سے اسے ملایا جائے تو وہ بیس تھیں۔ اسی لیے علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بیس تراویح کے لیے یہ حدیث صحیح قوی دلیل ہے اور صحابہؓ کے زمانے میں اس پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۳۶۵)

لیکن اگر بالفرض صرف بارہ بھی تسلیم کر لی جائیں تو آٹھ کی قطعیت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر نہ حدیث عائشہؓ باقی رہتی ہے نہ حدیث جابرؓ اور نہ حدیث محمد بن یوسف۔ کیا غیر مقلدین یہ اشتہار شائع کرنے کے لیے تیار ہیں کہ رکعات تراویح عہد فاروقی میں بارہ بھی ثابت ہیں، لہٰذا کبھی آٹھ اور کبھی بارہ پڑھنی چاہییں؟

﴿سترہویں روایت﴾ عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امرہ ان یصلی باللیل فی رمضان فصلی بھم عشرین رکعۃ. حضرت عمرؓ نے مجھے تراویح پڑھانے کا حکم دیا پس میں نے ان کو بیس رکعات تراویح پڑھائیں۔

..................(کنز العمال ج ۴ ص ۲۸۴)

غور فرمایئے مذکورہ سترہ روایت میں سے بارہ روایات بیس رکعات تراویح کا ثبوت فراہم کرتی ہیں اور تین روایات گیارہ رکعات کی خبر دیتی ہیں۔ ایک روایت تیرہ رکعات کی نشان دہی کرتی ہے اور ایک روایت میں بارہ رکعات تک کا ثبوت موجود ہے اور اس سے زائد کی نفی موجود نہیں۔

مذکورہ روایات کی روشنی میں اس بحث کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اختلاف رکعات صرف ایک راوی محمد بن یوسف کے سلسلہ روایت میں پایا جاتا ہے۔ باقی تمام سلسلوں میں وحدت موجود ہے۔ تفصیل کے لیے صفحہ ۸۵ تا ۸۷ پر مذکورہ روایات کے دو نقشے ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ کا فیصلہ

ہم بصراحت ثابت کر چکے ہیں کہ مذکورہ تمام روایات مرسل ہونے کے باوجود صحیح اور قابل عمل ہیں لیکن غیر مقلدین انہیں قبول نہ کرنے پر بضد ہیں۔ اگر ہم بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیں کہ یہ تمام روایات ضعیف ہیں تو بھی ضعیف روایات کا مجموعہ حسن کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جیسا کہ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ فرماتے ہیں کہ

ولو سلم ان کلھا ضعیفۃ فھی مجموعھا تبلغ درجۃ الحسن یعنی اگر تسلیم کر لیا جائے کہ روایت کے تمام طرق ضعیف ہیں تو بھی سب کا مجموعہ حسن کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ ....(ابکار المنن ص ۲۰۲)

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ غیر مقلدین کی ضعیف روایات کا مجموعہ بھی حسن کا درجہ حاصل کرتا ہے اور ہماری مرسل روایات (جو جمہور ائمہ محدثین کے نزدیک ویسے ہی قابل قبول ہیں) کا مجموعہ بھی یہ درجہ حاصل کرنے سے محروم ہے۔

﴿نقشہ نمبر 1﴾

عن سائب بن یزید رضی اللہ عنہ

(۱) ابن ابی ذباب		عشرین رکعۃ (مصنف عبدالرزاق)
(۲) یزید بن خصیفہ	(۱) ابن ابی ذئب	عشرین رکعۃ (سنن الکبریٰ)
	(۲) محمد بن جعفر	عشرین رکعۃ (معرفۃ السنن والآثار)
	(۳) مالک بن انس	عشرین رکعۃ (فتح الباری)
(۳) محمد بن یوسف	(۱) داؤد بن قیس	احدی وعشرین (مصنف عبدالرزاق)
	(۲) محمد بن اسحاق	ثلث عشرۃ رکعۃ (فتح الباری)
	(۳) عبدالعزیز بن محمد	احدی عشرۃ (الحاوی للفتاوی)
	(۴) یحییٰ بن سعید	احدی عشرۃ (مصنف ابن ابی شیبۃ)
	(۵) مالک بن انس	احدی عشرۃ (موطا امام مالک)

نقشہ نمبر 1

میں سلسلہ روایت حضرت سائب بن یزیدؓ سے شروع ہوتا ہے اور ان سے ان کے تین شاگرد روایت کرتے ہیں ...... پہلے شاگرد ابن ابی ذئاب ان سے ۲۰ رکعات کی روایت کرتے ہیں ...... دوسرے شاگرد یزید بن خصیفہ اپنے تین شاگردوں (ابن ابی ذئب، محمد بن جعفر اور مالک بن انس) کے ذریعے ان سے ۲۰ رکعات کی روایت بلا اختلاف نقل کرتے ہیں۔ ...... تیسرے شاگرد محمد بن یوسف اپنے پانچ شاگردوں کے ذریعے ان سے تین مختلف روایات نقل کرتے ہیں۔ تین شاگردوں (عبد العزیز بن محمد، یحییٰ بن سعید اور مالک بن انس) کے ذریعے ۱۱ رکعات کی، ایک شاگرد محمد بن اسحاق کے ذریعے ۱۳ رکعات کی اور ایک شاگرد داؤد بن قیس کے ذریعے ۲۱ رکعات کی روایت نقل کرتے ہیں۔ گویا ساری گڑبڑ اسی تیسرے شاگرد کی متفرق روایات میں ہے لہٰذا اصول کے مطابق تیسرے شاگرد کی متفرق روایات میں سے وہی روایت قبول کی جا سکتی ہے جو باقی شاگردوں کی روایات کے مطابق ہے اور وہ ۲۱ رکعات والی روایت ہے (یعنی ۲۰ تراویح اور ایک وتر) دیگر تمام روایات کو وہم راوی قرار دے کر نظر انداز کر دیا جائے گا۔ پھر اس بحث کا یہ پہلو بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ تیسرے شاگرد (محمد بن یوسف) سے ۱۱ رکعات کی روایات نقل کرنے والے دو شاگردوں کی اپنی روایات باہم متصادم ہیں۔ ان میں سے ایک شاگرد یحییٰ بن سعید القطان ہیں جن سے دو روایات منقول ہیں۔ ایک ۱۱ رکعات کی (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۲ میں) اور دوسری ۲۰ رکعات کی (ابن ابی شیبہ ہی میں) چونکہ ان کی ۲۰ رکعات کی روایت دیگر روایات سے ملتی ہے اس لیے اسے قبول کیا جائے گا اور ۱۱ رکعات والی روایت کو ان کے استاد محمد بن یوسف کا وہم قرار دے کر چھوڑ دیا جائے گا۔

غور فرمائیے کہ حضرت سائب بن یزیدؓ کے تیسرے شاگرد (محمد بن یوسف) کے پانچ شاگردوں میں سے جو تین شاگرد (عبد العزیز بن محمد، یحییٰ بن سعید اور امام مالکؒ) ۱۱ رکعات کی روایت نقل کرتے ہیں، ان میں سے بھی دو شاگرد (یحییٰ بن سعیدؒ اور امام مالکؒ) ۲۰ رکعات کی روایات کے بھی راوی ہیں۔ اس صورت حال میں ۱۱ رکعات کی روایت کو کہیں دور بین سے ہی تلاش کیا جا سکتا ہے۔

نقشہ نمبر 2

(۱) یزید بن خصیفہ ...... امام مالکؒ ...... عشرين ركعة ...... (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳)
(۲) یحییٰ بن سعید ...... امام مالکؒ ...... عشرين ركعة ...... (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۲)
(۳) یزید بن رومان ...... امام مالکؒ ...... عشرين ركعة ...... (موطا ص ۹۸)
(۴) داؤد بن الحصین ...... امام مالکؒ ...... اثنی عشرة ركعة ...... (موطا ص ۹۹)
(۵) محمد بن یوسف ...... امام مالکؒ ...... احدی عشرة ركعة ...... (موطا ص ۹۸)

اس نقشہ نمبر 2 کے مطابق امام مالکؒ رکعات تراویح کے بارے میں اپنے پانچ استادوں سے تین مختلف روایات نقل کرتے ہیں ...... تین استادوں (یزید بن خصیفہ، یحییٰ بن سعید اور یزید بن رومان) سے ۲۰ رکعات کی ...... ایک استاد محمد بن یوسف سے ۱۱ رکعات کی ...... اور ایک استاد داؤد بن الحصین سے کم از کم ۱۲ رکعات کی جس میں زائد رکعات کی نفی نہیں ہوتی اور دیگر روایات کی روشنی میں وہ ۲۰ رکعات پر ہی دلالت کرتی ہے لہٰذا ان میں سے باقی تمام روایات کو قبول کیا جائے گا اور ۱۱ رکعات والی روایت کو وہم راوی قرار دے کر نظر انداز کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء مالکیہ کے ممتاز ترجمان علامہ ابن عبد البرؒ اسے وہم راوی ہی قرار دیتے ہیں۔

اسلاف امت کا استدلال

اس تفصیلی بحث کی روشنی میں اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مذکورہ متفرق روایات میں سے اسلاف امت نے کن روایات سے استدلال کیا ہے اور کن پر عمل کیا ہے۔

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ

یزید بن رومان اور یزید بن خصیفہ کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عن عمر انه جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بهم فی شهر رمضان عشرین رکعة۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ابی بن کعب پر جمع کیا اور انہوں نے ۲۰ رکعات تراویح پڑھائیں۔ (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۲۱، الدرایہ فی تخریج الهدایہ ج ۱ ص ۱۴۳)

(۲) امام ابن تیمیہ الحنبلیؒ

انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فلما جمعھم عمر علی ابی بن کعب کان یصلی بھم عشرین رکعۃ۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے بیس رکعات تراویح پڑھائیں.................................. (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۳ ص ۲۷۲)

(۳) علامہ تاج الدین سبکی الشافعیؒ

انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ومذھبنا ان التراویح عشرون رکعۃ لما روی البیہقی وغیرہ باسناد صحیح عن السائب بن یزید۔ بیہقی نے سائب بن یزید سے صحیح سند کے ساتھ جو روایت نقل کی ہے اس کی بنا پر ہمارا مذہب یہی ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں.................. (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۵۰)

(۴) امام جلال الدین سیوطی الشافعیؒ

انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: وفی سنن البیہقی وغیرہ باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمر بعشرین رکعۃ۔ سند صحیح سے ثابت ہے کہ عہد فاروقیؓ میں لوگ ۲۰ رکعات پڑھتے تھے۔ .... (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۳۸)

(۵) امام محی الدین نووی الشافعیؒ

انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ واحتج اصحابنا لما رواہ البیہقی وغیرہ بالاسناد الصحیح عن السائب بن یزید عشرین رکعۃ۔ ہمارے اصحاب کا استدلال صحیح سند سے ثابت ۲۰ رکعات والی روایت سے ہے۔ (المجموع شرح المھذب ج ۴ ص ۳۲)

(۶) امام موفق الدین ابن قدامہ الحنبلیؒ

انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ولنا ان عمر لما جمع

الناس علی ابی بن کعب کان یصلی لھم عشرین رکعۃ۔ ہمارے لیے یہ دلیل ہے کہ ابی بن کعب بیس رکعات پڑھاتے تھے.................................. (المغنی ج ۱ ص ۷۹۹)

(۷) علامہ ابن عبد البر مالکیؒ

انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وھو الصحیح عن ابی بن کعب عشرین رکعۃ من غیر خلاف من الصحابۃ۔ صحیح بات یہی ہے کہ ابی بن کعبؓ بغیر اختلاف صحابہؓ کے بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے.... (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

(۸) شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ الحنفی

انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عندنا عشرون رکعۃ لما روی البیہقی باسناد صحیح۔ ہمارے نزدیک بیہقی کی سند صحیح کے ساتھ بیس رکعات تراویح ہی ثابت ہیں.................................. (ما ثبت بالسنۃ ص ۲۰۹)

(۹) محشی بخاری مولانا احمد علی سہارنپوری الحنفیؒ

انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ واحتج اصحابنا والشافعیۃ والحنابلۃ بما رواہ البیہقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید عشرین رکعۃ یعنی ہمارے اصحاب احناف، شوافع اور حنابلہ بیس رکعت والی صحیح روایت سے ہی استدلال کرتے ہیں۔ (حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۱۰۱)...... اس بارے میں حوالہ جات بکثرت موجود ہیں۔ ہم نے اہل السنۃ والجماعت کے چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے چند مستند اکابر کے حوالہ جات پر اکتفا کیا ہے جو عہد فاروقیؓ کی بیس رکعات والی روایات سے باقاعدہ استدلال کرتے ہیں اور انہی روایات پر ان کا عمل بھی ہے۔

غیر مقلدین سے ایک سوال

جبکہ غیر مقلدین حضرات صرف نقل روایت سے دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ اگر تعامل سلف کے بغیر صرف نقل روایت دلیل بن سکتی تو بخاری شریف کی بے شمار ایسی روایات کو امام

بخاری اور (بخاری بخاری کرنے والے غیر مقلدین) کا مذہب قرار دیا جا سکتا ہے جن پر امام بخاری سمیت اسلاف امت کا عمل نہیں بلکہ انہی روایات کی آڑ میں منکرین حدیث انکار حدیث کی تحریک پر عمل پیرا ہیں۔ اس لیے غیر مقلدین سے ہمارا سوال یہ ہے کہ وہ اکابر امت کے چند ایسے حوالے پیش کریں جن میں انہوں نے عہد فاروقیؓ کی آٹھ رکعات والی روایات سے استدلال کرتے ہوئے ان پر اپنے عمل کی بنیاد رکھی ہو لیکن ہمارا چیلنج ہے کہ ان شاء اللہ العزیز قیامت تک وہ ایسا نہ کر سکیں گے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے بارے میں آٹھ رکعات پڑھنے کا جو حوالہ پیش کیا جاتا ہے، ہم ثابت کریں گے کہ ان کی طرف منسوب یہ روایات صحیح نہیں ہیں۔

روایات میں تطبیق

اس مقام پر ہم اس بحث کو بھی تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتے کہ موطا امام مالکؒ کی آٹھ رکعات والی روایت جب صحت وثقاہت کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے تو اس میں وہم راوی کے نظریہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اس سے استدلال کیوں درست نہیں؟ تو اس کے بارے میں یہ بات ذہن نشین رکھیے کہ ہم غیر مقلدین کی طرح فرضی اور ہوائی باتوں پر یقین نہیں رکھتے بلکہ بحمد اللہ تعالیٰ اسلاف امت کی تحقیقات کی روشنی میں باحوالہ بات کرتے ہیں۔ ہم نے روایات کی تفصیل نقشہ کی صورت میں سامنے لا کر واضح کیا تھا کہ احدی عشرة رکعة کا جملہ وہم راوی معلوم ہوتا ہے اور اس کے لیے ہم نے حافظ ابن عبد البرؒ المالکی کا حوالہ بھی دیا تھا لیکن بعض ائمہ اہل سنت اس جملہ کو وہم راوی قرار دینے کے بجائے ۱۱ رکعات تراویح کے عمل کو عہد فاروقیؓ کے ابتدائی دور کا واقعہ تسلیم کرتے ہیں جسے بعد میں ترک کر کے ۲۰ رکعات کا عمل اختیار کر لیا گیا۔ ہمیں ان ائمہ کرام کا یہ موقف تسلیم کرنے سے بھی انکار نہیں۔ ممکن ہے ایسا ہی ہوا ہو۔ چنانچہ

(۱) امام ابو بکر بیہقی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ

وكان عمر لم يهذا العدد زمانا ثم كانوا يقومون على عهده بعشرين ركعة یعنی عہد فاروقیؓ میں کچھ عرصہ تک ۱۱ رکعات پر عمل رہا پھر ۲۰ رکعات کا عمل شروع ہو گیا۔ (معرفة ج ۳ ص ۱۹۲۔ تحفة الاخیار ص ۱۹۱) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ويمكن الجمع بين الروايتين فانهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين یعنی دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ پہلے ۱۱ رکعات کا عمل تھا، پھر ۲۰ رکعات کا جاری ہو گیا۔ (سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶) نیز فرماتے ہیں ثم استقر الامر على العشرين وهو المتوارث۔ پھر ۲۰ رکعات پر عمل پختہ ہو گیا اور یہی عمل جاری ہو گیا۔ (بحوالہ فتح الملہم ج ۳ ص ۳۲۰) گویا امام بیہقیؒ کے نزدیک ۸ رکعات والی روایات سے استدلال اب اس لیے صحیح نہیں رہا کہ اس پر تو عہد فاروقیؓ میں ہی عمل متروک ہو چکا تھا اور اسی عہد میں باقاعدہ ۲۰ رکعات کا عمل جاری ہو چکا تھا۔

(۲) امام ابن حبیب مالکیؒ فرماتے ہیں کہ

انها كانت اولا احدى عشرة ركعة الا انهم كانوا يطيلون القراءة فيه فثقل ذالك عليهم فزادوا في عدد الركعات وخففوا القراءة وكانوا يصلون عشرين ركعة غير الوتر۔ عہد فاروقیؓ میں پہلے لمبی قراءت کے ساتھ ۱۱ رکعات پڑھی جاتی تھیں جو طول قیام کی وجہ سے بوجھل محسوس ہونے لگیں۔ پھر قراءت مختصر کر کے رکعات بڑھا کر وتر کے علاوہ ۲۰ کر دی گئیں۔ (تحفة الاخیار ص ۱۹۲) گویا امام ابن حبیبؒ کے نزدیک بھی ۱۱ رکعات کا عمل عہد فاروقیؓ میں ہی متروک ہو چکا تھا۔

(۳) علامہ ابن عبد البرؒ مالکی فرماتے ہیں کہ

اختار في وقت تطويل القيام فجعلوها احدى عشرة وفي وقت عدد الركعات فجعلوها عشرين وقد استقر العمل على هذا یعنی پہلے طول قیام کے ساتھ ۱۱ رکعات تھیں پھر رکعات بڑھا کر ۲۰ کر دی گئیں اور اسی پر معاملہ پختہ ہو گیا۔ (تحفة الاحوذی ج ۲

ص ۴۷۔ هداية السالك ص ۱۳۸) گویا علامہ ابن عبد البرؒ کے نزدیک بھی اگر ۱۱ رکعات کا جملہ وہم راوی نہیں تو متروک العمل ضرور ہے اور ۲۰ رکعات کا عمل پختہ ہے۔

(۴) علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ

عہدِ فاروقیؓ میں پہلے ۱۱ رکعات تھیں پھر وتر وں سمیت ۲۳ رکعات ہو گئیں۔ فقد عدوا ما وقع فی زمان عمر کالاجماع۔ پھر اس ۲۰ کے عدد پر عہدِ فاروقیؓ میں ہی اجماع منعقد ہو گیا۔ (ارشاد الساری ج ۳ ص ۲۲۶۔ اوجز المسالك ج ۲ ص ۳۹۵) گویا علامہ قسطلانیؒ کے نزدیک بھی ۱۱ کا عمل عہدِ فاروقیؓ میں متروک اور ۲۰ کے عمل پر اجماع ہو چکا تھا۔

(۵) علامہ سید محمد انور شاہ کاشمیری الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ

وخفف فی القراءة وکافاها بازدیاد الرکعات فجعلها عشرين مكان العشرة یعنی حضرت عمرؓ نے (طویل قیام کی وجہ سے) قراءت میں تخفیف کر کے اس کی جگہ رکعات بڑھا دیں، پس وہ ۱۰ کے بجائے ۲۰ رکعات ہو گئیں۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۲۲۰)

چنانچہ یہی موقف...... امام ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی المالکیؒ کا زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۲۱۵ میں...... امام جلال الدین سیوطی الشافعیؒ کا الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۳۹ میں...... علامہ ملا علی قاری الحنفیؒ کا مرقات ج ۳ ص ۱۹۲ میں...... نواب قطب الدین دہلوی غیر مقلد کا مظاہر حق ج ۱ ص ۳۳۶ میں...... امام محی الدین نووی الشافعیؒ کا مرقات ج ۳ ص ۱۹۴ میں...... امام محمد بن عبد الباقی زرقانی الشافعیؒ کا زرقانی ج ۱ ص ۲۱۵ میں...... اور نواب وحید الزمان خان غیر مقلد کا ترجمہ موطا میں منقول ہے۔ جب ان تمام ائمہ کرامؒ کے نزدیک ۱۱ رکعات تراویح کا عمل عہدِ فاروقیؓ میں ہی متروک ہو چکا تھا اور اس کی جگہ ۲۰ رکعات کا عمل بالاجماع جاری ہو چکا تھا تو پھر اسے اپنے عمل کی بنیاد کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ فاعتبروا یا اولی الالباب ان کنتم تعقلون۔

بعض ائمہ کرامؒ کے نزدیک عہدِ فاروقیؓ کا ابتدائی عمل ۱۱ کی بجائے ۱۳ رکعات کا تھا جسے

بعد میں ترک کر کے ۲۰ رکعات کا عمل جاری کیا گیا چنانچہ امام عبد الوہاب شعرانی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ

وکانوا یصلونها فی اول زمان عمر بثلاث عشرة رکعة ثم ان عمر بفعلها ثلاث وعشرين رکعة واستقر الامر علی ذالک فی الامصار۔ یعنی عہدِ فاروقیؓ میں ابتداءً ۱۳ رکعات پڑھی جاتی تھیں پھر حضرت عمرؓ نے عملاً حکم جاری فرمایا اور ۲۳ رکعات ہو گئیں اور تمام شہروں میں اسی پر معاملہ پختہ ہو گیا...................... (کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۳۱)

﴿حاصلِ بحث﴾

عہدِ فاروقیؓ کی رکعات تراویح سے متعلق جملہ روایات کی فنی حیثیت اور ان کی روشنی میں اسلافِ امت کے تحقیقی اقوال آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اس تفصیلی بحث کے بعد تین نکتۂ نظر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

پہلا یہ کہ قیامِ رمضان میں سنتِ نبویؐ ۲۰ رکعات ہیں اور عہدِ فاروقیؓ میں اسی کا احیاء فرمایا گیا۔ اس بارے میں ۱۳ اور ۱۱ رکعات کی روایات وہم راوی پرمبنی ہیں......................

دوسرا یہ کہ سنتِ نبویؐ ۱۳ رکعات ہیں اور عہدِ فاروقیؓ میں ابتداءً اسی پر عمل جاری ہوا جو بعد میں ۱۳ کے بجائے ۲۰ رکعات کے عمل میں تبدیل کر دیا گیا اور پھر اسی پر اجماع ہو گیا۔ ۱۱ رکعات کی روایات وہم راوی پرمبنی ہیں...... تیسرا یہ کہ سنتِ نبویؐ ۱۱ رکعات ہیں اور عہدِ فاروقیؓ میں ابتداءً یہی عمل جاری ہوا جو بعد میں ۱۱ کے بجائے ۲۰ میں تبدیل ہو گیا اور پھر اسی پر اجماع منعقد ہو گیا۔ ۱۳ رکعات کا قول شاذ ہے۔

ان تینوں نکتہ ہائے نظر کو ملاحظہ فرمائیے۔ ان تینوں سے ہمارے موقف ونظریہ کی تائید ہوتی ہے اور ان آخر کار ۲۰ رکعات پر ہی لوٹتی ہے کہ اسی پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق اور امت کا اجماع ہوا اور باقی رکعات کا اگر واقعی وجود تھا تو ان پر عمل عہدِ فاروقیؓ سے ہی متروک ہو چکا تھا۔

عہد عثمانیؓ اور عہد علویؓ میں قیام رمضان

یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو چکنے کے بعد کہ عہد فاروقیؓ میں ۲۰ رکعات تراویح پر صحابہ کرامؓ کا اجماع منعقد ہو چکا تھا اب ہم عہد عثمانیؓ اور عہد علویؓ کی رکعات تراویح کا جائزہ لینا چاہیں گے۔ اسی باب کے گذشتہ اوراق میں ابن ابی ذئب کے حوالہ سے یہ روایت گزر چکی ہے کہ عہد فاروقیؓ اور عہد عثمانیؓ میں لوگ طویل قیام کے ساتھ ۲۰ رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (سنن الکبری ج ۲ ص ۴۹۶) اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ اس روایت کی توثیق کرنے والوں میں امام بیہقیؒ، امام نوویؒ، امام بغویؒ، علامہ عراقیؒ، امام سیوطیؒ، علامہ نیمویؒ، علامہ سبکیؒ، علامہ زیلعیؒ، علامہ عینیؒ، اور علامہ ملا علی قاریؒ جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں لیکن غیر مقلدین کی یہ بدقسمتی ہے کہ وہ ان جید ائمہ کی توثیق شدہ روایت کو مختلف حیلوں اور بہانوں کے ساتھ مسترد کرنے کے درپے ہیں۔ جب وہ سند کے اعتبار سے اس کی ثقاہت کا انکار نہ کر سکے تو انہوں نے یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ عہد فاروقیؓ و عثمانیؓ میں لوگ ۲۰ رکعات پڑھتے تو تھے لیکن ان کا یہ عمل حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے پوشیدہ تھا اور انہیں اس کی خبر نہ تھی۔ غیر مقلدین نے ان خلفاء راشدینؓ کو عصر حاضر کے حکمرانوں پر قیاس کر لیا ہے جنہیں اپنے مفادات سے ہٹ کر کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی حالانکہ کتب احادیث کے اندر جہاں ان کے دور میں لوگوں کے ۲۰ رکعات پڑھنے کا ذکر موجود ہے، وہاں یہ وضاحت بھی مذکور ہے کہ: ان عمر و عثمان کانا یقومان فی رمضان مع الناس
یعنی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ رمضان میں لوگوں کے ساتھ مل کر قیام کرتے تھے۔
(مدونۃ الکبری ج ۱ ص ۱۹۳)

یعنی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ لوگوں کے ۲۰ رکعات تراویح کے عمل سے غافل نہ تھے بلکہ اس اجتماعی عمل میں باقاعدہ شریک تھے۔ اور یہ ممکن بھی کیسے تھا کہ ان کے ادوار میں ایک خلاف سنت عمل مساجد کے اندر اجتماعی شکل اختیار کر گیا اور العیاذ باللہ تعالیٰ وہ اس

سے بے خبر رہے؟ حالانکہ مفتی اعظم حکومت سعودیہ الشیخ ابن بازؒ فرماتے ہیں کہ

والثلاث والعشرون فعلها عمر رضي الله عنه والصحابة فليس فيها نقص وليس فيها اختلاف بل هي من السنن من الخلفاء الراشدين یعنی ۲۳ رکعات حضرت عمرؓ اور صحابہ کرامؓ کا عمل ہے جس میں نہ نقص ہے اور نہ حرج بلکہ یہ خلفاء راشدینؓ کی سنتوں میں سے ہے۔ (مجموع فتاوی الشیخ ابن باز ج ۱۱ ص ۳۰۲)

(۱) حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ

وثبت باهتمام الصحابة على عشرين في عهد عمر وعثمان وعلي فمن بعدهم یعنی صحابہ کرامؓ کے اہتمام سے ثابت ہے کہ عہد فاروقیؓ، عہد عثمانیؓ، عہد علویؓ اور ان کے بعد بھی ۲۰ رکعات تراویح کا عمل جاری رہا۔ (عمدۃ الرعایۃ ج ۱ ص ۱۷۵۔ التعلیق الممجد ص ۱۳۰)

(۲) حضرت ابوالحسناءؒ فرماتے ہیں کہ

ان علیا امر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة یعنی حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو رمضان میں بیس رکعات پڑھانے کا حکم دیا .... (کنز العمال ج ۴ ص ۲۸۴)

اس روایت پر غیر مقلدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں ابوالحسناء مجہول ہے حالانکہ ان کا یہ اعتراض خلاف حقیقت ہے چنانچہ ان کے اس اعتراض کے جواب میں حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ فرماتے ہیں کہ:

> ابوالحسناء دو ہیں۔ ایک حکیم بن عتیبہ سے روایت کرتا ہے اور اس سے شریک نخعی روایت کرتے ہیں۔ اسی کو حافظ ابن حجرؒ نے مجہول قرار دیا ہے۔ دوسرا حضرت علیؓ سے روایت کرتا ہے اور اس سے ابو سعد بقال اور عمرو بن قیس روایت کرتے ہیں۔ مذکورہ روایت میں یہی ابوالحسناء ہے .... (رکعات تراویح ص ۷۸)

معلوم ہوا کہ ابوالحسناء دو ہیں۔ جسے حافظ ابن حجرؒ مجہول قرار دے رہے ہیں، وہ ہمارا راوی نہیں۔ اور جو ہماری روایت کا راوی ہے، وہ مجہول نہیں کیونکہ جس راوی سے دو شاگرد روایت کر رہے ہیں، وہ مجہول نہیں رہتا اور ابوالحسناء سے دو شاگرد ابو سعد بقال اور

عمرو بن قیس روایت کرتے ہیں۔ اگر بالفرض یہ وہی ابو الحسناء ہے جس کو حافظ ابن حجر مجہول قرار دیتے ہیں تو پھر بھی اسے مجہول قرار دینا حافظ ابن حجر کا وہم ہے۔ چنانچہ ہماری پیش کردہ روایت پر اعتراض کرتے ہوئے جب شیخ البانی نے ابو الحسناء کو مجہول قرار دیا تو مدرس حرم شیخ اسماعیل بن محمد انصاری نے اس کے جواب میں لکھا کہ:

> ناصر الدین البانی اور حافظ ابن حجرؒ نے ابو الحسناء کو مجہول قرار دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو بشر الدولابی الحنفیؒ نے اپنی کتاب "الاسماء والکنیٰ" میں یحییٰ بن معین کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ابو الحسناء سے شریک نخعی اور حسن بن صالح کوفی روایت کرتے ہیں۔ والمقرر فی قواعد الحدیث ان روایۃ اثنین عن الراوی ترفع عنہ اسم الجہالۃ۔ اور اصول حدیث کے مقررہ ضابطے کے مطابق جس راوی سے دو شاگرد روایت کریں، اس پر سے جہالت کا الزام ختم ہو جاتا ہے اور یہ اصول امام دارقطنی نے اپنی سنن میں، حافظ ابن عبد البرؒ نے "الاستذکار" میں اور خطیب بغدادی نے "الکفایہ" میں بیان کیا ہے۔ (تصحیح حدیث صلوٰۃ التراویح عشرین رکعۃ ص ۳۹)

شیخ البانی کو یہی جواب شیخ یحییٰ بن عبد اللہ بن مانع الحمیری الشافعی (نائب السعد بیر للاوقاف دبئی متحدہ عرب امارات) نے اپنے رسالہ القول الصحیح فی صلوٰۃ التراویح ص ۶۱ میں دیا ہے۔ گویا جس ابو الحسناء کو حافظ ابن حجر مجہول قرار دے رہے ہیں، وہ بھی مجہول نہیں کیونکہ اس سے اس کے دو شاگرد شریک نخعی اور حسن بن صالح کوفی روایت کرتے ہیں لہٰذا اس پر بھی جہالت کا الزام ختم ہو گیا۔

(۳) حضرت عبد الرحمٰن السلمیؒ فرماتے ہیں کہ

حضرت علیؓ نے رمضان میں قراء کو بلایا فامر منہم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ وکان علی یوتر بہم۔ ان میں سے ایک قاری کو ۲۰ رکعات پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علیؓ نے لوگوں کو وتر پڑھائے۔ (سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶)

اسی روایت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت امام ابن تیمیہ حنبلی فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی قائم کی ہوئی جماعت کو توڑا نہیں بلکہ اسے برقرار رکھا۔ (منہاج السنۃ ج ۴ ص ۲۲۴) ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے زمانوں میں بھی ۲۰ رکعات تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں اور وہ خود اس تراویح کے عمل میں شریک رہے تھے۔

تعصب یا جہالت؟

لیکن غیر مقلدین کے تعصب کا یہ عالم ہے کہ وہ ان تمام روایات اور ان کی روشنی میں منقول اقوال سلف کو نظر انداز کرتے ہوئے بضد ہیں کہ خلفاء راشدینؓ کے عمل سے بیس رکعات تراویح ثابت نہیں چنانچہ مولانا میاں نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں کہ

> جب حضرت عمرؓ نے ۲۰ رکعات تراویح پڑھانے کا حکم کیا تو ظاہر ہے کہ خود بھی گیارہ ہی رکعات پڑھتے رہے ہوں گے اور خلفاء راشدینؓ میں سے حضرت ابوبکر و حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم کا حال صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ یہ لوگ کے رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔ ...... (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۳۹)

اور ص ۳۳۰ پر بعینہ یہی موقف مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوری نے اختیار کیا ہے۔ ان حضرات کے اس موقف کو تعصب کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ علامہ عبد الرحمٰن الجزیریؒ فرماتے ہیں کہ:

> وقد بین فعل عمر ان عددھا عشرون حیث انہ جمع الناس اخیرا علی ھذا العدد فی المسجد ووافقہ الصحابۃ علی ذالک ولم یوجد لھم مخالف من بعدھم من الخلفاء الراشدینؓ۔ بے شک حضرت عمرؓ کے عمل نے ظاہر کر دیا کہ تراویح کی تعداد ۲۰ ہے کیونکہ انہوں نے مسجد کے اندر لوگوں کو بالآخر اسی عدد پر جمع کر دیا اور صحابہ کرامؓ نے ان کی موافقت کی اور ان کے بعد کے خلفاء راشدینؓ میں سے بھی کسی نے ان سے اختلاف نہیں کیا ......

.... (الفقه على المذاهب الاربعة ص ۳۳۱)

نیز گذشتہ صفحات میں مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ بن باز کے مجموعہ فتاویٰ کے حوالے سے یہ فتویٰ بھی گزر چکا ہے کہ ۲۰ رکعات تراویح حضرت عمرؓ سے ثابت اور خلفاء راشدینؓ کی سنت ہے۔

حضرت علیؓ کی دعائیں حضرت عمرؓ کے لیے

حضرت عمرؓ کی طرف سے جماعت تراویح کے احیاء کا عمل حضرت علیؓ کو اتنا پسند تھا کہ باوجود اس کے کہ وہ اس کے احیاء کی مشاورت میں خود شریک تھے لیکن حضرت عمرؓ کو اس عمل پر دعائیں دیتے تھے۔ چنانچہ ابو اسحاق ہمدانیؒ فرماتے ہیں کہ:

رمضان کی پہلی شب حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہوئے۔ چراغ روشن تھے اور (نمازِ تراویح میں) قرآن پڑھا جا رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نور الله لك يا ابن الخطاب في قبرك كما نورت مساجد الله تعالى بالقرآن۔
اے عمر بن الخطاب، اللہ تیری قبر کو اسی طرح منور کرے جس طرح تو نے اللہ تعالیٰ کی مساجد کو تلاوت قرآن سے روشن کر دیا۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۲۸۴)

دوران تراویح مساجد کے اندر تین قسم کے انوار جمع تھے۔ ایک ظاہری اور دو باطنی۔ ظاہری نور ان قندیلوں کا تھا جو اس وقت مساجد کے اندر بکثرت جلائی جاتی تھیں جس کے بارے میں علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودیؒ فرماتے ہیں کہ مسجد کے اندر روشنی کے لیے چراغ بکثرت جلانے کا سلسلہ حضرت عمرؓ نے اس وقت شروع کیا لما جمع الناس في التراويح على امام واحد. جب انہوں نے تراویح کے لیے لوگوں کو ایک امام پر جمع کیا۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۶۷۰) دوسرا نور قیام رمضان کی جماعت کا تھا جس کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ وہی ہیں جنہوں نے ماہ صیام کو نماز تراویح (کی جماعت) سے منور فرمایا۔ (ازالۃ الخفاء مترجم ج ۳ ص ۱۸۴) اور تیسرا نور نماز تراویح کے اندر تلاوت قرآن کا تھا جس کی طرف اشارہ کر کے

حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کو دعائیں دے رہے ہیں۔

سنت خلفاء راشدینؓ کی شرعی حیثیت

یہ معلوم ہو چکنے کے بعد کہ ۲۰ رکعات تراویح خلفاء راشدینؓ کی سنت ہے، یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ سنت خلفاء راشدینؓ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بدقسمتی سے غیر مقلدین نے اس مسئلے میں بھی جمہور اہل سنت سے اختلاف کرتے ہوئے سنت خلفاء راشدینؓ کو حجت شرعیہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدینؓ کے کسی عمل پر مواظبت سے بھی سنت موکدہ ثابت نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۳۲۔ تفصیلی حوالہ ساتویں باب میں ملاحظہ فرمائیں) اور نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں کہ وذهب الجمهور الى ان اجماع الخلفاء الاربعة ليس بحجة وهو الحق۔ جمہور کے نزدیک خلفاء اربعہ (حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت عثمان ذی النورینؓ اور حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہم) کا اجماع حجت نہیں اور یہی حق ہے۔ (حصول المامول ص ۶۵)

حالانکہ اہل سنت کے نزدیک خلفاء راشدینؓ کی سنت اور اجماع حجت شرعیہ ہے چنانچہ علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں کہ سنت خلفاء راشدینؓ بھی سنت نبوی کی طرح سنت ہے كما في الاصول ان السنة سنة الخلفاء وسنته عليه السلام جیسا کہ اصول میں سنت کا اطلاق سنت نبوی اور سنت خلفاء راشدینؓ دونوں پر کیا گیا ہے۔ (العرف الشذی ص ۳۰۹) اور حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ فقہاء اور اصولیین کے نزدیک سنت وہ ہے ما واظب عليه النبي ﷺ او الخلفاء الراشدون جس پر آنحضرت ﷺ یا خلفاء راشدینؓ نے مواظبت اختیار کی ہو۔ (اعلاء السنن ج ۷ ص ۶۹)

ہمارے فقہاء کرام کا استدلال حدیث عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹۔ ترمذی ج ۲ ص ۹۲) سے ہے

اسی لیے کتب حدیث میں اس کی صراحت مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شرابی کو چالیس چالیس کوڑے لگائے اور حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے۔ وکل سنة ،ان میں ہر عمل سنت ہے۔(مسلم ج ۲ ص ۷۲۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۱) یہی وجہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک شرابی کے لیے حد اسی کوڑے ہے......(فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۲۸۵......ہدایہ ج ۱ ص ۵۰۸)

علامہ ابن عبد البر مالکیؒ، امام محمدؒ اور امام مالکؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ جب ہمارے پاس دو مختلف حدیثیں پہنچیں اور یہ خبر بھی پہنچے کہ ان میں سے ایک حدیث پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے عمل کیا ہے اور دوسری ترک کی ہے تو کان فی ذالک دلالة ان الحق فی ما عملا به۔ قابل عمل وہی حدیث ہوگی جس پر ان حضرات نے عمل کیا ہے۔(التمہید ج ۳ ص ۳۵۳) گویا حدیث رسول پر عمل کے لیے صرف صحت سند ہی کافی نہیں بلکہ تعامل خلفاء راشدینؓ بھی دیکھا جائے گا۔ چنانچہ حافظ ابن رجب الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ

> والسنة هی الطريق المسلوكة فيشمل ذلک التمسک بما كان عليه هو والخلفاء الراشدون وهذه السنة الكاملة ، سنت وہ راستہ ہے جس پر آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدینؓ چلے اور یہی سنت کاملہ ہے۔(جامع العلوم ج ۱ ص ۱۹۱)

(حاصل بحث) زیر نظر باب کے ٹھوس حوالہ جات کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ......(۱) ۲۰ رکعات نماز تراویح حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ تینوں خلفاء راشدینؓ کی سنت ہے......(۲) اور خلفاء راشدینؓ کی سنت پر امت کے لیے سنت نبوی کی طرح عمل لازم ہے۔ اس کے بعد بھی ۲۰ رکعات تراویح کے سنت ہونے سے انکار کرنا خالص غیر مقلدیت نہیں تو کیا ہے؟

﴿باب چہارم﴾

تعامل خیر القرون

صحابہ کرامؓ اور رکعات تراویح

سنت خلفاء راشدینؓ کی روشنی میں رکعات تراویح کی تفصیلی بحث کے بعد اب ہم تعامل صحابہ کرامؓ کی روشنی میں رکعات تراویح کا جائزہ لینا چاہیں گے۔ اتنی بات تو غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ ۲۰ رکعات پڑھتے تھے۔(ملاحظہ فرمایئے تحریک آزادی فکر ص ۳۳۲۔ فتاویٰ برکاتیہ ص ۸۱۔ فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۵۳) لیکن ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ۲۰ رکعات تراویح پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو چکا تھا۔ آیئے اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) زید بن وہب فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ رمضان میں ہمارے ساتھ نماز پڑھتے۔ امام اعمشؒ فرماتے ہیں: کان یصلی عشرین رکعة و یوتر بثلاث یعنی وہ ۲۳ رکعات پڑھتے۔(قیام اللیل ص ۱۵۷)......(۲) حافظ ابن حجر مکی الشافعیؒ فرماتے ہیں و لکن اجمعت الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعة ۔۲۰ رکعت تراویح پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو چکا ہے۔(المصابیح ص ۱۸۔ تحفة الاخیار ص ۱۹۷)......(۳) علامہ ابن تیمیہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ ۲۰ رکعات سنت ہے لانه قام بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر (اس لیے کہ مہاجرین و انصار صحابہؓ کی موجودگی میں پڑھی گئیں اور کسی نے ان سے انکار نہیں کیا۔(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۳ ص ۱۱۲)......(۴) علامہ ملا علی قاریؒ مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۳ میں......(۵) علامہ عبد الحی لکھنویؒ التعلیق الممجد ص ۱۳۰ میں......(۶) علامہ قسطلانیؒ

ارشاد الساری ج ۳ ص ۲۲۶ میں......(۷) علامہ قاضی خان فتاویٰ ج ۱ ص ۱۱۰ میں......(۸) علامہ شمس الدین الحنبلیؒ شرح مقنع ج ۱ ص ۸۵۲ میں......(۹) امام نووی الشافعیؒ کتاب الاذکار ص ۸۳ میں......(۱۰) علامہ طحطاوی الحنفی طحطاوی ص ۲۲۸ میں......(۱۱) علامہ شرنبلالی الحنفیؒ مراقی الفلاح ص ۸۱ میں......(۱۲) حافظ ابن ہمام الحنفیؒ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۷ میں......(۱۳) علامہ ابن نجیم الحنفیؒ البحر الرائق ج ۲ ص ۶۶ میں......(۱۴) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ما ثبت بالسنۃ ص ۲۱۷ میں......(۱۵) علامہ ابن عابدین شامی الحنفیؒ رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۱ میں......(۱۶) علامہ کاسانی الحنفیؒ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۸ میں......(۱۷) علامہ تاج الدین بکی الشافعیؒ مصابیح ص ۱۶ میں......(۱۸) امام جلال الدین سیوطیؒ مصابیح ص ۱۶ میں......(۱۹) علامہ حلبی الحنفیؒ، شرح منیۃ المصلی ص ۲۸۸ میں......(۲۰) اور امام ابو حامد غزالی الشافعیؒ احیاء العلوم میں......۲۰ رکعت تراویح پر صحابہ کرامؓ کا اجماع نقل کرتے ہیں......(۲۱) اور امام ابن قدامہ الحنبلیؒ حدیث ابن رومان اور اثر حضرت علیؓ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں وھذا کالاجماع یہ گویا اجماع صحابہؓ ہے۔ (مغنی ج ۱ ص ۸۰۳)

گویا مختلف فقہی مذاہب سے تعلق رکھنے والے مندرجہ بالا ائمہ ۲۰ رکعات تراویح پر اجماع صحابہؓ منعقد ہونے پر متفق ہیں اور اس پر کوئی قابل ذکر انکار موجود نہیں۔

تعامل صحابہؓ کی شرعی حیثیت

۲۰ رکعات تراویح پر اجماع صحابہؓ کے تذکرہ کے بعد تعامل صحابہؓ کی شرعی حیثیت پر مختصر بحث بھی ضروری ہے کیونکہ اس مسئلے پر بھی غیر مقلدین جمہور اہل سنت سے الگ نظریہ رکھتے ہیں۔ آیئے ان کے نظریہ کی ایک جھلک ملاحظہ فرمالیجیے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ میرا مذہب اور عقیدہ ہے کہ میں خدا

ورسول کے سوا کسی ایک یا کئی اشخاص کا قول یا فعل حجت شرعیہ نہیں جانتا۔ (مظالم روپڑی ص ۵۶)......مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ امام شوکانی نے دلیل عدم حجت اقوال صحابہؓ بیان کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے بجز آنحضرت ﷺ کے کسی کا اتباع کسی پر لازم نہیں کیا۔ کتاب وسنت اور اجماع امت اس پر شاہد ہیں۔ (ایضاً ص ۵۷)......مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ سے حجت شرعیہ قائم نہیں ہو سکتی۔ (ایضاً)......نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی تفسیر قرآن حجت نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۱۳۹)......نواب نور الحسن خان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اجتہاد امت کے کسی فرد پر حجت نہیں۔ (عرف الجادی ص ۲۰۷)

غیر مقلدین کے مذکورہ نظریات کے بالکل برعکس اہل السنت والجماعت کا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امت کے تہتر فرقوں کی خبر دی اور فرمایا ان میں سے ایک فرقہ ناجی ہے۔ پوچھا گیا، کون سا؟ فرمایا اہل السنت والجماعت۔ پوچھا گیا، سنت اور جماعت سے کیا مراد ہے؟ فرمایا، وہ طریقہ جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔ (الملل والنحل علامہ عبدالکریم شہرستانی ج ۱ ص ۱۳)

گویا اس فرمان نبوی کے مطابق نام کے اعتبار سے اہل سنت والجماعت اور پہچان کے اعتبار سے ما انا علیہ واصحابی مدار نجات ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے نقش قدم پر چلو، بدعات سے بچو فقد کفیتم۔ یہ تمہاری نجات کے لیے کافی ہے۔ (الاعتصام للشاطبیؒ ج ۱ ص ۵۴)......امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی اقتدا ان کے عہد میں بھی کی جائے گی اور بعد میں بھی۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۶)......امام حسن البصریؒ فرماتے ہیں کہ علما جو باتیں صحابہؓ سے روایت کریں، وہ لے لو اور جو اپنی طرف سے بیان کریں، وہ چھوڑ دو۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۵۶)......کیونکہ یہ اصول موجود ہے کہ اذا تنازع الخبران عن النبی ﷺ نظر الی ما عمل بہ اصحابہ

من بعدہ۔ جب آنحضرت ﷺ سے دو مختلف حدیثیں منقول ہوں تو پھر صحابہ کرامؓ کے عمل کو دیکھو کہ ان کا عمل ان میں سے کس حدیث پر ہے۔ وہی عمل سنت ہوگا (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۷۶)...... علامہ عبدالرحمن بن خلدون المالکیؒ فرماتے ہیں کہ جب صحابہ کرامؓ خود طعن وتشنیع سے پاک ہوئے تو ان کے اجماع پر کون مومن یہ شک کرسکتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ بغیر کسی دلیل شرعی کے متفق القول والعمل ہو گئے ہوں گے۔ (مقدمہ ص ۴۳۲)...... مولانا عبدالجبار غزنوی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ جس امر کا ترک باجماع صحابہؓ بنقل صحیح ثابت ہو جائے تو بموجب قاعدۂ محدثین اس کا متروک العمل ہونا دلیل نسخ ہے۔ ......(اثبات الالہام والبیعۃ ص ۷)

ان حوالہ جات کو بار بار ملاحظہ فرمایئے اور فریقین (اہل سنت والجماعت اور غیر مقلدین) کے نظریات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ چنانچہ اہل سنت کے نظریہ کی تائید میں علامہ فاخر الہ آبادی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اہل سنت فرقہ ناجیہ ہے جنہوں نے سیرت نبوی اور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ ما انا علیہ و اصحابی ان کا طرہ امتیاز ہے (رسالہ نجاتیہ ص ۴۷)...... مولوی عنایت اللہ اثری غیر مقلد فرماتے ہیں کہ علیؓ نے فرمایا اہل سنت وہ ہیں جو سنن نبوی پر عامل ہوں اور اہل بدعت وہ ہیں جو ان کے خلاف ہوں۔ اہل جماعت صحابہؓ ہیں اور اہل تفریق وہ ہیں جو ان سے الگ ہوں۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں لوگ اہل سنت تھے۔ (جنان العجیبہ ص ۱۳۶)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ غیر مقلدین کا شمار اہل سنت کی مخالفت کی وجہ سے اہل بدعت میں اور تعامل صحابہ سے علیحدگی کی وجہ سے اہل تفریق میں ہوتا ہے کیونکہ جب براہین قاطعہ سے ثابت ہو چکا کہ ۲۰ رکعات تراویح پر صحابہ کرامؓ کا بھی اجماع ہے اور ان کے بعد کے تمام اہل سنت والجماعت کا بھی تو اس سے اختلاف وعلیحدگی بدعت وتفریق کے سوا کیا کہلا سکتی ہے؟

﴿تراویح مدینہ منورہ میں﴾

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ کے دارالخلافہ کی حیثیت سے عہد فاروقی میں تراویح کو اجتماعی شکل دینے کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا۔ ہم بالتفصیل بیان کر چکے ہیں کہ عہد خلافت راشدہ میں مدینہ منورہ کے اندر ۲۰ رکعات تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں۔ اس کے بعد اس میں کیا کیا تغیر آئے؟ اور ان کے اسباب کیا تھے؟ اب ہم اس پر مختصر بحث کریں گے اور یہ بحث ہم نے چار حصوں میں تقسیم کی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) مدینہ منورہ کے اندر رکعات تراویح میں تغیر کب اور کتنا آیا؟

خلافت راشدہ موعودہ کے ختم ہونے کے تقریباً ۲۳ سال بعد واقعہ حرہ کے قریب (۴۰ ہجری میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی شہادت پر خلافت راشدہ موعودہ کا دور ختم ہو گیا اور واقعہ حرہ ۶۳ ہجری میں اس وقت پیش آیا جب واقعہ کربلا کے بعد اصحاب مدینہ نے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے یزید کی بیعت توڑ دی تو یزیدی فوجوں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے جو قتل وغارت کا بازار گرم کیا، تاریخ میں اسے واقعہ حرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) مدینہ منورہ میں رکعات تراویح بڑھا دی گئیں چنانچہ علامہ سلیمان الباجیؒ فرماتے ہیں کہ

> وکان الامر علی ذالک الی یوم الحرۃ فثقل علیہم القیام فنقصوا من القراءۃ وزادوا الرکعات فجعلت ستا وثلاثین غیر الشفع والوتر یعنی واقعہ حرہ تک ۲۰ رکعات کا دستور رہا۔ پھر لوگوں نے طول قیام کے بجائے کثرت رکعات اختیار کر کے وتروں کے علاوہ رکعات ۳۶ کر دیں۔ (زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۲۳۹) رکعات میں یہ اضافہ واقعہ حرہ کے کتنا عرصہ بعد ہوا؟ کہا جاتا ہے کہ یہ تبدیلی اس وقت آئی جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ منورہ کے حاکم وگورنر تھے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۵۳۲) اور

حضرت عبد بن عبد العزیزؒ ۸۶ہجری سے ۹۳ ہجری تک مدینہ کے گورنر رہے۔
گویا رکعات کے اندر یہ تبدیلی عہد خلافت راشدہ کے تقریباً ۵۰ سال بعد آئی البتہ امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن حلیمہ صحابی قبل از واقعہ حرہ بھی ۴۱ رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۴) کیونکہ وہ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے لیکن یہ ان کا انفرادی عمل تھا۔ ممکن ہے تراویح ۲۰ رکعات پڑھنے کے بعد نوافل پڑھتے ہوں اور کسی نے ان کی تراویح سمیت ساری رکعات شمار کر لی ہوں اور بعد کے حضرات نے ان کی نسبت صحابیت کی وجہ سے انہی کے عمل کی بنیاد پر رکعات بڑھا لی ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ چنانچہ حضرت داؤد بن قیس فرماتے ہیں کہ

ادرکت الناس فی امارۃ ابان بن عثمان و عمر بن عبد العزیز یعنی بالمدینۃ یقوم بست وثلاثین رکعۃ ویوترون بثلاث ۔ میں نے مدینہ منورہ کے اندر ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں لوگوں کو ۳۶ رکعات اور ۳ وتر پڑھتے دیکھا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۲۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)…… امام شافعیؒ فرماتے ہیں رایت الناس یقومون بالمدینۃ بتسع وثلاثین ۔ میں نے مدینہ میں لوگوں کو ۳۹ رکعات (۳۶ رکعات اور ۳ وتر) تراویح پڑھتے ہوئے دیکھا…………(کتاب الام ج ۱ ص ۱۲۵)

رکعات تراویح کی تعداد ۲۰ سے ۳۶ تک واقعہ حرہ سے پہلے پہنچی یا بعد میں؟ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ یہ تبدیلی عہد خلافت راشدہ کے بہت بعد عمل میں آئی۔ عہد خلافت راشدہ میں ۳۶ رکعات کا وجود نہ تھا۔

(۲) رکعات میں اضافہ کیوں ہوا؟

یہ تو معلوم ہو چکا کہ رکعات تراویح میں اضافہ واقعہ حرہ کے قریب ہوا اور ۱۶ یا ۲۰ رکعات کا ہوا۔ اب ہم یہ جاننا چاہیں گے کہ یہ اضافہ کیوں ہوا؟ اس کی وجہ کیا بنی؟ چنانچہ اس کا سبب بیان کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ نے تشبہا

لاھل مکۃ اہل مکہ سے مشابہت کے لیے ۳۶ رکعات اختیار کر لیں کیونکہ اہل مکہ ہر ۴ رکعات کے بعد طواف کعبہ کر لیتے تھے ولا یطوفون بعد الخامسۃ اور پانچویں ترویحہ کے بعد وہ طواف نہیں کرتے تھے۔ پس اہل مدینہ طواف کی جگہ ہر ۴ رکعات کے بعد ۴ رکعات نفل پڑھ لیتے تھے۔ (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۴۸) یعنی ۴ ترویحوں کے بعد چار چار رکعات بڑھانے سے ۱۶ رکعات زائد ہو کر ۳۶ رکعات بن گئیں۔
رکعات بڑھانے کی یہی علت علامہ ابن قدامہ الحنبلیؒ نے مغنی ج ۲ ص ۱۶۷ میں، شیخ عبد الحق دہلویؒ نے ماثبت بالسنۃ ص ۲۱۰ میں، علامہ عبد الحی لکھنویؒ نے فتاویٰ ص ۲۳۸ میں، شاہ عبد العزیز دہلویؒ نے فتاویٰ عزیزی ص ۲۳۸ میں اور علامہ ابن عبد البرؒ و ابن حبیب مالکیؒ نے زرقانی ج ۱ ص ۲۳۹ میں بیان کی ہے۔ گویا ان کی اضافی رکعات نماز تراویح کا حصہ نہ تھیں بلکہ درمیان کی نفلی عبادت میں شامل تھیں۔

(مسئلہ):

اہل مکہ و اصحاب مدینہ کے اسی عمل کی بنیاد پر فقہاء کرام نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ پھر ترویحہ کے بعد بیٹھنے کے وقت لوگوں کو اختیار ہے، چاہے تو تسبیح پڑھتے رہیں، چاہے تو خاموش بیٹھے رہیں۔ مکہ کے لوگ ہر ترویحہ کے بعد ۱ مرتبہ طواف کر لیتے تھے اور مدینہ کے لوگ ۴ رکعات بڑھا لیتے تھے۔ (فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۱۸۵)

<u>ضروری وضاحت</u>: مذکورہ بحث سے یہ وضاحت بھی سامنے آ جاتی ہے کہ مختلف آثار میں جو ۳۶ یا ۴۰ رکعات کا اختلاف موجود ہے، وہ پانچویں ترویحہ کے بعد کے عمل پر موقوف ہے۔ جو حضرات پانچویں ترویحہ کے بعد ۴ رکعات ادا کرتے، ان کی رکعات ۴۰ ہو جاتیں اور جو پانچویں ترویحہ کے بعد ۴ رکعات ادا نہ کرتے، ان کی رکعات کی تعداد ۳۶ ہوتی اور پانچویں ترویحہ کے بعد استراحت کے حکم شرعی کے بارے میں فقہاء کرام کے اختلاف کی مختصر بحث آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۳) اضافی رکعات کی مسنون حیثیت:

گذشتہ اوراق میں ہم دلائل کے ساتھ باحوالہ بحث کر چکے ہیں کہ سنت نبوی، تعامل خلفاء راشدینؓ اور اجماع صحابہؓ کی روشنی میں رکعات تراویح کا عدد ۲۰، سے متجاوز ہرگز نہ تھا اس اعتبار سے ۲۰، سے زائد رکعات کا تعلق مسنون عمل سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ان کی حیثیت صرف نوافل کی ہوگی بلکہ ائمہ مجتہدین کے درمیان تو بین الترویحتین (یعنی دو ترویحوں کے درمیان) نوافل پڑھنے کے بارے میں بھی اختلاف موجود ہے۔ بعض کے نزدیک وہ جائز ہیں اور بعض کے نزدیک مکروہ چنانچہ فقہ مالکی کے نامور ترجمان امام ابن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے سوال کیا عن التنفل فی ما بین الترویحتین۔ دو ترویحوں کے درمیان نفل پڑھنے کے بارے میں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ لا باس بذالک۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (اعلاء السنن ج ۷ ص ۶۸) جبکہ امام ابن قدامہ الحنبلی فرماتے ہیں کہ وکرہ ابو عبد اللہ التطوع بین الترویحتین۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بین الترویحتین نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ (المغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۸۰۵) شمس الائمہ امام سرخسی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ قال ابو حنیفۃ یصلی عشرین رکعۃ کما ھو السنۃ ویصلی الباقی فرادی کل تسلیمتین اربع رکعات وھذا مذھبنا وقال الشافعی لا باس باداء الکل جماعۃ یعنی امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ۲۰ رکعات باجماعت پڑھے جیسا کہ سنت ہے۔ باقی چار چار رکعات دو سلاموں کے ساتھ اکیلا پڑھے اور یہی ہمارا مذہب ہے جبکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ نوافل بھی باجماعت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (مبسوط ج ۲ ص ۱۴۴)

گویا ان حوالہ جات کی روشنی میں تین نقطہ نظر سامنے آتے ہیں

پہلا امام احمد بن حنبلؒ کا جن کے نزدیک بین الترویحتین نوافل پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے۔

دوسرا امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا جن کے نزدیک بین الترویحتین باجماعت نوافل

پڑھنا بھی جائز ہے اور بلا جماعت بھی...... تیسرا امام اعظم ابوحنیفہؒ کا جن کے نزدیک بین الترویحتین باجماعت نوافل مکروہ اور بلا جماعت جائز ہیں۔

ائمہ مجتہدین کے اس اختلاف سے ظاہر ہے کہ ۲۰ رکعات سے زائد اضافی رکعات کی حیثیت صرف نوافل کی ہے اسی لیے اہل مدینہ کے ۳۶ یا ۴۰ رکعات اختیار کرنے کے عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے امام موفق الدین ابن قدامہ الحنبلی فرماتے ہیں کہ:

(اہل مدینہ نے ۳۶ رکعات کا عمل اختیار کیا لیکن) وما کان اصحاب رسول اللہ ﷺ اولی واحق ان یتبع۔ صحابہ کرامؓ کا عمل ان سے فائق ہے اور وہ اتباع کے زیادہ حقدار ہیں۔ .... (المغنی ج ۱ ص ۱۹۷)

اور واقعی حقیقت یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ فرمان نبوی کے مطابق نجوم ہدایت اور معیار حق وصداقت ہونے کی بناء پر اتباع وپیروی کے اولین حقدار ہیں اور یہی جمہور اہل سنت کا نظریہ ہے۔

(۴) مدینہ منورہ میں تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ:

یہ حقیقت واضح ہو چکنے کے بعد کہ اہل مدینہ کا عمل ۳۶ رکعات کا تھا اور ان کی ۲۰ سے زائد اضافی رکعات کی حیثیت سنت کی نہ تھی بلکہ صرف نوافل کی تھی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مدینہ منورہ میں رکعات تراویح کا عمل ہمیشہ ۳۶ کا رہا یا اس میں کوئی تغیر وتبدل رونما ہوتا رہا؟ چنانچہ مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے سابق قاضی شیخ عطیہ سالم نے مسجد نبوی کے اندر نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر "التراویح اکثر من الف عام" کے نام سے ایک مستقل کتاب تالیف فرمائی ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں کہ

"عہد خلافت راشدہ میں مسجد نبوی کے اندر ۲۰ رکعات تراویح پڑھی جاتی تھیں جو بعد میں بڑھا کر ۳۶ رکعات کر دی گئیں اور تیسری صدی ہجری کے آخر تک وہاں ۳۶ رکعات کا عمل جاری رہا۔ پھر چوتھی صدی ہجری کے آغاز سے لے کر آٹھویں صدی کے وسط تک مسجد نبوی میں ۲۰ رکعات تراویح پر عمل جاری رہا اور آٹھویں صدی کے وسط سے لے کر چودھویں صدی کے وسط تک رات کے اول

حصے میں ۲۰ رکعات پڑھی جاتیں اور آخری حصے میں ۱۶ رکعات پڑھی جاتیں۔
پھر جب چودھویں صدی کے وسط میں حکومت سعودیہ کا قیام عمل میں آیا تو مسجد نبوی کے اندر پھر ۲۰ رکعات پر اکتفا کر لیا گیا۔ اب پہلی ۱۰ رکعتیں پانچ سلاموں کے ساتھ شیخ عبدالعزیز پڑھاتے ہیں اور آخری ۱۰ رکعات پانچ سلاموں کے ساتھ شیخ عبدالمجید پڑھاتے ہیں۔ فیکون العشرون رکعة کاملة (ملخصا)
اور شیخ عیسیٰ بن عبداللہ بن مانع حمیری الشافعی (نائب مدیر الاوقاف دبئی متحدہ عرب امارات) فرماتے ہیں کہ جب حافظ زین الدین عراقی الشافعی (المتوفی ۸۰۶) مسجد نبوی کے امام تھے تو انہوں نے خلفاء راشدین کی سنت کا احیا فرمایا۔ فکان یصلی التراویح اول اللیل بعشرین رکعة علی المعتاد ثم یقوم آخر اللیل فی المسجد بست عشرة رکعة واستمر ذالک عمل اهل المدینة بعده فهم علیه الی الان یعنی وہ اول شب ہمیشہ ۲۰ رکعات تراویح پڑھاتے اور آخر شب مسجد کے اندر ۱۶ رکعات نوافل پڑھاتے اور اس کے بعد آج تک یہی عمل جاری ہے۔ (القول الصحیح فی صلاة التراویح ص ۱۸)
الشیخ عطیہ سالم اور الشیخ حمیری کے مذکورہ فرامین سے تین باتیں بخوبی واضح ہو جاتی ہیں۔
پہلی یہ کہ عہد خلافت راشدہ میں تراویح کی رکعات ۲۰ ہی تھیں اور یہی خلفاء راشدین کی سنت ہے ...... دوسری یہ کہ اہل مدینہ نے عہد خلافت راشدہ کے بعد ۳۶ رکعات کا جو عمل جاری کیا، وہ تیسری صدی ہجری کے آخر یا آٹھویں صدی کے وسط تک جاری رہا لیکن اس کے بعد پھر سے سنت خلفاء راشدین کے مطابق ۲۰ رکعات تراویح کا احیاء ہوا۔ البتہ اہل مدینہ تراویح کے درمیان جو ۱۶ رکعات نفل زائد پڑھتے تھے، وہ تراویح سے کاٹ کر سحری کے وقت میں منتقل کر دیے گئے اور ان کی جماعت سحری کے وقت ہونے لگی اور یہ عمل چودھویں صدی کے وسط تک جاری رہا ...... تیسری یہ کہ چودھویں صدی کے وسط میں حکومت سعودیہ کے قیام کے بعد سحری کے وقت پڑھی جانے والی ۱۶ رکعات کا باجماعت سلسلہ بھی ختم کر دیا گیا اور تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی رہیں۔

یاد رہے کہ حکومت سعودیہ کا قیام ۱۳۴۶ھ، ۱۹۲۶ء میں اس وقت عمل میں آیا جب سلطان عبدالعزیز بن سعودؒ نے مملکت حجاز کی عنان اقتدار سنبھالی۔ گویا عہد خلافت راشدہ سے لے کر عہد حکومت سعودیہ تک مسجد نبوی کے اندر نماز تراویح کی رکعات ۲۰ یا ۳۶ ہی رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ الشیخ عطیہ سالم ۸ رکعات تراویح کے قائلین کو چیلنج کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ

کیا اس چودہ سو سالہ مدت کے اندر مسجد نبوی میں کبھی بھی ۸ رکعات یا ۲۰ رکعات سے کم تراویح کا پڑھا جانا ثابت ہے؟ ....(ص ۱۰۸)

یہ حقائق اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ مسجد نبوی کے اندر آٹھ رکعات تراویح عہد خلافت راشدہ سے لے کر آج تک کبھی بھی نہیں پڑھی گئیں لہٰذا مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کی نسبت استعمال کر کے امام مسجد نبوی کے نام سے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے والے آٹھ رکعات کے قائلین کو اپنے طرز عمل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے۔

﴿تراویح مکہ مکرمہ میں﴾

مدینہ منورہ کے بعد اب ہمیں اسلام کے سب سے بڑے مرکز مکہ مکرمہ کی رکعات تراویح کا جائزہ لینا ہے۔ ناقابل تردید تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ عہد فاروقی سے لے کر آج تک مکہ مکرمہ اور مسجد حرام کے اندر صرف ۲۰ رکعات تراویح ہی پڑھی گئی ہیں۔ کبھی بھی ان میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وبمکة بثلاث وعشرین یعنی مکہ مکرمہ کے لوگ ۲۳ رکعات تراویح پڑھتے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۶۱ ـ فتح الباری ج ۴ ص ۲۲۵) ...... امام شافعیؒ فرماتے ہیں: رایت الناس یقومون بمکة بثلاث وعشرین ـ میں نے مکہ مکرمہ کے اندر لوگوں کو ۲۳ رکعات تراویح ہی پڑھتے دیکھا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۲۰ ـ کتاب الام ج ۱ ص ۱۲۵) ...... مشہور تابعی حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ ادرکت الناس وهم یصلون

ثلاثة وعشرين ركعة ۔ میں نے مکہ مکرمہ کے اندر لوگوں کو دیکھا کہ وہ ۲۳ رکعات تراویح ہی پڑھتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳۔ قیام اللیل ص ۱۵۸) حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ نے ۱۱۵ ہجری میں وفات پائی۔ گویا ۱۱۵ ہجری تک بھی مکہ مکرمہ کے اندر نماز تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں۔ دوسرے مشہور تابعی حضرت ابن ابی ملیکہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ کے اندر ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) اور حضرت ابن ابی ملیکہؒ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد خلافت میں قاضی کے عہدہ پر فائز تھے اور ۱۱۷ ہجری میں وفات پائی۔

ان حوالہ جات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ عہد خیر القرون میں مکہ مکرمہ کے اندر بھی ۲۰ رکعات تراویح ہی رائج تھیں اسی لیے جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کی طرف سے کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ مکہ مکرمہ کے استاذ الشیخ محمد علی صابونیؒ کا ایک رسالہ "الهدى النبوي الصحيح في صلوة التراويح" کے نام سے شائع کیا گیا ہے جس میں الشیخ صابونی نے عہد خلافت راشدہ سے لے کر عہد حکومت سعودیہ تک مکہ مکرمہ اور مسجد حرام کے اندر ہمیشہ ۲۰ رکعات تراویح پڑھے جانے کا ثبوت دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

> فلكم تؤدى فيهما صلوة التراويح من عهد الصحابة الى زماننا هذا؟ الست تؤدى فيهما الصلوة عشرين ركعة؟ عہد صحابہؓ سے لے کر آج تک تم حرمین شریفین میں کتنی رکعات تراویح ادا کرتے ہو؟ کیا تم وہاں ۲۰ رکعات نہیں پڑھتے؟.. (ص ۵۶)

غور فرمایئے کہ ایک طرف قاضی مدینہ و مدرس مسجد نبوی الشیخ عطیہ سالم کی للکار ہے اور دوسری طرف استاد کلیۃ الشریعۃ مکہ مکرمہ الشیخ محمد علی صابونیؒ کا چیلنج ہے کہ ہے کوئی غیر مقلد جو مسجد نبوی اور مسجد حرام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی بھی وقت وہاں ۸ رکعات تراویح کا عملی ثبوت فراہم کر سکے؟ لیکن آج تک کوئی غیر مقلد اس کا جواب نہیں دے سکا اور نہ ان شاء اللہ العزیز قیامت تک دے سکتا ہے۔

﴿تعامل تابعینؒ و تبع تابعینؒ﴾

سنت خلفاء راشدینؓ، تعامل صحابہ، اور تاریخ حرمین شریفین کے حوالے سے ۲۰ رکعات تراویح کے ٹھوس ثبوت فراہم کرنے کے بعد اب ہم تابعین و تبع تابعین کے عمل کے حوالے سے بھی رکعات تراویح کا جائزہ لینا چاہیں گے۔

(۱) مشہور تابعی حضرت سعید بن الجبیرؒ رمضان المبارک میں (نماز تراویح کی) امامت فرماتے تو ایک رات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت میں اور ایک رات حضرت عثمان غنیؓ کی قراءت میں تلاوت کرتے۔ فكان يصلي خمس ترويحات ۔ وہ پانچ ترویحے پڑھاتے۔ فاذا كان العشر الاواخر صلي ست ترويحات ۔ اور آخری عشرے میں چھ ترویحے پڑھاتے۔ (عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳۔ قیام اللیل ص ۱۵۸) یعنی حضرت سعید بن جبیرؒ تراویح تو پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعات) ہی پڑھاتے البتہ آخری عشرے میں يجتهد في العشر الاواخر ما لا يجتهد في غيره کی سنت نبوی پر عمل کرنے کے لیے ایک ترویحہ (یعنی ۴ رکعات) کا اضافہ کر لیتے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ جیسے جلیل القدر صحابہ سے علم حاصل کیا۔ ۹۵ ہجری میں ان کو حجاج بن یوسف نے کوفہ کے اندر انتہائی ظالمانہ طریقے سے شہید کر دیا۔ گویا ۹۵ ہجری تک کوفہ کے اندر بھی ۲۰ رکعات تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں۔

(۲) یونس بن عبید (جو حسن البصریؒ و ابن سیرینؒ کے شاگرد اور سفیان ثوریؒ و شعبہؒ کے استاد ہیں اور ۱۳۹ میں وفات پائی) فرماتے ہیں کہ ابن اشعث کے فتنہ سے قبل بصرہ کی جامع مسجد میں، میں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ، سعید بن ابی الحسنؒ اور عمران العبدیؒ کو دیکھا: كانوا يصلون خمس ترويح فاذا دخل العشر الاواخر زادوا واحدة ۔ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے پڑھاتے اور آخری عشرے میں ایک ترویحہ (۴ رکعت) کا اضافہ کر لیتے۔ (قیام

اللیل ص ۱۵۸) گویا ان حضرات کے نزدیک بھی تراویح ۲۰ رکعات تھیں البتہ آخری عشرے میں عمل نبوی کے ساتھ تشبیہ و مناسبت کے لیے ایک ترویحہ بڑھا لیتے۔ یاد رہے کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرہؓ، حضرت سعید بن ابی الحسنؒ، اور عمران العبدیؒ تینوں حضرت علی المرتضیٰؓ کے شاگرد تھے۔ (ملاحظہ فرمائیے تہذیب التہذیب) اور روایت میں جس فتنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ عبد الرحمن بن الاشعث کا فتنہ ہے جو ۸۱ ہجری میں البصرہ کے اندر برپا ہوا۔ گویا ۸۱ ہجری تک البصرہ میں بھی ۲۰ رکعات کا ہی رواج تھا۔

(۳) حضرت شتیر بن شکل رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھاتے بعشرین رکعۃ و یوتر بثلاث۔ ۲۰ رکعت اور ۳ وتر کے ساتھ۔ (سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳۔ قیام اللیل ص ۱۵۸) یہ بھی حضرت علیؓ کے شاگرد تھے اور کوفہ میں قیام پذیر تھے۔

(۴) حارث بن الاعور الہمدانی رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھاتے بعشرین رکعۃ و یوتر بثلاث ۲۰ رکعت اور ۳ وتر۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) حارث ہمدانی حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگرد تھے۔ ۶۵ ہجری میں کوفہ کے اندر وفات پائی۔

(۵) حضرت عبد اللہ بن المبارکؒ ۲۰ رکعات تراویح کے قائل تھے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۹۹) عبد اللہ بن مبارکؒ مشہور تابعی اور علماء خراسان میں سے تھے۔ ۱۸۱ ہجری میں وفات پائی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۶۵۷) گویا سرزمین خراسان میں بھی ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں۔

(۶) حضرت امام سفیان ثوریؒ بھی ۲۰ رکعات کے قائل تھے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۹۹) مشہور تابعی اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ۱۶۱ ہجری میں البصرہ کے اندر وفات پائی۔

(۷) سعید بن فیروز ابو البختری کان یصلی خمس ترویحات و یوتر بثلاث۔ ۵ ترویحے اور ۳ وتر پڑھاتے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ۸۳ھ میں وفات پائی۔ (تقریب ص ۱۲۵)

(۸) علی بن ربیعہ تراویح پڑھاتے خمس ترویحات و یوتر بثلاث۔ پانچ ترویحے اور ۳ وتر (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) واسنادہ صحیح (آثار السنن ص ۲۷۵) یہ بھی کوفہ کے رہنے والے تھے۔

(۹) سوید بن غفلہ تراویح پڑھاتے خمس ترویحات عشرین رکعۃ (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶) اسنادہ حسن (آثار السنن ص ۲۷۶) سوید بن غفلہ عہد نبوی میں اسلام قبول کر چکے تھے لیکن صحبت نبوت سے محروم رہے۔ جس دن آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کی تدفین ہو رہی تھی، اس دن وہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ (۸۰، ۸۱ یا ۸۲ میں وفات پائی)

(۱۰) حضرت شبر مہ بن شکل نے تراویح پڑھائی خمس ترویحات عشرین رکعۃ۔ پانچ ترویحے یعنی ۲۰ رکعات۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴۔ التعلیق الممجد ص ۱۲۰) یہ بھی اصحاب حضرت علیؓ میں سے تھے ...... تلک عشرۃ کاملۃ

انہی روایات کی روشنی میں علامہ بدر الدین الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ

تابعین میں سے شتیر بن شکل، ابن ابی ملیکہ، حارث ہمدانی، عطاء بن ابی رباح، ابو البختری، سعید بن ابی الحسن بصری، عبد الرحمن بن ابی بکرہ، اور عمران عبدی وغیرہ ۲۰ رکعات کے قائل تھے۔ علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي واكثر الفقهاء وهو الصحيح۔ یہی مسلک جمہور علما کا ہے، اصحاب کوفہ (یعنی امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہم)، امام شافعی اور اکثر فقہا کا، اور یہی صحیح ہے .... (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲۷)

گویا خیر القرون میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سمیت تمام بلاد اسلامیہ میں ۲۰ رکعات تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں اگرچہ حضرت امام مالکؒ، اسود بن یزیدؒ، زرارہ بن ابی اوفیٰ اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ حضرات بطور نوافل اس میں زیادتی کے بھی قائل تھے اور اس زیادتی پر عمل پیرا بھی تھے لیکن سوائے محمد بن اسحاق (جو ۱۳ رکعات کے قائل تھے) اور

امام ابوبکر بن العربی کے (جن کے ۱۱ اور رکعات پڑھنے کا ذکر آتا ہے) ۲۰ رکعات سے کم کا تصور کہیں بھی نہیں ملتا۔ اگر بالفرض ۲۰ رکعات کی روایات (حدیث ابن عباسؓ وغیرہ) ضعیف بھی ہوں تو بھی تعامل خیر القرون کی وجہ سے ان کا ضعف ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ غیر مقلدین کا بھی یہ فتویٰ موجود ہے کہ

علاوہ ازیں ضعیف حدیث جب قرون مشہود لہا بالخیر میں معمول بہ ہو تو وہ امت کے ہاں مقبول ہے............ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۲۷)

اب یہ فیصلہ کرنا تو غیر مقلدین کا کام ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی امت ہیں یا نہیں؟ اگر امت ہیں تو پھر انہیں تعامل خیر القرون کی بنا پر ۲۰ رکعات کی روایات کو قبول کرنا پڑے گا اور اگر وہ انہیں قبول نہیں کرتے تو......

ان کو غرور حسن ہے مجھ کو سرور عشق
وہ بھی نشے میں چور ہیں میں بھی پیئے ہوئے

﴿باب پنجم﴾

رکعات تراویح اور اجماع امت

سنت خلفاء راشدینؓ، تعامل صحابہؓ اور تعامل خیر القرون پر مدلل بحث کے بعد اب ہم آتے ہیں اجماع امت کی طرف۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ۲۰ رکعات نماز تراویح کو تلقی بالقبول اور اجماع امت حاصل ہے۔ ہم اپنی اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے......

(۱) ۲۰ رکعات تراویح پر اجماع امت ہے...... (۲) اجماع امت شرعی حجت ہے۔

(۱) بیس رکعات تراویح پر اجماع امت ہے

سب سے پہلے اجماع امت کی تعریف جاننا ضروری ہے چنانچہ شیخ احمد امیٹھوی المعروف ملاجیونؒ فرماتے ہیں کہ

"لغت میں اجماع کہتے ہیں کسی چیز پر متفق ہو جانا۔ وفی الشریعة اتفاق مجتهدين صالحين من امة محمد ﷺ في عصر واحد على امر قولي او فعلي۔ شریعت میں اجماع کہتے ہیں کہ ایک زمانہ کے صالحین مجتہدین کا کسی ایک امر قولی یا فعلی پر متفق ہو جانا............ (نور الانوار ص ۲۲۳)

یعنی اجماع سے بے علم و بے شعور اور تقویٰ و فکر صالح سے محروم افراد کا ہجوم مراد نہیں بلکہ صالحین فقہا کا اتفاق مراد ہے۔ ہم گذشتہ باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ عہد خلافت راشدہ میں ۲۰ رکعات نماز تراویح پر صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہو چکا تھا جس کا اعتراف جمہور ائمہ اہل سنت فرما چکے ہیں اور طبقات امت میں سے قبول و اتباع کے حوالے سے سب سے برتر و افضل اجماع صحابہؓ ہے جیسا کہ یہ اصول موجود ہے کہ

فالاقوى اجماع الصحابة نصا پس سب سے قوی و مضبوط اجماع صحابہ

کرام کا ناطق اور صریح اجماع ہے .... (نور الانوار ص ۲۲۶)

چونکہ اہل سنت والجماعت کے جملہ مکاتب فکر (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) اجماع صحابہ کو واجب الاتباع تسلیم کرتے ہیں اس لیے ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اجماع صحابہؓ کی روشنی میں ۲۰ رکعات نماز تراویح پر اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کا بھی اجماع ہے۔ آئیے اس کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

﴿فقہ حنفی﴾ اور رکعات تراویح

سب سے پہلے ہم فقہ حنفی کے حوالے سے بحث کریں گے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تمام مقلدین ۲۰ رکعات تراویح کے قائل ہیں

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں یصلی عشرین رکعۃ ۲۰ رکعت تراویح پڑھنی چاہیے جیسا کہ سنت ہے (المبسوط سرخسی ج ۲ ص ۱۴۳) ...... (۲) علامہ قاضی خان فرماتے ہیں مقدار التراویح عند اصحابنا والشافعی عشرون رکعۃ۔ ہمارے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ۲۰ رکعات ہیں ۵ ترویحوں کے ساتھ (فتاویٰ ج ۱ ص ۱۲) ...... (۳) علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح سنت موکدہ ہیں وھی عشرون رکعۃ وھو قول الجمھور وعلیہ عمل الناس شرقا وغربا۔ وہ ۲۰ رکعات ہیں اور یہی قول جمہور ہے اور شرق و مغرب میں لوگوں کا اسی پر عمل ہے (رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۰) ...... (۴) علامہ محمد بن محمد حلبیؒ فرماتے ہیں ان التراویح عندنا عشرون رکعۃ وھو مذھب الجمھور۔ ہمارے نزدیک ۲۰ رکعات ہیں اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ (کبیری ص ۳۸۸) ......

(۵) علامہ حسن الوفائی شرنبلالیؒ فرماتے ہیں التراویح سنۃ وھی عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات۔ تراویح کی ۲۰ رکعات دس سلاموں کے ساتھ سنت ہیں۔ (نور الایضاح ص ۷۲) ...... (۶) امام سرخسیؒ فرماتے ہیں فانھا عشرون رکعۃ سوی الوتر عندنا (المبسوط ج ۲ ص ۱۴۴) ...... (۷) علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں التراویح

عشرون رکعۃ وعلیہ عمل الناس شرقا وغربا (البحر الرائق ج ۲ ص ۶۶) ...... (۸) علامہ ابوالبرکات نسفیؒ فرماتے ہیں التراویح عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات (کنز الدقائق ج ۱ ص ۴۰) ...... (۹) علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ واما قدرھا فعشرون رکعۃ وھذا قول عامۃ العلماء۔ تراویح کی مقدار جمہور علماء کے نزدیک ۲۰ رکعات ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۹۸) ...... (۱۰) علامہ برہان الدین مرغینانیؒ فرماتے ہیں فیصلی بھم امامھم خمس ترویحات۔ پس لوگوں کا امام ان کو ۵ ترویحے پڑھائے۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۱۳۰) ...... (۱۱) علامہ کمال الدین ابن ہمامؒ فرماتے ہیں ثبت العشرون من زمن عمرؓ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۳۳) ...... (۱۲) علامہ علاؤ الدین حصکفی دمشقیؒ فرماتے ہیں کہ وھی عشرون رکعۃ (در مختار ج ۱ ص ۶۶۰) ...... (۱۳) علامہ بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ انھا عشرون رکعۃ وبہ قال الشافعی واحمد ونقلہ القاضی عن جمھور العلماء۔ تراویح ۲۰ رکعات ہیں یہی امام شافعیؒ و امام احمدؒ کا مسلک ہے اور قاضی عیاض اندلسیؒ نے جمہور علماء کے حوالے سے یہی مسلک نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری) ...... (۱۴) حضرت مجدد الف ثانیؒ سفر و حضر میں نماز تراویح ۲۰ رکعات ادا کرتے۔ (جواہر مجددیہ ص ۴۳) ...... (۱۵) حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں تراویح کی تعداد ۲۰ رکعات ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۵۰۵) مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابوالبرکات احمد فرماتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ بارھویں صدی کے مجدد ہیں۔ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۲۶) ...... (۱۶) شیخ احمد بن محمد بغدادی قدوریؒ فرماتے ہیں فیصلی بھم امامھم خمس ترویحات (المختصر للقدوری) ...... (۱۷) علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں التراویح وھی عشرون رکعۃ (حاشیہ نور الایضاح ص ۲۴۰) ...... (۱۸) علامہ عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں: التراویح عشرین رکعۃ (التعلیق الممجد ص ۱۳۰) ثبت اھتمام الصحابۃ علی عشرین فی عھد عمر وعثمان وعلی فمن بعدھم (عمدۃ الرعایۃ

ص ۲۰۷) فعلى هذا التعريف يكون السنة المؤكدة هو عشرون ركعة لثبوت مواظبة الخلفاء عليها وان لم يثبت مواظبة الرسول ﷺ عليها فهو ذي ثمان ركعات يكون تاركا للسنة المؤكدة ۔یعنی اس تعریف کے اعتبار سے (کہ جس عمل پر خلفاء راشدین کی مواظبت ثابت ہو وہ بھی سنت مؤکدہ ہے) ۲۰ رکعات تراویح خلفاء ثلاثہ کی مواظبت کی وجہ سے سنت مؤکدہ ہے اگرچہ اس پر آنحضرت ﷺ کی مواظبت ثابت نہیں لیکن ۸ رکعات پڑھنے والا تارک سنت مؤکدہ ہے۔ (حاشیہ ہدایہ ج ا ص ۱۳۱)..... (۱۹) صاحب شرح وقایہ فرماتے ہیں کہ سن التراويح عشرون ركعة بعد العشاء (شرح الوقایہ ص ۲۰۷)..... (۲۰) قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ ۲۰ رکعات تراویح باجماعت سنت ہیں۔ (مالابد منہ ص ۵۶)..........(۲۱) شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ امر بھی ضروریات دین سے ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ تراویح کی ۲۰ رکعات ہیں اور اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۳۵۲)..... (۲۲) مولانا احمد علی سہارنپوری فرماتے ہیں کہ احناف، شوافع اور حنابلہ ۲۰ رکعات تراویح پر متفق ہیں۔ (حاشیہ بخاری ج ا ص ۱۰۱)..... (۲۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد تراویح کی ۲۰ رکعات ہی مشہور ہیں۔ (ما ثبت بالسنة ص ۲۱۰)..... (۲۴) علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں: اجمع الصحابة على ان التراويح عشرون ركعة ۲۰ رکعات تراویح پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴)..... (۲۵) مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ ۲۰ رکعات تراویح پر صحابہ کرام، جمہور تابعین اور فقہا کا عمل ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۹۵) جو لوگ ۸ رکعات تراویح پڑھتے ہیں، وہ تارک فضیلت سنت ہیں (ایضا ص ۳۷۷)..... (۲۶) مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ باقی رہی تراویح، اس میں جو آج کل کے ملاؤں نے تخفیف نکال دی ہے یعنی ۲۰ کی ۸ کر دی ہیں تو ہر ایک کو بوجہ آسانی یہ بات پسند آتی ہے پر یہ بات کوئی نہیں سمجھتا کہ ۸ رکعتیں جو حدیث میں آئی ہیں، وہ تہجد کی رکعتیں ہیں۔ تہجد اور

چیز ہے اور تراویح اور چیز۔ تراویح کی ۲۰ ہی رکعتیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہزارہا صحابہؓ تھے۔ اس زمانے سے لے کر آج تک کسی نے ۲۰ رکعت پر کچھ حجت نہ کی تھی مگر آج کل ایسے ان پڑھ جاہل عالم پیدا ہوئے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرؓ اور صحابہؓ کی بھی غلطی نکالی۔ سبحان اللہ یہ منہ اور مسور کی دال۔ (تصفية العقائد ص ۲۵)..... (۲۷) علامہ محمد انور شاہ کاشمیری فرماتے ہیں کہ ولم يقل احد من الائمة الاربعة باقل من عشرين ركعة فهي التراويح واليه ذهب جمهور الصحابة ۔ ائمہ اربعہ میں سے ۲۰ سے کم کا کوئی بھی قائل نہیں اور یہی جمہور صحابہؓ کا عمل ہے (العرف الشذی ص ۳۰۸) علماء نے حضرت عمر سے ۲۰ رکعات تراویح کے ثبوت پر اتفاق کیا ہے۔ پس جو ۸ رکعات پر اکتفا کر کے سواد اعظم سے کٹ گیا اور انہیں بدعتی کہتا ہے، وہ اپنا انجام سوچ لے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲۰)..... (۲۸) مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی فرماتے ہیں تراویح کی ۲۰ ہی رکعت مسنون ہیں (تعلیم الاسلام ص ۱۳۹)..... (۲۹) فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ تراویح میں ۵ ترویحے ہیں اور ہر ترویحہ میں ۴ رکعات ہیں دو سلاموں کے ساتھ۔ (ج ا ص ۱۸۴) فتاویٰ عالم گیری وقت کے ۵۰۰ جید علما کا مرتب کردہ ہے۔

ہر دور کے جید علمائے احناف کے حوالہ جات آپ ملاحظہ فرما چکے۔ ان سے اندازہ کر لیجیے کہ ۲۰ رکعات تراویح کے بارے میں علمائے احناف کا نظریہ متواتر، اجماعی اور غیر متزلزل ہے اور وہ ہر دور میں اسی کے قائل و عامل رہے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ

﴿فقہ مالکی﴾ اور رکعات تراویح

گزشتہ باب میں گزر چکا ہے کہ اصحاب مدینہ نے واقعہ حرہ کے بعد ۱۶ رکعات نوافل (جو چار چار رکعت دو سلاموں کے ساتھ بين الترويحتين پڑھے جاتے تھے) کو بھی تراویح کے ساتھ شامل کر دیا تھا۔ چونکہ وہ ان نوافل کو تراویح کی طرح باجماعت ادا کرتے تھے اس لیے دیکھنے والوں کو ان کی رکعات ۳۶ محسوس ہونے لگیں اور امام

مالکؒ کے نزدیک چونکہ اہل مدینہ کا عمل بھی حجت ہے اس لیے انہوں نے بھی اپنے فقہی اصول کے مطابق وہی عمل اختیار کر لیا چنانچہ

امام ابن العربی المالکیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی حدیث اہل مدینہ میں مشہور ہو جاتی ہے تو وہ سند کی تحقیق سے مستغنی ہو جاتی ہے۔ (شرح ترمذی بحوالہ اختلاف الائمہ ص ۸۴) علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ اجماعِ حجت یہ ہے کہ جمہور اسلام کے خلاف امام مالکؒ مکہ معظمہ پر مدینہ منورہ کو برتری دیتے ہیں۔ (حیات مالک ص ۸۷) مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں کہ "امام مالک ۹۳ ہجری کے قریب پیدا ہوئے۔ ۱۷۹ھ کے قریب انتقال فرمایا۔ عام طور پر کبار صحابہؓ ۴۰ھ سے پہلے ہی دینی خدمات کے سلسلے میں عراق، شام، فارس وغیرہ مفتوحہ ممالک کی طرف تشریف لے جا چکے تھے۔ دار الخلافہ ہونے کی وجہ سے مدینہ میں طلوع کی کثرت ہو گئی تھی جو دنیوی مقاصد کے لیے مدینہ کو تقریباً اپنا مسکن بنا چکے تھے۔ شہادت عثمانؓ اور بعد کے واقعات وحوادث کا ایک سبب اہل الرائے اور کبار صحابہؓ کی عدم موجودگی بھی تھی۔ ان حالات میں اہل مدینہ کے عمل کو کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ بلکہ قرین قیاس تو یہ ہے کہ اس وقت کے عمل کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔" (جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث ص ۳۵) اہل مدینہ بعض اہم سنتوں کو ترک کر چکے تھے .... (ایضاً ص ۳۶)

مولانا سلفی مرحوم کے نزدیک بھی امام مالکؒ کا اہل مدینہ کے عمل کو دلیل بنانا درست نہیں اور ویسے بھی عہد صحابہؓ کے بعد اہل مدینہ کے عمل کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا بالخصوص ان مسائل میں جن پر سنت نبویؐ اور تعامل صحابہؓ سے دلیل موجود ہے اسی لیے امام حافظ ابن القیم الحنبلیؒ فرماتے ہیں

وعمل اهل المدينة الذي يحتج به ما كان في زمن الخلفاء الراشدين

واما عملهم بعد موتهم وبعد انقراض عصر من بها من الصحابة فلا فرق بينهم وبين عمل غيرهم. یعنی اہل مدینہ کا عمل صرف خلفاء راشدینؓ کے زمانے میں حجت ہے۔ خلفاء راشدینؓ کی وفات اور صحابہ کرامؓ کا دور گزر جانے کے بعد اہل مدینہ کے عمل اور بعد کے لوگوں کے عمل میں کوئی فرق نہیں۔ .... (زاد المعاد ج ۱ ص ۶۸)

بہر حال امام مالکؒ نے اپنے قاعدہ اور اصول کے مطابق اہل مدینہ کا ۳۶ رکعت کا عمل اپنا لیا حالانکہ یہ عمل خلفاء راشدینؓ سے ہرگز ثابت نہیں چنانچہ لکھا ہے کہ وحكي عنه التراويح ست وثلاثون ركعة امام مالکؒ سے ۳۶ رکعات تراویح بیان کی گئی ہیں۔ (رحمة الامة في اختلاف الائمة ج ۱ ص ۵۹۔ عینی شرح بخاری ج ۳ ص ۱۲۹۔ مبسوط سرخسی ج ۲ ص ۱۴۴۔ شرح السنة للبغوی ج ۳ ص ۱۲۳۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۸۰۳ وغیرہم)

لیکن علامہ ابن رشد المالکیؒ فرماتے ہیں کہ واختار مالك في احد قوليه وابو حنيفة والشافعي واحمد وداؤد القيام بعشرين ركعة سوى الوتر وذكر ابن القاسم عن مالك انه كان يستحسن ستا وثلاثين ركعة والوتر ثلاث

پس امام مالکؒ نے ایک قول کے مطابق امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام داؤد ظاہریؒ کی طرح بغیر وتروں کے ۲۰ رکعات اختیار کیں جبکہ ابن القاسم کا بیان ہے کہ امام مالکؒ ۳۶ رکعات اور وتر پسند کرتے تھے۔ (بدایة المجتهد ج ۱ ص ۲۱۲) شیخ ابن القاسم فقہ مالکی کے ممتاز ترجمان ہیں اور مذہب مالکی میں پہلی تصنیف المدونة الکبریٰ انہی کی ہے۔ ۱۹۱ھ میں وفات پائی۔

علامہ ابن رشدؒ کی مذکورہ تحقیق کے مطابق امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام داؤد ظاہریؒ کا ۲۰ رکعات تراویح پر اتفاق ہے البتہ امام مالکؒ کے اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک ۲۰ کا اور دوسرا ۳۶ کا۔ علامہ ابن رشدؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی عمل امام مالکؒ کا اہل مدینہ کی اتباع میں ۳۶ رکعت کا تھا لیکن بعد میں انہوں نے اسے

ترک کر کے ۲۰ رکعات کا عمل اپنا لیا۔ اور یہ بات اس لیے بھی قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اکثر علماء مالکیہ ۲۰ رکعات تراویح پر ہی عمل پیرا ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن عبد البر المالکیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر فقہاء اور جمہور علماء کے نزدیک تراویح ۲۰ رکعات مسنون ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷) اور علامہ ابن عبد البر کے ۲۰ رکعات تراویح کے قائل ہونے کا اعتراف مولانا عبد الرحمن مبارک پوری نے تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۳ پر اور نواب صدیق حسن خان نے ہدایۃ السائل ص ۱۳۸ میں بھی کیا ہے۔ علامہ زرقانی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ عہد فاروقی میں پہلے ۱۱ رکعت پڑھی گئیں پھر ۲۰ پر عمل پختہ ہو گیا۔ (زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۲۱۵) اور علامہ ابن رشد المالکیؒ کا حوالہ گزر چکا ہے۔ علماء مالکیہ کے انہی اقوال کی روشنی میں علامہ عبد الرحمن الجزیریؒ فرماتے ہیں کہ المالکیۃ قالوا عدد التراویح عشرون رکعۃ سوی الشفع والوتر۔ علماء مالکیہ کا قول یہی ہے کہ تراویح وتر اور شفع کے علاوہ ۲۰ رکعات ہیں۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۳۴۲)

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ نے بھی بالآخر ۲۰ رکعات کا عمل اختیار کر لیا تھا اور ان کے مقلدین کا عمل بھی ۲۰ رکعات کا ہی تھا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

غیر مقلدین عام طور پر یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ علامہ بدر الدین عینیؒ نے عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷ میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ نے اپنے لیے ۸ رکعات تراویح کا عمل اختیار کیا حالانکہ علامہ عینیؒ کو ضرور اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ امام مالکؒ کے اپنے مقلدین میں سے کوئی بھی امام مالکؒ سے ۸ رکعات کا عمل نقل نہیں کرتا اور نہ فقہ مالکیہ کی کسی مستند کتاب میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ اس کے برعکس علماء مالکیہ امام مالکؒ سے ۳۶ رکعات کا عمل نقل کرتے ہیں لیکن بعد میں اسے ترک کر کے ۲۰ رکعات اختیار کرنے کا عمل نقل کرتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام مالکؒ کی طرف منسوب ۸ رکعات کا قول درست نہیں۔

﴿فقہ شافعی﴾ اور رکعات تراویح

گذشتہ اوراق میں کئی حوالوں سے گزر چکا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی رکعات تراویح ۲۰ ہیں اور ان کے مقلدین کا بھی ۲۰ رکعات پر اتفاق ہے چنانچہ

(۱) امام محمد بن ادریس الشافعیؒ فرماتے ہیں احب الی عشرون لانہ روی عن عمر وکذالک یقومون بمکۃ۔ مجھے ۲۰ رکعات تراویح محبوب ہیں کیونکہ وہ حضرت عمرؓ سے مروی ہیں اور اہل مکہ کا اسی پر عمل ہے۔ (کتاب الام ج ۱ ص ۱۲۵۔ قیام اللیل ص ۱۵۰۔ المختصر للمزنی ص ۲۱)...... (۲) امام محی الدین نووی الشافعیؒ فرماتے ہیں اعلم ان صلوۃ التراویح سنۃ بالاتفاق وھی عشرون رکعۃ۔ ۲۰ رکعات تراویح باتفاق علماء سنت ہیں۔ (کتاب الاذکار ص ۸۳) مذھبنا انھا عشرون رکعۃ۔ ہمارا مذہب ۲۰ رکعات کا ہی ہے۔ (المھذب ج ۳ ص ۳۲)...... (۳) امام ابو حامد غزالی الشافعیؒ فرماتے ہیں: التراویح وھی عشرون رکعۃ وھی سنۃ مؤکدۃ۔ تراویح ۲۰ رکعات سنت مؤکدہ ہیں۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۸۰)...... (۴) امام عبد الرحمن دمشقی الشافعیؒ فرماتے ہیں: التراویح عشرون رکعۃ (رحمۃ الامۃ ص ۵۸)...... (۵) امام ابو عیسیٰ محمد بن سورۃ الترمذی الشافعیؒ فرماتے ہیں: واکثر اھل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرھما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعۃ۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ صحابہ کرام سے مروی روایات کی بنیاد پر اکثر اہل علم ۲۰ رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ (ترمذی ج ۱ ص ۹۹)...... (۶) امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی الشافعیؒ فرماتے ہیں: ثم استقر الامر علی العشرین وھو المتوارث۔ پھر معاملہ بیس رکعات پر قرار پکڑا اور وہی متوارث ہو گیا۔ (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۵۱)...... (۷) امام ابن حجر مکی الشافعیؒ فرماتے ہیں: ولکن اجمعت الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃ (مرقاۃ

ج ۳ ص ۱۹)...... (۸) علامہ تاج الدین سبکی الشافعی فرماتے ہیں: وصلاها ان التراويح عشرون ركعة (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۵۰)...... (۹) امام جلال الدین سیوطی الشافعی فرماتے ہیں کہ سند صحیح سے ثابت ہے کہ عہد فاروقی میں لوگ بیس رکعات پڑھتے تھے۔ (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۴۸) مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ امام سیوطی خاتمۃ الحفاظ اور بالاتفاق نویں صدی کے مجدد ہیں۔ (الکواکب النیرہ ص ۹۵)...... (۱۰) امام عبدالوہاب شعرانی الشافعی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک تراویح ۲۰ رکعات ہیں۔ (میزان الکبری ج ۱ ص ۱۸۲۔ کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۱۹)...... (۱۱) امام بغوی الشافعی فرماتے ہیں کہ صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ انهم كانوا يصلون عشرين ركعة (شرح السنۃ ج ۴ ص ۱۲۲)...... (۱۲) علامہ عراقی الشافعی فرماتے ہیں کہ ۲۰ رکعات تراویح ابوحنیفہؒ، ثوریؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور جمہور کا مذہب ہے۔ (شرح التقریب ج ۳ ص ۹۷)...... (۱۳) شیخ عیسیٰ بن عبداللہ حمیری الشافعی فرماتے ہیں کہ ۲۰ رکعات تراویح پر پوری امت اور تمام ائمہ متفق ہیں سوا انما الخلاف فی من زاد۔ البتہ اختلاف ان سے زائد رکعات میں ہے۔...... (القول الصحیح فی صلاۃ التراویح ص ۱۷)

شافعی المذہب مذکورہ علماء کے اقوال وفتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ شوافع بھی سب کے سب ۲۰ رکعات پر متفق ہیں اور اس مسئلے میں ان کے اندر کوئی اختلاف موجود نہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض غیر مقلدین امام بیہقیؒ کی کتاب معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۴۴۷ کے حوالے سے امام شافعیؒ کا یہ مذہب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن یوسف کی ۱۱ رکعات والی روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ھذا مذھبی۔ یہی میرا مذہب ہے۔ لیکن غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ناقابل تسلیم ہے کیونکہ امام شافعیؒ کی اپنی تحریرات اور ان کے مقلدین کی

تحقیقات اس دعویٰ کی نفی کرتی ہیں کیونکہ

(۱) اگر یہ بات درست ہوتی تو خود امام بیہقیؒ عہد فاروقی میں ۱۱ رکعات کے عمل کو متروک اور ۲۰ رکعات کے عمل کو جاری و متواتر کیوں تسلیم کرتے؟ جیسا کہ مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴، تحفۃ الاحوذی ص ۱۹۱ اور سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ وغیرہ کے حوالے سے ان کا مذہب گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے۔......

(۲) امام شافعیؒ کے مقلدین میں سے امام نوویؒ، امام غزالیؒ، امام ترمذیؒ، امام ابن حجرؒ، امام سبکیؒ، امام سیوطیؒ، امام شعرانیؒ، امام بغویؒ اور امام عراقیؒ جیسے ائمہ ۲۰ رکعات کے مذہب کو جمہور کا مذہب قرار دیتے ہوئے اسے کیوں قبول کرتے؟

...... (۳) خود امام شافعیؒ اپنی معروف کتاب "الام" ج ۱ ص ۱۲۵ میں یہ کیوں فرماتے کہ احب الی عشرون۔ میں ۲۰ رکعات کو پسند کرتا ہوں۔ امام شافعیؒ کی اپنی اس تحریر کے مقابلے میں ان کی ذات کے بارے میں کسی دوسرے کی تحقیق کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟

ان ناقابل تردید حوالہ جات کی روشنی میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ معرفۃ السنن والآثار میں امام شافعیؒ کی طرف منسوب ھذا مذھبی کا جملہ یا تو الحاقی ہے اور یا یہ وہم راوی پر مبنی ہے۔

﴿فقہ حنبلی﴾ اور رکعات تراویح

حنابلہ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے مقلدین بھی ۲۰ رکعات تراویح پر متفق ہیں اگرچہ بعض حضرات سے امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ بھی ۲۰ رکعات پر ہی کاربند تھے۔ مثلاً امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ کے نزدیک رکعات تراویح متعین نہیں۔ (ترمذی ج ۱ ص ۹۹) شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ خیر احمد بن حنبل بین احدی عشرۃ وثلاث وعشرین رکعۃ۔ یعنی امام احمدؒ نے ۱۱ یا ۲۳ رکعات میں سے کسی پر بھی عمل کرنے کا اختیار دیا ہے۔ (مصفیٰ) لیکن فقہ حنبلی کے ممتاز ترجمان امام ابن قدامہ الحنبلی فرماتے

ہیں کہ والمختار عند ابی عبد اللہ فیھا عشرون رکعۃ وبھذا قال الثوری وابو حنیفۃ والشافعی" یعنی مختار اور راجح قول کے مطابق امام احمدؒ ۲۰ رکعت کے قائل تھے جیسا کہ سفیان ثوریؒ، ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۸۰۳)

اور اگر ابن قدامہؒ کی اس تحقیق کو علماء حنابلہ کے عمل تراویح کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس میں واضح صداقت نظر آتی ہے مثلا:

(۱) امام ابن قدامہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ وقیام شھر رمضان عشرون رکعۃ وھی سنۃ مؤکدۃ (المغنی ج ۱ ص ۸۰۲) ...... (۲) شیخ عبد القادر جیلانی الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح کی ۲۰ رکعات ہیں، پانچ ترویحوں کے ساتھ۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۶۷) ...... (۳) امام ابن الجوزی الحنبلیؒ فرماتے ہیں: تراویح کی ۲۰ رکعات ہیں۔ (الوفاء ص ۵۶۰) ...... (۴) امام ابن تیمیہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں فانہ قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث۔ بےشک یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے لوگوں کو ۲۰ رکعات اور ۳ وتر پڑھائے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۳ ص ۱۱۲) ان قیام رمضان لم یوقت النبی ﷺ فیہ عددا معینا بل کان ھو صلی لا یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی ثلاث عشرۃ رکعۃ لکن کان یطیل الرکعات فلما جمعھم عمر علی ابی بن کعب کان یصلی بھم عشرین رکعۃ ثم یوتر بثلاث۔ آنحضرت ﷺ سے رکعات تراویح کی تعداد متعین نہیں بلکہ آپ رمضان وغیر رمضان میں ۱۳ رکعات سے زائد نہ پڑھتے تھے لیکن جب حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع کیا تو انہوں نے ۲۰ رکعات اور ۳ وتر پڑھائے۔

(شرح السنۃ للبغوی ج ۴ ص ۱۲۳)

گویا امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک اول تو سنت نبوی رمضان وغیر رمضان میں ۱۳ رکعات کی ہے اور پھر اس میں بھی عہد فاروقیؓ میں اضافہ کر کے ۲۰ رکعات کر دی گئیں۔ اب رکعات تراویح کے لیے عہد فاروقیؓ کا عمل ہی دلیل وحجت قرار پایا۔ چنانچہ حنابلہ کی مستند کتاب

"المقنع" ج ۱ ص ۱۸۳ میں لکھا ہے: ثم التراویح وھی العشرون اور ان کی ایک اور مستند کتاب "الاقناع" میں اس طرح وضاحت کی گئی ہے کہ التراویح عشرون رکعۃ ولا ینقصھا ولا باس بالزیادۃ۔ تراویح ۲۰ رکعات ہیں، ان میں کمی کرنا جائز نہیں البتہ (بطور نوافل) اس میں زیادتی کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ج ۱ ص ۱۴۷) ان حوالہ جات کی روشنی میں امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب رکعات تراویح سے متعلق سمجھنا اور معلوم کرنا دشوار نہیں۔

﴿فقہ ظاہری﴾ اور رکعات تراویح

اسلامی تاریخ کے اندر فقہ کے مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے علاوہ "ظاہریہ" کے نام سے ایک پانچویں مکتب فکر کا نشان بھی ملتا ہے جس کے پیشوا امام داؤد ظاہریؒ اور علامہ ابن حزم ظاہریؒ تھے۔ یہ مکتبہ فکر فکری اعتبار سے ترک تقلید کی طرف مائل تھا اور احادیث کے ظاہری مفہوم کو ہی قابل عمل جانتا تھا۔ اس ظاہری مکتب فکر کے نزدیک بھی رکعات تراویح ۲۰ ہی ہیں جیسا کہ علامہ ابن رشد مالکیؒ نے بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۰۴ میں اور امام نووی الشافعیؒ نے المہذب ج ۴ ص ۳۲ میں امام داؤد ظاہری کا بھی مذہب نقل کیا ہے کہ وہ ۲۰ رکعات تراویح کے قائل تھے۔

(۴) اجماع امت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

یہ معلوم ہو چکنے کے بعد کہ ۲۰ رکعات تراویح پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے، ۲۰ رکعات سے کم کا تصور کہیں موجود نہیں اور اس سے زائد کا جو اختلاف ہے وہ ۲۰ رکعات کے اجماع کو متاثر نہیں کرتا کیونکہ زائد رکعات کی حیثیت صرف نوافل کی ہے جو اہل مدینہ سے نسبت کے لیے اختیار کی گئی۔ اب ہم مسئلہ کے اس پہلو کی وضاحت بھی ضروری خیال کرتے ہیں کہ اجماع امت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

اجماع سے کن لوگوں کا اجماع مراد ہے؟

حجیت اجماع کی بحث سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ ائمہ اہل سنت کے ہاں کن لوگوں کا

اجماع قابل قبول ہے چنانچہ شیخ احمد امیٹھوی المعروف ملا جیونؒ فرماتے ہیں کہ "ان لوگوں کا اجماع معتبر ہے جو مجتہد اور متقی ہوں، فاسق اور خواہشات کی پیروی کرنے والے نہ ہوں۔" (تفسیرات احمدیہ ص ۳۰۲)

اب اس تعریف کی روشنی میں ۲۰ رکعات تراویح کے قائلین مذکورہ ائمہ واصحاب علم پر یہ تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟؟ اگر ان پر یہ تعریف صادق آتی ہے (اور بلا شک وشبہ آتی ہے) تو پھر ان کے اجماع کو قبول نہ کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ پھر حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (جنہیں بالاتفاق بارہویں صدی کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے) نے تو اجماع کی تعریف اور آسان کر دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ، امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ جس مسئلہ پر متفق ہو جائیں، وہ اجماع امت کہلائے گا۔ (عقد الجید) لیکن بد قسمتی سے غیر مقلدین حسب عادت اس مسئلے میں بھی اہل سنت سے اختلاف کرتے ہیں چنانچہ نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں کہ

وذهب الجمهور الى ان اجماع الائمة الاربعة ابي حنيفة والشافعي ومالك واحمد ليس بحجة . یعنی جمہور کا مسلک یہی ہے کہ ائمہ اربعہ کا اجماع حجت نہیں .... (حصول المامول ص ۶۵)

وہ کون سے جمہور ہیں جو ائمہ اربعہ کے اجماع کو حجت نہیں مانتے، نواب صاحب نے اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھا۔ ممکن ہے ان کے پیش نظر ریاست بھوپال (جہاں کے وہ نواب تھے) کے جمہور ہوں کیونکہ امت مسلمہ کے جمہور کا تو یہ موقف ومسلک ہرگز نہیں۔ غالباً نواب صاحب کو یہ شوشہ اس لیے چھوڑنا پڑا کہ امت تو ائمہ اربعہ کی تقلید پر بھی متفق ہے اور اس پر اجماع امت پایا جاتا ہے۔ اگر ائمہ اربعہ کے اجماعی فیصلوں کو ناقابل قبول اور ناقابل اعتماد ٹھہرا دیا جائے تو امت کا نظریہ تقلید خود بخود کمزور ہو جائے گا کیونکہ جب ان کے اجماعی فیصلے حجت نہیں تو ان کے انفرادی قیاسی فیصلے کیونکر حجت ہوں گے؟؟ اور یہی نواب صاحب کا بھی مقصود ہے۔

اجماع حجت شرعیہ ہے

بہر حال ہمارے نزدیک اجماع امت حجت ہے اور اس بارے میں آنحضرت ﷺ کا یہ واضح ارشاد موجود ہے کہ ان الله لا يجمع امتي على الضلالة۔ خدا تعالیٰ میری امت کو کسی گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا۔

گویا جس طرح خدا تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی، اسی طرح فرمان نبوی کے مطابق خدا تعالیٰ نے امت کی اجماعی فکر کو بھی اپنی حفاظت میں لے لیا۔

آئیے اب اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں اسلاف امت کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجیے کہ اجماع امت حجت شرعیہ ہے یا نہیں؟ چنانچہ

(۱) امام ابن تیمیہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا لفظ نص کو متضمن ہے اور جماعت کا اجماع کو لہٰذا اہل السنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو نص اور اجماع کے متبع ہیں۔ (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۲۷۲) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ تلقی بالقبول (اجماع امت) کو متواتر کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اما السلف فلم يكن بينهم في ذالك نزاع۔ اسلاف کے اندر اس بارے میں کوئی اختلاف موجود نہ تھا .... (الصواعق المحرقة ج ۲ ص ۳۶۳)

(۲) امام حافظ ابن عبد البر المالکیؒ فرماتے ہیں کہ وهكذا اجماع الامة اذا اجتمعت على شيء فهو الحق الذي لا شك فيه. جب امت کسی چیز پر متفق ہو جائے تو اس کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ (التمهيد ج ۴ ص ۲۶۷) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ اس حدیث (البحر هو الطهور ماؤه) کو محدثین سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیتے ہیں ولكن عندي صحيح لان العلماء تلقوه بالقبول۔ لیکن میرے نزدیک یہ حدیث علماء کے تلقی [illegible] کی وجہ سے صحیح ہے .... (الاستذکار)

(۳) [illegible] عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ اجماع الناس على شيء اوثق

في نفسي من سفيان عن منصور عن ابراهيم عن علقمة عن ابن مسعود یعنی ایک طرف اوپر اول کی مضبوط (ثقہ راویوں پر مشتمل) سند کے ساتھ مروی حدیث ہو اور دوسری طرف اجماع امت تو وہ اجماع اس حدیث سے زیادہ قابل قبول ہوگا.......... (کفایہ خطیب ص ۴۳۲)

(۴) امام جلال الدین سیوطی الشافعی فرماتے ہیں کہ المقبول ما تلقاه العلماء بالقبول وان لم يكن اسناد صحيح۔ جس چیز کو علما کا تلقی بالقبول حاصل ہو اگرچہ وہ صحیح سند سے ثابت نہ ہو وہ مقبول ہے۔ (شرح نظم الدرر)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح۔ علما کے تلقی بالقبول سے حدیث کی صحت ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ اس کی سند صحیح نہ ہو.......... (تدریب الراوی)

(۵) حضرت مجدد الف ثانی الحنفی فرماتے ہیں کہ اجماع نصوص غیر متواترہ سے قوی تر ہوتا ہے کیونکہ اجماع کا مدلول قطعی ہوتا ہے اور نصوص غیر متواترہ کا ظنی.......... (مکتوبات)

(۶) علامہ ابن خلدون المالکی فرماتے ہیں کہ عمل نقلی اگر حدیث صحیح کے معارض ہوتا تو امام ابوحنیفہ اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر رد کر دیا کرتے۔ (مقدمہ ص ۴۴۸) یعنی ایک طرف لوگوں کا اجماعی عمل ہوتا اور دوسری طرف حدیث صحیح تو حضرت امام اعظم امت کے اجماعی عمل کو قبول کرتے۔

(۷) امام ابوبکر جصاص رازی الحنفی فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ سے دو متضاد احادیث مروی ہوں وظهر عمل السلف باحدهما كان الذي ظهر عمل السلف به اولى بالاثبات۔ اور ان میں سے ایک پر اسلاف امت کا عمل ظاہر ہو جائے تو وہ حدیث اثبات مسئلہ میں مقدم ہوگی۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۷)

(۸) امام محمد بن جعفر الحارثی الحنفی فرماتے ہیں کہ جب متضاد آثار سامنے آجائیں

تو وجب ان ينظر ما عليه عمل المسلمين۔ تو یہ دیکھنا واجب ہے کہ مسلمانوں کا عمل ان میں سے کس پر ہے وہی قبول کیا جائے گا.......... (طحاوی ج ۱ ص ۳۴۱)

(۹) شیخ ملا جیون الحنفی فرماتے ہیں کہ جس خبر واحد کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہو جائے اس کی سند پر بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ (نور الانوار)

دوسرے مقام پر آیت ومن يشاقق الرسول (النساء) کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہے کہ اجماع کی مخالفت حرام ہے کیونکہ رسول اور مومنوں کے راستے کی خلاف ورزی پر تحت سزا کی دھمکی دی گئی ہے پس جب مومنوں کے راستے کی خلاف ورزی حرام وممنوع ہے تو مومنوں کی راہ پر چلنا واجب ہے۔ دوسرے لفظوں میں اجماع امت حجت ہے اور اس کا منکر بھی اسی طرح کافر ہے جس طرح کتاب اور سنت متواترہ کا منکر کافر ہے نیز اجماع خبر مشہور اور خبر واحد پر مقدم ہوگا بشرطیکہ ہم تک پہنچنے تک ہر زمانہ میں مومنین کا اس پر اجماع رہا ہو۔ اجماع میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا کوئی داعی وسبب موجود ہو جو اس سے مقدم ہو یعنی ضروری ہے کہ حکم پہلے خبر واحد یا قیاس سے ثابت ہو، پھر امت اس پر اتفاق کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے ہم اس حکم پر اجماع کرتے ہیں یا ہر ایک یہ کام شروع کر دے۔ اس صورت میں یہ واجب ہے۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۳۶۲) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ان الاجماع في الامور الشرعية في الاصل يفيد اليقين والقطعية ..... وقد ضل بعض المعتزلة والروافض فقالوا ان الاجماع ليس بحجة۔ اجماع شرعی امور میں یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔ بعض معتزلہ اور روافض اس مسئلے میں گمراہ ہو گئے جو کہتے ہیں کہ اجماع حجت نہیں.......... (نور الانوار ص ۲۲۵)

(۱۰) امام معمر بن راشد فرماتے ہیں کہ امام ابوبکر محمد بن عبداللہ بن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ حائضہ عورت روزہ قضا کرے گی۔ میں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا هذا ما اجتمعت الناس عليه وليس في كل شيء تجد الاسناد۔ لوگوں کا اس پر اجماع

منعقد ہو چکا اور ہمیں ہر چیز میں سند نہیں مل سکتی ....(عبدالرزاق ج۱ ص ۳۳۲)

(۱۱) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اجماع بھی شرعی حجت ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔.................................(فتاویٰ ص ۳۵۳)

(۱۲) مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث (ان اللہ لا یجمع امتی علی الضلالۃ) اجماع کے قطعی ہونے کی دلیل ہے۔....(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۸)

(۱۳) مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ بعض ضعیف ایسے ہیں جو امت کے تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے..........(اخبار اہل حدیث ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء بحوالہ خیر المصابیح)

(۱۴) مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ امت کے قبول و عمل سے بھی حدیث یقین کے مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ حدیث انما الاعمال بالنیات، حدیث ذوق عسیلہ، صدقہ فطر، حرمت نکاح مع العمۃ والخالۃ، حدیث حرمت رضاع مثل نسب، تعیین عشرہ مبشرہ وغیرہ احادیث کو امت نے عملاً قبول کیا ہے۔ (جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث ص ۵۷) "بخاری و مسلم کی احادیث کی صحت پر امت متفق ہے اور انہیں تلقی بالقبول کا مقام حاصل ہوا۔" (ایضاً ص ۵۸) "امت کی تلقی ائمہ حدیث اور اہل حدیث کے نزدیک بے حد مضبوط قرینہ ہے۔"..............................(ایضاً ص ۵۸)

(حاصل بحث)

ان حوالہ جات کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ

(۱) قرآنی تعلیمات کے مطابق اجماع امت کی خلاف ورزی کرنے والا جہنمی ہے۔ (۲) فرمان نبوی کے مطابق امت محمدیہ کا اجماع گمراہی سے پاک ہے۔ (۳) اجماع امت اور تلقی بالقبول شرعی حجت ہے اگرچہ سند کے اعتبار سے کوئی صحیح حدیث اس کے ثبوت میں موجود نہ ہو۔ (۴) مضبوط سند کے ساتھ مروی روایت کے مقابلے میں

اجماع امت زیادہ وزنی شہادت ہے۔ (۵) اجماع نصوص غیر متواترہ (خبر واحد و خبر مشہور وغیرہ) سے قوی تر ہے۔ (۶) تلقی بالقبول اگر ضعیف روایت کو بھی حاصل ہو جائے تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور متعدد روایات سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں لیکن امت کے تلقی بالقبول کی وجہ سے ان کا ضعف ختم ہو گیا۔ (۷) اہل السنت والجماعت کی پہچان بھی ہے کہ وہ نص اور اجماع کی پیروی کرنے والے ہیں۔ (۸) اجماع امت اور تلقی بالقبول کا منکر کافر و گمراہ اور منکر قرآن و سنت ہے۔

اتمام حجت

اس مذکورہ بحث کو اس پہلو سے بھی دیکھئے کہ

☆ امام ابن تیمیہؒ عہد خلافت راشدہ میں ۲۰ رکعات پر اجماع بھی تسلیم کرتے ہیں اور قبول اجماع کو اہل سنت کی پہچان بھی قرار دیتے ہیں۔...☆ حافظ ابن عبد البرؒ تلقی بالقبول کو حجت شرعیہ بھی مانتے ہیں اور ۲۰ رکعات تراویح پر اجماع امت بھی تسلیم کرتے ہیں۔.....☆ امام اعظم ابوحنیفہؒ تلقی بالقبول کو حجت بھی مانتے ہیں اور ۲۰ رکعات تراویح پر اجماع بھی نقل کرتے ہیں۔.....☆ امام سیوطیؒ تلقی بالقبول کو حجت شرعیہ بھی قرار دیتے ہیں اور ۲۰ رکعات پر امت کی تلقی کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔

گویا فقہ کے چاروں مذاہب دونوں حقیقتوں کے معترف ہیں۔ اجماع و تلقی بالقبول کے حجت ہونے کے بھی اور ۲۰ رکعات پر اجماع کے بھی۔ اس کے باوجود غیر مقلدین کا اس سے انکار و فرار دلائل شرعیہ اور حقائق تاریخیہ سے بغاوت کے مترادف ہے۔

اتباع سواد اعظم

۲۰ رکعات تراویح پر اجماع امت کا انعقاد آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہے لیکن اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ۲۰ رکعات پر اجماع امت نہیں تو اس حقیقت سے تو غیر مقلدین کو بھی انکار نہیں کہ کم از کم یہ اصحاب علم کی اکثریت کا مذہب ضرور ہے اور اس بارے میں

بھی فرمان نبوی واضح ہے کہ اتبعوا السواد الاعظم یعنی اکثریت کی پیروی کرو۔ (ابن ماجہ ص ۲۹۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی ج ۸ ص ۳۲۸)

لہٰذا غیر مقلدین کو اس فرمان نبوی کی روشنی میں ۲۰ رکعات تراویح سواد اعظم کے مذہب ومسلک کی حیثیت سے قبول کر لینی چاہیے لیکن غیر مقلدین کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ ان کا اتباع حدیث ان چند مخصوص مسائل سے تجاوز نہیں کرتا جو انہوں نے اپنے مسلکی تشخص وپہچان کے لیے اختیار کر رکھے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے حال پر رحم فرمائے اور انہیں اتباع حدیث کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت جیسا ذوق سلیم عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

(نوٹ) یہاں یہ حقیقت واضح رہے کہ سواد اعظم سے امت کے مسلمہ علماء وفقہاء مراد ہیں جن کا علم ودیانت ہر شبہ سے بالاتر ہے۔ اس سے جاہل وبے شعور عوام کا اجتماع ہرگز مراد نہیں۔

﴿باب ششم﴾

اصطلاح تراویح اور تعداد تراویح

سنیت و رکعات تراویح پر بحث کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قیام رمضان کے نبوی عنوان کے لیے تراویح کی متواتر اصطلاح کے حوالہ سے بھی مختصر بحث کر لی جائے کہ اس کی لغوی و اصطلاحی اور تاریخی حیثیت کیا ہے۔ اہل سنت اور غیر مقلدین دونوں اس حقیقت پر متفق ہیں کہ قیام رمضان کے لیے تراویح کی اصطلاح قرآن وحدیث سے ثابت نہیں بلکہ یہ ایک خالص اجتہادی اصطلاح ہے جو قیام رمضان کی مستقل عبادت کے لیے وضع کی گئی۔ اور اکابر سے منقول ہے۔ آیئے حقائق کے آئینہ میں یہ جاننے کی کوشش کریں کہ یہ اصطلاح مبنی بر حقیقت ہے یا خلاف حقیقت۔ اور پھر فریقین میں سے کس کے ہاں اس کا استعمال مبنی بر حقیقت ہے۔

متواتر و متوارث اصطلاح

اس اصطلاح کی روشنی میں یہ امر قابل غور ہے کہ اپنے مقاصد ومفاد سے قطع نظر یہ محض ایک وقتی وہنگامی اصطلاح ہے یا اس کے اندر واقعیت وحقیقت بھی موجود ہے۔ کیونکہ تراویح جمع ہے ترویحہ کی۔ جو کم از کم تین افراد کا مطالبہ کرتی ہے۔ تین سے کم افراد پر بحیثیت جمع وہ دلالت ہی نہیں کرتی۔ اب حقیقت کا تقاضا تو یہی ہے کہ اس کے اندر کم از کم تین ترویحوں کا وجود تسلیم کیا جائے۔ اور ایک ترویحہ ۴ رکعت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح تین ترویح ۱۲ رکعات پر مشتمل ہوں گی۔ یعنی لفظ تراویح کی حقیقت ومعنویت کا لحاظ کرتے ہوئے اس میں ۱۲ رکعات کا کم از کم تسلیم کیا جانا ضروری ہے۔ اس سے کم

پر وہ کسی صورت صادق نہیں آ سکتی۔ گویا لفظ تراویح کو اگر حقیقت کے ترازو میں تولا اور معنویت کے آئینے میں دیکھا جائے تو ۱۲ رکعت سے کم کا تصور خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس تصور کو بحال رکھ کر تین سے کم ترویحے تسلیم کیے جائیں تو لفظ تراویح کی اصطلاح لغو اور بے فائدہ قرار پاتی ہے۔

اور پھر یہ اصطلاح کسی مخصوص زمانہ یا چند اشخاص تک محدود نہیں کہ اس کی معنوی و مقصودی حیثیت کو بآسانی نظر انداز کیا جا سکے بلکہ ان گنت افراد نے لاتعداد کتب میں اس اصطلاح کو بکثرت استعمال کر کے اس میں تواتر و اجماع کی صورت پیدا کر دی ہے۔ بالفاظ دیگر یہ ایک متواتر و اجماعی اصطلاح ہے۔ اور کسی متواتر و اجماعی اصطلاح کو لغو اور بے فائدہ ثابت کرنے اور اس کی معنوی حیثیت سے انکار کرنے کے لیے کافی سے زیادہ حوصلہ درکار ہے۔ جبکہ اصحاب علم و فہم کے عظیم جم غفیر کی طرف سے اس پر کوئی نکیر بھی موجود نہیں۔ آیئے اس اصطلاح کا لغوی و اصطلاحی اور تاریخی حیثیت سے جائزہ لے لیں تاکہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے۔

تراویح کا لغوی مفہوم

سب سے پہلے ہم تراویح کے لغوی معنی پر بحث کریں گے۔ چنانچہ

(۱) لغت کی معروف کتاب المنجد میں ہے التراويح جمع ترويحة وهي في الاصل اسم للجلسة مطلق ۔ یعنی تراویح "ترویحہ" کی جمع ہے اور وہ اصل میں نام ہے مطلقاً بیٹھنے کا (ص ۲۹۰) ...... (۲) ملا غیاث الدین رامپوری فرماتے ہیں کہ التراويح بمعنی راحت و آرام ۔ (غیاث اللغات ص ۱۱۵) ......

(۳) امام ناصر الدین المطرزیؒ فرماتے ہیں کہ التراويح وهي جمع ترويحة واصلها المصدر بمعنى استراحت ۔ یعنی تراویح "ترویحہ" کی جمع اور استراحت کے معنی میں ہے۔ المعرب في ترتيب المعرب (جلد ا ص ۳۵۲)

...... (۴) علامہ عینی فرماتے ہیں التراويح جمع ترويحة والترويحة في الاصل اسم للجلسة ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۳) ...... (۵) صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں التراويح جمع ترويحة وهي في الاصل مصدر بمعنى استراحت .... (بحر الرائق ج ۲ ص ۶۶)

ان حوالہ جات سے لفظ تراویح کا لغوی معنی تو معلوم ہو گیا کہ اس کا معنی آرام و راحت حاصل کرنا ہے۔ اس راحت و آرام کا قیام رمضان سے کیا تعلق ہے۔ اب وہ ملاحظہ فرمایئے۔

تراویح کا اصطلاحی مفہوم

قیام رمضان کی کثیر رکعات و طویل قیام کی وجہ سے درمیان میں راحت و آرام کی ضرورت محسوس کی گئی تو اس کی ہر ۴ رکعت کے بعد نمازیوں کے لیے کچھ وقفہ تجویز کیا گیا اور اس وقفہ کو ترویحہ کا نام دیا گیا۔ چنانچہ امام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادیؒ (جو شافعی المذہب تھے تاریخ المشاہیر ص ۹۲) فرماتے ہیں کہ ترويحة شهر رمضان سميت بها لاستراحة بعد كل اربع ركعات ۔ قیام رمضان میں ترویحہ نام ہر ۴ رکعت کے بعد آرام کے لیے رکھا گیا (القاموس المحيط جلد ا ص ۲۳۲) ...... صاحب منجد فرماتے ہیں ثم سميت بها الجلسة التي بعد اربع ركعات في ليالي رمضان لاستراحة الناس بها ثم سمي كل اربع ترويحة ۔ پھر شب ہائے رمضان میں ہر ۴ رکعت نماز کے بعد آرام کرنے کے لیے نشست پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔ پھر ۴ رکعت کو ترویحہ کہنے لگے۔ (ص ۲۹۰) ...... علامہ مطرزیؒ فرماتے ہیں سميت الترويحة لاستراحة القوم بعد كل اربع ركعات ۔ اس کا نام ترویحہ ہر ۴ رکعت کے بعد قوم کے آرام کرنے کی وجہ سے رکھا گیا۔ (المغرب جلد ا ص ۳۵۲) ۔ ملا غیاث الدین رامپوریؒ فرماتے ہیں کہ ان کو تراویح اس لیے کہتے ہیں کہ ہر ۴ رکعت کے بعد خود را راحت و آرام میدہند یعنی اپنے آپ کو راحت و آرام دینا ۔ (غیاث اللغات ص ۱۱۵) ...... علامہ

عینی فرماتے ہیں کہ ہر ۴ رکعت کے بعد بیٹھ کر آرام کرنے کی وجہ سے اس کا نام ترویحہ رکھا گیا۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ ص ۲۴۳)..... صاحب کفایہ فرماتے ہیں کہ قیام رمضان میں ترویحہ ہر ۴ رکعت کا نام ہے (کفایہ جلد ۱ ص ۴۰۷)..... امام نووی فرماتے ہیں ترویحہ دو سلاموں کے ساتھ ۴ رکعت کو کہتے ہیں (المہذب جلد ۴ ص ۳۲)..... اور غیر مقلدین کا بھی یہی موقف ہے چنانچہ لکھا ہے کہ اس نماز کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ لوگ اس میں ہر ۴ رکعت کے بعد استراحت کرنے لگے۔ کیونکہ تراویح 'ترویحہ' کی جمع ہے اور ترویحہ کے معنی ایک مرتبہ آرام کرنے کے ہیں۔ (فتاوی علمائے حدیث جلد ۶ ص ۲۳۱)

ان حوالہ جات سے بصراحت معلوم ہو گیا کہ قیام رمضان کی ہر ۴ رکعت کے بعد کچھ دیر استراحت کی وجہ سے ہر ۴ رکعت کو ترویحہ کا نام دے دیا گیا۔

تراویح کا شرعی مفہوم

تراویح کے لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم کے بعد اب ہم اس کے شرعی مفہوم کی وضاحت بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں تراویح قیام رمضان کا دوسرا نام ہے۔ اور قیام رمضان صدیوں سے اسی عنوان سے متعارف ہے۔ چنانچہ حضرت لیث بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ سنیت صلوۃ الجماعۃ فی لیالی رمضان بالتراویح ۔ رمضان کی راتوں میں پڑھی جانے والی باجماعت نماز کا نام تراویح ہے۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۱۳) ۔ علامہ عبد الرحمن الجزیری فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ ہر ۴ رکعت کے بعد استراحت کرتے تھے۔ ولہذا سنیت تراویح ۔ اس لیے اس کا نام تراویح رکھا گیا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد ۱ ص ۳۲۳) ملا غیاث الدین رامپوریؒ فرماتے ہیں کہ تراویح وہ ۲۰ رکعت نماز ہے جو شب ہائے رمضان میں ادا کی جاتی ہے۔ (غیاث اللغات ص ۱۱۵) منجد میں ہے وھی اسم العشرین رکعۃ ۔ شب ہائے رمضان کی ۲۰ رکعت کو بھی تراویح کہتے ہیں۔ (ص ۴۹۰) منجد کا مصنف عیسائی ہے۔ حیرت ہے کہ

سامنے ہزار عربی الفاظ کے لغوی معانی و مفاہیم واضح کرنے والے مصنف کے پیش نظر تراویح کا عرفی مفہوم صرف ۲۰ رکعت نماز کی صورت میں ہی سامنے آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سامنے بھی تاریخی ذخیرہ میں سے تراویح کے لیے ۲۰ رکعات کے علاوہ کوئی نمونہ و ثبوت موجود نہ تھا۔ ورنہ وہ اختلاف کا ذکر ضرور کرتا۔ غیر مقلدین کے نزدیک نماز تراویح کی تعریف علماء نے یہ لکھی ہے کہ نماز تراویح وہ نماز ہے جو ماہ رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جائے۔ (فتاوی علمائے حدیث جلد ۶ ص ۲۳۱) ان حوالہ جات سے بصراحت معلوم ہو جاتا ہے کہ شرعی مفہوم کے اعتبار سے تراویح کا اطلاق اس نماز پر ہوتا ہے جو رمضان المبارک کی راتوں سے مخصوص ہے۔ دیگر دنوں میں نہیں پڑھی جاتی۔ اور جسے نبوی زبان سے قیام رمضان کا عنوان حاصل ہے۔

اصطلاح تراویح کی بناء اجتہاد

یہاں اس پہلو پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ اصطلاح تراویح کی بناء اجتہاد کیا ہے۔ اس میں اسلاف کا اختلاف موجود ہے اور دو نکتہ نظر سامنے آتے ہیں..... پہلا یہ کہ اس اجتہاد کی بنیاد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اربع رکعات فی اللیل ثم یتروح و اطال ۔ یعنی آنحضرت ﷺ نماز تہجد میں ۴ رکعت کے بعد طویل استراحت فرماتے۔ (بیہقی جلد ۲ ص ۴۹۷)..... دوسرا یہ کہ اس اجتہاد کی بنیاد حضرت فاروق اعظمؓ کا عمل ہے جیسا کہ حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ دو ترویحوں کے درمیان اتنی دیر استراحت فرماتے کہ قدر ما یذھب الرجل من المسجد الی السلع کہ آدمی مسجد نبویؐ سے سلع پہاڑ تک جا سکے۔ (کنز العمال جلد ۸ ص ۴۱۲) ہمیں اس سے غرض نہیں کہ اس کی بناء اجتہاد عمل پیغمبرؐ ہے یا عمل فاروق اعظمؓ پر۔ یہ حقیقت واضح ہے کہ تراویح قیام رمضان ہی کا دوسرا نام ہے۔

یہ اصطلاح کب شروع ہوئی

یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ ایک اجتہادی اصطلاح ہے جسے امت نے قبول کیا ہے۔ لیکن یہ اصطلاح کب متعارف ہوئی؟ امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ قیام رمضان کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ اول ما اجتمعوا علیہا اس پر سب سے پہلے صحابہ کرامؓ نے اجماع کیا۔ (فتح الباری جلد ۴ ص ۲۵۰)

مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابوالبرکاتؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں لفظ تراویح کا استعمال عام معلوم ہوتا تھا۔ حضرت عثمانؓ "عمرؓ" "علیؓ" اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے ادوار میں اس لفظ کا استعمال کافی ملتا ہے۔ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۵۴)

دلچسپ لطیفہ

مشہور غیر مقلد عالم مولوی عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں کہ اسے نبویؐ زبان میں قیام رمضان کا نام دیا گیا ہے۔ تابعین اور ان کے اتباع میں اسے تراویح کے نام سے پکارا گیا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم نخعیؒ سے قیام اللیل میں مروی ہے۔ (جملان العجابہ ص ۱۷۳) اثری صاحب صاف لفظوں میں یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ تراویح کی اصطلاح عصر حاضر یا ماضی قریب کی ایجاد کردہ نہیں بلکہ تابعین و تبع تابعین کے ہاں بکثرت مستعمل تھی۔ اور ابراہیم نخعیؒ جیسا امام اس کا راوی ہے۔ لیکن یہ نقل کرنے کے بعد اثری صاحب فرماتے ہیں کہ

> دوستوں نے تراویح کا نام اسے اس لیے دیا ہے کہ ۲۰ رکعت ثابت ہوں کہ یہ ترویحہ کی جمع ہے جو ہر ۴ رکعتوں کا ہوتا ہے۔ تو ۲۰ رکعت پانچ ترویحے ٹھہرے اور ۸ رکعت دو ترویحے ہوئے۔ تراویح (یعنی جمع) نہیں ...... (ایضاً ص ۱۷۳)

اثری صاحب کی بدحواسی ملاحظہ فرمایئے کہ وہ مسلکی تعصب وہٹ دھرمی میں مبتلا ہو کر حقائق کو مسخ کرنے کی کیسی جسارت کر رہے ہیں۔ اگر لفظ تراویح ۲۰ رکعت کے اثبات کے لیے وضع کیا گیا ہے تو یہ خیر القرون بالخصوص عہد خلافت راشدہ کا اجتہاد ہے جسے

بالاجماع قبول کیا گیا ہے۔ اگر اس لفظ سے واقعی ۲۰ رکعت ثابت ہوتی ہیں تو اثری صاحب اور دیگر غیر مقلدین اس سے انحراف کیوں کر رہے ہیں؟ بہر حال یہ حقیقت واضح ہے کہ قیام رمضان کے لیے تراویح کی اصطلاح عہد خلافت راشدہ اور خیر القرون میں بھی بکثرت موجود تھی۔

استراحت کی شرعی حیثیت

ہر ۴ رکعت کے بعد عمل صحابہؓ و تابعینؒ سے استراحت ثابت ہونے کے بعد اس استراحت کی شرعی حیثیت کا جاننا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں کہ ہر ۴ رکعت کا نام ترویحہ استراحت کی وجہ سے رکھا گیا۔ کما ھو السنۃ فیہا جیسا کہ وہ استراحت سنت ہے۔ (بحر الرائق جلد ۲ ص ۶۶) صاحب ہدایہ فرماتے ہیں والمستحب فی الجلوس بین الترویحتین مقدار الترویحۃ ۔ دو ترویحوں کے درمیان ایک ایک ترویحہ کے برابر بیٹھنا مستحب ہے۔ (ہدایہ جلد ۱ ص ۱۳۱) گویا یہ استراحت احناف کے نزدیک سنت غیر مؤکدہ ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت فقہ حنفی کی جملہ کتب میں موجود ہے۔ اور علامہ عبدالرحمٰن جزیریؒ فرماتے ہیں کہ ہر ترویحہ پر استراحت احناف شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اجماع سلف کی بناء پر مستحب ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک اگر قیام لمبا ہو تو لما فعلہ الصحابۃ مستحب ہے ورنہ نہیں۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد ۱ ص ۳۳۳)

دوران استراحت حکم

جب یہ استراحت مستحب ہے تو پھر اس استراحت کے دوران کیا عمل اختیار کرنا چاہیے؟ اس کے بارہ میں علامہ کاسانی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ تسبیح پڑھے لا حول ولا قوۃ کا ورد کرے تکبیر پڑھے و یصلی علی النبیؐ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ (بدائع الصنائع جلد ۱ ص ۲۹۰) اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اس

استراحت میں لوگوں کو اختیار ہے چاہے تسبیح پڑھیں' چاہے خاموش رہیں۔ مکہ کے لوگ ۷ مرتبہ طواف کر لیتے تھے۔ اور مدینہ کے لوگ ۴ رکعت اور پڑھ لیتے تھے۔ (جلد ۱ ص ۱۸۵) گویا اس میں کوئی عمل مسنون و مخصوص نہیں۔ البتہ بعض فقہاء نے عوام کی سہولت کے لیے یہ دعا لکھی ہے۔

سبحان ذی الملک والملکوت' سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحیّ الذی لا یموت سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح لا الٰہ الا اللّٰہ نستغفر اللّٰہ ونسئلک الجنۃ ونعوذ بک من النار .... (شامی جلد ۱ ص ۵۲۲)

تعداد تراویح

عہد خیر القرون سے لے کر عصر حاضر تک اس متواتر و اجماعی اصطلاح کی روشنی میں اب ہمیں یہ جائزہ لینا ہے کہ کتب حدیث و سیر میں لفظی اعتبار سے کتنے ترویحوں کا ثبوت ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) سوید بن غفلہ رمضان میں نماز پڑھاتے۔ خمس ترویحات (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۴۹۶ شرح السنۃ جلد ۳ ص ۱۲۲)...... (۲) ابو البختری نماز پڑھاتے تھے۔ خمس ترویحات (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۳۹۳)... (۳) علی بن ربیعہ نماز پڑھاتے تھے۔ خمس ترویحات (ایضاً جلد ۲ ص ۳۹۳)...... (۴) ابو الحسناء فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ خمس ترویحات۔ (کنز العمال جلد ۸ ص ۲۶۴) ....

(۵) ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان الناس کانوا یصلون خمس ترویحات (کتاب الآثار لابی یوسف ص ۴۱)...... (۶) سعید بن جبیر نماز پڑھاتے خمس ترویحات وفی العشر الاواخر ست ترویحات۔ (عبد الرزاق جلد ۴ ص ۲۶۶)...... (۷) عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ' سعید بن ابی

الحسن اور عمران العبدی نماز پڑھاتے۔ خمس ترویحۃ۔ (قیام اللیل ص ۱۵۸)...... (۸) شتیر بن شکل نے نماز پڑھائی۔ خمس ترویحات۔ .... (مرقات جلد ۳ ص ۱۹۴)

ان آثار میں بصراحت پانچ ترویحوں کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ بعض ائمہ سے ست ترادیحات اور سبع ترویحات کے الفاظ تو ملتے ہیں لیکن پانچ سے کم صرف ابو مجلز وغیرہ سے اربع ترویحات کے الفاظ ملتے ہیں۔ کسی مقام پر لفظی اعتبار سے تین یا اس سے کم ترویحوں کا ثبوت نہیں ملتا۔ کیا غیر مقلدین کوئی حوالہ پیش کر سکتے ہیں جس میں یہ وضاحت ہو کہ صحابہ کرامؓ تابعین یا تبع تابعین میں سے فلاں بزرگ دو ترویحے یا تین ترویحے پڑھتے' پڑھاتے تھے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

پانچویں ترویحہ کے بعد استراحت کا حکم

حتیٰ کہ فقہاء کرام نے تو پانچویں ترویحہ کے بعد استراحت کے حکم شرعی پر بھی بحث کی ہے۔ چنانچہ...... علامہ کاسانی الحنفی فرماتے ہیں کہ کیا پانچویں ترویحہ کے بعد بھی استراحت مستحب ہے؟ بعض حضرات نے کہا ہاں اور بعض نے کہا نہیں۔ وھو الصحیح لانہ خلاف عمل السلف۔ صحیح یہی ہے کہ یہ عمل سلف کے خلاف ہے۔ (البدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۹۰) امام سیوطی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ ہر ۴ رکعت کے بعد طواف کعبہ کر لیتے تھے ولا یطوفون بعد الخامسۃ۔ پانچویں ترویحہ کے بعد وہ طواف نہیں کرتے تھے۔ (الحاوی للفتاویٰ جلد ۱ ص ۳۳۸) امام سیوطیؒ نے اسی پانچویں ترویحہ کے بعد استراحت کے حوالے سے اہل مدینہ کی رکعات کا اختلاف بیان کیا ہے کہ جو لوگ پانچویں ترویحہ کے بعد ۴ رکعت نوافل نہ پڑھتے ان کی رکعات ۳۶ ہوتیں اور جو پانچویں ترویحہ کے بعد بھی ۴ رکعت نوافل پڑھتے ان کی رکعات ۴۰ ہو جاتیں۔ اسی لیے بعض ائمہ کے نزدیک پانچویں ترویحہ کے بعد بھی استراحت مستحب ہے جیسا کہ اور

الایضاح ص ۲۰ العصابات بالسنۃ ص ۱۲۱ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ ص ۲۳۸ ہدایہ جلد اص ۱۲۳ اور الدر المختار جلد اص ۶۶۱ میں مذکور ہے کہ وکذا بین الخامسۃ والوتر ۔ اسی طرح پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان استراحت بھی مستحب ہے۔

قطع نظر اس سے کہ پانچویں ترویحہ کے بعد استراحت مستحب ہے یا مکروہ۔ یہ حقیقت واضح ہے کہ نماز تراویح پانچ ترکعوں پر موقوف ہے۔ اگر پانچ ترویحے نہ ہوتے تو پانچویں ترویحہ کے بعد حکم استراحت پر اختلاف رونما ہوتا۔ خدا تعالیٰ غیر مقلدین کو سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

﴿باب ہفتم﴾

سنن تراویح ...... اور ...... احکام ومسائل

زیر نظر باب کو ہم دو فصلوں میں تقسیم کریں گے پہلی فصل میں ہم نماز تراویح کی سنتوں پر مختصر بحث کرنا چاہیں گے۔ تاکہ یہ حقیقت مزید نکھر کر سامنے آجائے کہ تہجد وتراویح میں فرق ہے اور تراویح تہجد سے الگ اپنے مخصوص ومستقل احکامات رکھتی ہیں۔ اور دوسری فصل میں ہم نماز تراویح کے چند ضروری مسائل بیان کریں گے تاکہ عوام انکی روشنی میں اپنی نماز تراویح سنت کے مطابق بناسکیں۔

﴿پہلی فصل﴾

سنن .... تراویح

(۱) تراویح سنت موکدہ ہے

تراویح کی شرعی حیثیت کے بارہ میں غیر مقلدین کے متضاد نظریات آپ ان شاء اللہ العزیز آخری باب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ لیکن اس بات پر غیر مقلدین کا تقریباً اجماع ہے کہ تراویح سنت موکدہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا ایک مستند حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

سوال: تراویح سنت موکدہ ہے یا غیر موکدہ؟ اصول فقہ کی روشنی میں سنت موکدہ کی تعریف کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے جس کام پر مواظبت اختیار کی وہ سنت موکدہ ہے یا نہیں؟

جواب: اصول فقہ کی تمام کتابوں میں سنت موکدہ کی تعریف اس قدر کی گئی ہے کہ وہ کام جس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشگی اختیار کی ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مواظبت کو اصولیین میں سے کسی نے بھی سنت موکدہ

قرار نہیں دیا۔ تراویح پر اگرچہ صحابہ کرامؓ کی مواظبت ثابت ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مواظبت ثابت نہ ہونے کی وجہ سے یہ سنت مؤکدہ نہیں ہے.................(فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ ص ۶۳۲)

جو لوگ صحابہ کرامؓ کے افعال و اقوال حتیٰ کہ ان کے اجتہاد و تفسیر قرآن تک کو حجت نہ مانتے ہوں ان کی طبیعت اجماع صحابہؓ اور سنت خلفاء راشدینؓ کو سنت مؤکدہ کی حیثیت سے کیسے قبول کر سکتی ہے؟ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر تہجد و تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں تو کیا تہجد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مواظبت ثابت نہیں؟ یہ تھی کوئی غیر مقلد ہی سمجھا سکے گا۔ لیکن یہ واضح ہو چکا ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک تراویح سنت مؤکدہ نہیں جبکہ جمہور ائمہ اہل سنت کے نزدیک تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

چنانچہ علامہ عبدالرحمن الجزیریؒ فرماتے ہیں کہ

نماز تراویح تین اماموں (امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) کے نزدیک سنت عین مؤکدہ ہے اور مالکیہ کے نزدیک ہر مرد و زن کے لیے امر مستحب تاکیدی ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد ۱ ص ۵۶۱)

اس بارہ میں فقہاء احناف کے اقوال ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ان التراويح سنة لايجوز تركها ۔ تراویح سنت ہے جس کا ترک کرنا جائز نہیں۔ (المبسوط سرخسی جلد ۲ ص ۱۴۵ کبیری ص ۳۰۰ وغیرہ).......

(۲) وقال صدر الشهيد هو الصحيح ۔ صدر الشہیدؒ نے کہا یہی صحیح ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۷ ص ۶۳).......(۳) التراويح سنة مؤكدة لمواظبة النبي صلى الله عليه وسلم والخلفاء الراشدينؓ اجماعاً ۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کی مواظبت کی وجہ سے تراویح بالاجماع سنت مؤکدہ ہے۔ (رد المحتار جلد ۱ ص ۵۱۱).......

(۴) التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال والنساء اجماعاً ۔ خلفاء راشدینؓ کی مواظبت کی وجہ سے تراویح مردوزن پر بالاجماع سنت مؤکدہ ہے۔ (الدر

المختار جلد ۱ ص ۶۵۹).......(۵) تراویح باجماع صحابہؓ اور باجماع ائمہ اہل سنت سنت مؤکدہ ہے و منكرها مبتدع ضال مردود الشهادة اس کا منکر بدعتی گمراہ اور مردود الشہادت ہے۔ (جامع الرموز جلد ۱ ص ۹۵).......(۶) تراویح خلفاء راشدینؓ کی مواظبت کی وجہ سے سنت ہے۔ (شرح الوقایہ جلد ۱ ص ۱۷۶).......(۷) تراویح سنت مؤکدہ ہے جیسا کہ ہمارے جمہور اصحاب نے اس کی صراحت کی ہے۔ (التعلیق الممجد ص ۱۳۰).......

(۸) تراویح باجماع صحابہؓ سنت ہے اس کا منکر بدعتی و گمراہ ہے۔ (طحطاوی جلد ۱ ص ۲۴۷).......

(۹) تراویح کا ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر اول مکتوب نمبر ۳۵).......

(۱۰) تراویح سنت مؤکدہ ہیں بلاعذر ان کو ترک کرنے والا عاصی و گنہگار ہے۔ خلفاء راشدینؓ و جمیع صحابہؓ و سلف صالحین سے ان کی مواظبت ثابت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۴ ص ۲۸۱)

تراویح مردوں اور عورتوں سب کیلئے سنت مؤکدہ ہیں۔ (کفایت المفتی جلد ۳ ص ۳۶۱)

مذکورہ حوالہ جات سے تین چیزیں بصراحت ثابت ہو گئیں: پہلی یہ کہ نماز تراویح پر خلفاء راشدینؓ کی مواظبت ثابت ہے۔ دوسری یہ کہ خلفاء راشدین کے کسی عمل پر مواظبت اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے۔ تیسری یہ کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے جبکہ غیر مقلدین حضرات ان میں سے پہلی چیز کا تو اقرار کرتے ہیں، باقی دونوں چیزوں سے انکاری ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سنت خلفاء راشدین کی محبت احناف کے دل میں زیادہ ہے یا غیر مقلدین کے دل میں۔ نیز نماز تراویح کے ساتھ اہل سنت احناف کا انس و تعلق زیادہ ہے جو اسے سنت مؤکدہ مانتے ہیں یا غیر مقلدین کا جو اسے استحبابی وجہ سے کہ اختیاری عبادت قرار دے رہے ہیں۔

(۴) تراویح کی بیس رکعت سنت مؤکدہ ہیں

یہ ہم اگلے باب میں ان شاء اللہ العزیز واضح کریں گے کہ غیر مقلدین کے نزدیک جس طرح نماز تراویح سنت مؤکدہ نہیں اسی طرح اس کی رکعات کی کوئی تعداد بھی مسنون نہیں۔ جبکہ اہل سنت احناف کے ہاں تراویح کی ۲۰ رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ جیسا کہ

(۱) امام اعظمؒ فرماتے ہیں یصلی عشرین رکعۃ کما ھو السنۃ ۔ ۲۰ رکعت پڑھے جو کہ سنت ہیں۔ (المبسوط جلد ۲ ص ۱۴۹) ...... (۲) علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں کہ ۲۰ رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور ۸ رکعت پڑھنے والا سنت مؤکدہ کا تارک ہے۔ (حاشیہ ھدایہ جلد ۱ ص ۱۵۱) ...... (۳) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں جو لوگ ۸ رکعت تراویح پڑھتے ہیں وہ تارک فضیلت سنت ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۳) ...... (۴) تراویح ۲۰ رکعت سنت مؤکدہ ہیں اس کے خلاف کرنے والا حنفیہ کے نزدیک تارک سنت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۳ ص ۲۹۹) ...... (۵) فقہ حنفی کے مفتی بہ قول کے مطابق ۲۰ رکعت تراویح ہی سنت مؤکدہ ہیں۔ (الدر المختار جلد ۱ ص ۹۸ ۔ ھدایہ جلد ۱ ص ۱۳۱ الشرح نقایہ جلد ۱ ص ۱۰۲ جواھر الفقہ جلد ۱ ص ۳۸۱ وغیرہ)

گویا فقہاء احناف کے نزدیک جس طرح نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے اسی طرح اس کی ۲۰ رکعات بھی سنت مؤکدہ ہیں۔ یہی مسلک وفتویٰ شوافع فقہاء کا ہے جیسا کہ علامہ نووی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ اعلم ان صلوۃ التراویح سنۃ باتفاق العلماء وھی عشرون رکعۃ ۔ یعنی ۲۰ رکعت تراویح علماء کے اتفاق سے سنت ہے۔ (کتاب الاذکار ص ۸۳) اور یہی مذہب ومسلک فقہاء حنابلہ کا ہے۔ جیسا کہ علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں وقیام شھر رمضان عشرون رکعۃ یعنی صلوۃ التراویح وھی سنۃ مؤکدۃ ۔ یعنی ۲۰ رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ (مغنی جلد ۲ ص ۱۶۶) گویا حنفی شافعی اور حنبلی تینوں مکاتب فکر ۲۰ رکعت تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے پر متفق ہیں۔

(۳) تراویح مساجد میں ادا کرنا سنت ہے

جماعت ورکعات تراویح کی سنیت کا ذکر کرنے کے بعد مقام تراویح کی اولویت وافضلیت کا تذکرہ بھی ناگزیر ہے کہ تراویح ادا کرنے کے لیے افضل مقام گھر ہے یا مسجد؟ غیر مقلدین کے اس بارہ میں متفرق مذاہب ہیں جن کی تفصیلات آپ آئندہ باب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ البتہ فقہاء اہل سنت اور ان میں سے بالخصوص فقہاء احناف کے نزدیک نماز

تراویح مساجد میں ادا کرنا مسنون ہے۔ چنانچہ

(۱) علامہ جزیریؒ فرماتے ہیں والفضل صلاتھا فی المسجد باتفاق ثلاثۃ من الائمۃ وخالف المالکیۃ (ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ امام شافعی امام احمد) کے نزدیک بالاتفاق تراویح مسجد میں افضل ہے۔ البتہ مالکیہ کو اس سے اختلاف ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ جلد ۱ ص ۳۴۲) ...... (۲) ان صلوۃ التراویح فی مساجد المسلمین سنۃ مسنونۃ تراویح مساجد میں ادا کرنا مسنون ہے۔ (مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۴۴۰) ...... (۳) صحیح یہی ہے کہ تراویح کا جماعت سے مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔ (الدر المختار جلد ۱ ص ۶۶۱) ...... (۴) گھر میں اگر جماعت سے تراویح ادا کرے گا تو جماعت کی فضیلت مل جائے گی۔ البتہ مسجد کی فضیلت سے محروم ہوگا۔ (عالمگیری جلد ۱ ص ۱۸۵) ...... (۵) سب لوگ اگر مسجد میں تراویح کی نماز چھوڑ دیں تو گنہگار ہوں گے۔ (عالمگیری جلد ۱ ص ۱۸۵) (۶) نماز تراویح مسجدوں میں پڑھنا سنت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۳ ص ۲۹۹)

گویا فقہاء احناف کے نزدیک نماز تراویح کا مساجد کے اندر ادا کرنا ہی افضل ہے۔ گھروں میں تراویح ادا کرنے سے آدمی فضیلت مسجد سے محروم رہتا ہے۔ اور حنابلہ وشوافع کا بھی یہی مذہب ومسلک ہے۔

(۴) تراویح باجماعت سنت ہے

تراویح کے اندر چوتھی سنت اسے باجماعت ادا کرنا ہے۔ غیر مقلدین کے اس بارہ میں متضاد فتاویٰ آئندہ باب میں ملاحظہ فرمایئے۔ لیکن فقہاء احناف اسے بھی مسنون قرار دیتے ہیں۔

(۱) حضرت ملا علی قاری الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں کی سستی کی وجہ سے نماز تراویح باجماعت پڑھنا افضل ہے۔ (مرقاۃ جلد ۳ ص ۱۸۲) ...... (۲) علامہ شرنبلالی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ صلوتھا بالجماعۃ سنۃ کفایۃ ۔ اس کی جماعت سنت کفایہ ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۸۲) ...... (۳) تراویح کو باجماعت ادا کرنا سنت کفایہ ہے۔ اگر تمام اہل محلہ نے اس کی جماعت ترک کر دی فقد اساؤا بترکھم السنۃ تو انہوں نے سنت کو ترک کر دیا۔ (صغیۃ

المصلی ص ۱۰۰)۔۔۔(۴) والسنة فيها الجماعة ۔ تراویح میں جماعت سنت ہے۔ (هدایه جلد ا ص ۱۳۱)۔۔۔(۵) والجماعة فيها سنة على الكفاية ۔ جماعت تراویح کے اندر سنت کفایہ ہے۔ (الدر المختار جلد ا ص ۶۶۱)۔۔۔(۶) تراویح میں جماعت سنت ہے ترک کرنے والے گنہگار ہیں۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند جلد ۴ ص ۲۵۵)

یاد رہے کہ شوافع کا بھی یہی مسلک ہے۔ چنانچہ علامہ نووی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق ہمارے اصحاب نے باجماعت تراویح کی افضلیت پر اتفاق کیا ہے۔ بل ادعى بعضهم فيه اى اجماع الصحابة ۔ بلکہ بعض نے تو اس پر اجماع صحابہ کا دعویٰ کیا ہے۔ (مرقاة جلد ۳ ص ۱۸۶) اور امام بیہقی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ هذا الفضيلة صلوة التراويح في الجماعة ۔ نماز تراویح کی یہ فضیلت تو جماعت سے حاصل ہوتی ہے۔ (شعب الایمان جلد ۳ ص ۱۷۹)

گویا یہ مسئلہ تقریباً اجماعی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ علامہ نووی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ اور ان کے جمہور اصحاب امام ابوحنیفہؒ امام احمدؒ اور بعض مالکی علماء کے نزدیک نماز تراویح میں جماعت افضل ہے۔ كما فعله عمر بن الخطاب والصحابة ۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرامؓ کا فعل ہے۔ تمام مسلمانوں کا اس پر مستقل عمل ہے۔ لانه من الشعائر الظاهرة ۔ کیونکہ یہ اسلام کے ظاہری شعائر میں سے ہے۔ (نووی حاشیہ مسلم جلد ا ص ۲۵۹) ۔ علامہ کاسانی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ نماز تراویح کی سنتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اسے باجماعت اور مسجد میں ادا کیا جائے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اسے مسجد میں باجماعت ادا کیا۔ لہٰذا اسے مسجد کے اندر باجماعت ادا کرنا ہی سنت ہے۔ البتہ اس کی کیفیت کے بارہ میں اختلاف ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے یا سنت کفایہ۔ (البدائع الصنائع جلد ا ص ۲۸۸)

(۵) تراویح میں ختم قرآن سنت ہے

تراویح کی پانچویں سنت یہ ہے کہ اس میں قرآن پاک ختم کیا جائے اور فقہاء احناف کی

کتب میں اس کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

لان السنة في التراويح الختم مرة ۔ نماز تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے۔ (الدر المختار جلد ا ص ۶۶۲ ۔ اعلاء السنن جلد ۷ ص ۹۲ فتاوی دار العلوم جلد ۴ ص ۲۴۷، فتاوی رشیدیہ ج ۳ ص ۲۰۶، امداد الفتاوی ج ا ص ۳۰۰)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک نماز تراویح میں ختم قرآن بھی مسنون ہے۔ لیکن یہ سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنت مستحبہ ہے۔ مذکورہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ اہل سنت بالخصوص فقہاء احناف کے نزدیک نماز تراویح میں پانچ سنتیں ہیں۔ (۱) نماز تراویح سنت ہے...... (۲) اس کی ۲۰ رکعات سنت ہیں...... (۳) اس کا مسجد میں ادا کرنا سنت ہے...... (۴) اس کا باجماعت ادا کرنا سنت ہے...... (۵) اس میں کم از کم ایک قرآن کا ختم کرنا سنت ہے۔

غیر مقلدین سے ایک سوال

اب غیر مقلدین سے ہمارا سوال یہ ہے کہ دنیا میں پچانوے فی صد سے زائد مساجد میں ۲۰ رکعت تراویح پڑھی جاتی ہیں۔ اب جو شخص ان میں سے کسی مسجد میں باجماعت نماز پڑھتا ہے اسے کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے...... وہ ۱۲ رکعت تراویح چھوڑ کر تقریباً دو تہائی حصہ قرآن سننے سے محروم رہے...... یا...... ۲۰ رکعت تراویح پڑھ کر پورا قرآن سننے کی فضیلت حاصل کرے...... بینوا وتوجروا۔

ویسے ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ امام حرم الشیخ ابن باز کا فتویٰ یہ ہے کہ

السنة الانتمام مع الامام ولو صلى ثلاثا و عشرين ركعة ۔ مقتدی کا اپنے امام کے ساتھ نماز مکمل کرنا سنت ہے۔ اگرچہ امام ۲۳ رکعت پڑھائے .... (مجموع فتاوى الشيخ ابن باز جلد ا ص ۳۰۲)

حرمین شریفین کے حوالے سے رفع یدین اور آمین بالجہر کے عنوان پر امت میں فساد برپا کرنے والے غیر مقلدین امام حرم کے اس فتویٰ پر بھی تھوڑی سی توجہ فرمائیں۔

﴿فصل دوم﴾

احکام ...... و ...... مسائل

اس مقام پر ہم نماز تراویح سے متعلق چند ضروری احکام اور مسائل بیان کر دینا بھی مناسب خیال کرتے ہیں۔ تاکہ عوام ان کے مطابق اپنی نماز تراویح کی مکمل اصلاح کر سکیں۔ اس کے لئے ذیل میں ہم دار العلوم دیوبند کے مدرس حضرت مولانا محمد رفعت قاسمی صاحب دامت فیوضہم کی مؤلفہ کتاب ”مکمل و مدلل مسائل تراویح قرآن و حدیث کی روشنی میں“ کے پاکستانی ایڈیشن سے اخذ کئے گئے چند مسائل و احکام نقل کر رہے ہیں۔ اس کتاب پر دار العلوم دیوبند کے تین مفتیان کرام (مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب مدظلہ، حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مدظلہ) کی تقاریظ موجود ہیں۔

﴿مسئلہ نمبر1﴾

نماز تراویح پڑھانا امام مسجد کی ذمہ داری ہے

امام مسجد اگر حافظ نہیں اور ضعف و بیماری کی وجہ سے معذور نہیں تو نماز تراویح آخری سورتوں سے پڑھانا اس کی ذمہ داری ہے البتہ اگر مقتدی حضرات قرآن پاک مکمل سننے کی سعادت حاصل کرنے کا شوق رکھتے ہوں تو اس کیلئے حافظ کا انتظام کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ امام مسجد کو اس پر مجبور نہ کیا جائے .... (فتاوی رحیمیہ ج۳ ص ۳۳۹)

﴿مسئلہ نمبر2﴾

نابالغ بچے کی اقتداء نا جائز ہے

حافظ قرآن اگر نابالغ ہو تو اس کی اقتداء میں (دیگر نمازوں کی طرح) نماز تراویح پڑھنا بھی نا جائز ہے .... (فتاوی رحیمیہ ج۳ ص ۳۸۶ فتاوی محمودیہ ج۲ ص ۳۵۰)

﴿مسئلہ نمبر3﴾

داڑھی منڈے حافظ کی امامت

داڑھی منڈوانا حرام ہے اور داڑھی منڈانے والا از روئے شرع فاسق ہے لہذا ایسے حافظ کو (عام نمازوں کی طرح) نماز تراویح کے لئے بھی امام بنانا جائز نہیں۔ ایسے امام کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی ہے .... (فتاوی رحیمیہ ج۳ ص ۳۵۲)

﴿مسئلہ نمبر4﴾

داڑھی کٹوانے والے حافظ کی امامت

ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے ایسا حافظ قرآن جو داڑھی کٹواتا ہے اور اس کی داڑھی ایک مشت سے کم رہ جاتی ہے اس کو امام بنانا بھی جائز نہیں۔ اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے بلکہ مکروہ تحریمی ہے .... (کفایت المفتی ج۳ ص ۸۷ .... امداد المفتیین ج۱ ص ۳۶۱ .... فتاوی دار العلوم دیوبند ج۱ ص ۱۷۱)

﴿مسئلہ نمبر5﴾

فیشن پرست حافظ کی اقتداء

فیشن پرست حافظ جس کا لباس اور بال غیر اسلامی ہوں، وہ ننگے سر پھرنے کا عادی ہو اس کی شلوار اکثر ٹخنوں سے نیچے رہتی ہو وہ اگر ان بری عادات کو چھوڑنے کا پختہ عہد کرے تو اسے امام بنایا جا سکتا ہے۔ اور اگر ان عادات کو چھوڑنے کا عہد نہ کرے تو اسے امام بنانا جائز نہیں .... (فتاوی رحیمیہ ج۳ ص ۲۱۷)

(نوٹ) عام طور پر بعض حافظ رمضان میں نمازیوں کے ساتھ یہ بری عادات چھوڑنے کا عہد کر لیتے ہیں اور داڑھی بڑھا بھی لیتے ہیں لباس بھی درست کر لیتے ہیں لیکن رمضان گزرنے کے بعد وہ پھر سابقہ روش یعنی وہی بری عادات دوبارہ اختیار کر لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں آئندہ رمضان میں صرف ان کے زبانی عہد پر اعتماد کرنا ہرگز

درست نہیں جب تک کہ وہ پوری طرح ان بری عادات کو ترک نہ کر دیں .... بشیر

﴿مسئلہ نمبر 6﴾

نابینا کی امامت

جو نابینا آدمی (حافظ ہو یا غیر حافظ) طہارت کے معاملہ میں محتاط ہو، ہر قسم کی نجاست سے بچنے کا پورا اہتمام کرتا ہو اور صاف ستھرا رہتا ہو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے، ورنہ مکروہ ہے .... (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۳۶۳)

﴿مسئلہ نمبر 7﴾

نابالغ سامع کا حکم

نابالغ سامع (یعنی وہ حافظ جو لقمہ دینے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے) غلطی بتانے کے لئے پہلی صف میں نمازیوں کے درمیان کھڑا کیا جا سکتا ہے ..... (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۴ ص ۲۴۷)

﴿مسئلہ نمبر 8﴾

تراویح پڑھانے پر اجرت لینے کا حکم

حافظ قرآن کیلئے نماز تراویح پڑھانے کی اجرت کا مقرر کرنا اور اس کا لینا دینا حرام اور ناجائز ہے البتہ اگر بلا تعیین بطور ہدیہ کچھ دے دیا جائے (یعنی نہ دینے والے کی نیت تراویح کی اجرت ہو اور نہ لینے والے کی یہ نیت ہو) اور نہ دینے پر کوئی شکوہ شکایت نہ ہو تو یہ صورت اجرت سے خارج اور حد جواز میں داخل ہو سکتی ہے ...... (کفایت المفتی ج ۳ ص ۳۵۰)

﴿مسئلہ نمبر 9﴾

کیا نماز تراویح روزہ کے تابع ہے؟

نماز تراویح روزہ کے تابع نہیں ہے جو لوگ کسی عذر شرعی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں ان کے لئے بھی تراویح پڑھنا سنت ہے اگر نہیں پڑھیں گے تو ترک سنت کے گناہ گار ہوں گے .... (مظاہر حق جدید ج ۱ ص ۱۲ ا۔ فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۴ ص ۲۷۲)

﴿مسئلہ نمبر 10﴾

نیت ایک ہی بار کافی ہے

نماز تراویح کے شروع میں بیس رکعت کی نیت ایک ہی بار کر لینا کافی ہے ہر دو رکعت کے بعد نیت کرنا شرط نہیں، البتہ بہتر ہے .... (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۳۵۲)

﴿مسئلہ نمبر 11﴾

فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھنے والا تراویح کیسے پڑھے؟

عشاء کی نماز ہو چکنے کے بعد آنے والے افراد (مسجد کے اندر دوسری جماعت نہ کرائیں کیونکہ مسجد کے اندر دوسری جماعت درست نہیں) الگ الگ فرض نماز پڑھ کر امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شامل ہو جائیں کیونکہ فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھنے والا بھی تراویح جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے .... (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۲۸)

﴿مسئلہ نمبر 12﴾

جماعت سے رہ جانے والی رکعات تراویح پڑھنے کا حکم

جماعت گزر جانے کے بعد نماز عشاء پڑھنے کی وجہ سے ایک شخص کی کچھ رکعات تراویح گزر گئیں اور وہ نماز تراویح میں شامل ہوا، شروع کی جو رکعات رہ گئی ہیں اگر ہر چار رکعت کے بعد (ترویحہ میں) امام طویل وقفہ کرے تو اس وقفہ کے دوران دو رکعات پڑھ لی جائیں اور اگر یہ وقفہ کافی نہ ہو تو وتر جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے بعد یہ رکعات پڑھ لے .... (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۴ ص ۲۶۰)

(نوٹ) اگر بقیہ تراویح پہلے پڑھ کے بعد میں وتر تنہا پڑھ لے تو بھی جائز ہے ... (ایضاً)

﴿مسئلہ نمبر 13﴾

وتر جماعت سے یا علیحدہ؟

عشاء کی نماز اگر جماعت کے ساتھ ادا نہیں کی تو پھر تراویح باجماعت ادا کرنے والے

وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھیں ......(امداد الفتاوی ج ا ص ۳۳۸)

﴿مسئلہ نمبر 14﴾

تراویح کی دوسری نماز میں شرکت

اگر ایک شخص اپنی ۲۰ رکعت تراویح (با جماعت یا تنہا) ادا کر چکا ہے تو اس کے بعد نہ تو وہ تراویح کی دوسری جماعت کا امام بن سکتا ہے اور نہ تراویح کی نیت سے کسی دوسری جماعت میں شرکت کر سکتا ہے البتہ نوافل کی نیت سے تراویح کی دوسری جماعت میں شامل ہو سکتا ہے ......(کبیری)

﴿مسئلہ نمبر 15﴾

نماز عشاء فاسد تو تراویح بھی فاسد

اگر تراویح سمیت مکمل نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ نماز عشاء کسی وجہ سے ایسی خراب ہو گئی کہ اس کا لوٹانا ضروری ہے تو تراویح بھی دوبارہ لوٹانا ہوں گی۔ اگرچہ فساد اور خرابی کا وہ سبب تراویح میں موجود نہ ہو ......(کبیری)

(نوٹ) چونکہ نماز تراویح کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ نماز عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے اس لئے اگر نماز عشاء کے وقت کسی آدمی کا وضو نہیں تھا، اور اس نے بے خبری میں نماز عشاء اسی حالت میں پڑھ لی۔ اس کے بعد وہ پیشاب کے لئے گیا، اور دوبارہ وضو کیا، اور تراویح کی جماعت میں شامل ہو گیا۔ تراویح سے فارغ ہونے کے بعد اسے یاد آیا کہ عشاء کی نماز کے وقت میرا وضو نہیں تھا لہذا اب وہ عشاء کی نماز جب دوبارہ پڑھے گا تو نماز تراویح بھی دوبارہ پڑھے گا......بشیر

﴿مسئلہ نمبر 16﴾

چار رکعت کی صورت میں تراویح کا حکم

نماز تراویح دو دو رکعت پڑھنا مسنون ہے اگر امام نے دو کی بجائے چار رکعت پڑھا دیں

تو اگر پہلا قاعدہ کر کے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا تھا تو پھر یہ چاروں رکعت تراویح شمار ہوں گی اور اگر پہلا قاعدہ کئے بغیر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا تو آخری دو رکعت تراویح شمار ہوں گی، اور پہلی دو رکعت نفل شمار ہوں گی، اور ان پہلی دو رکعتوں میں پڑھی جانے والی منزل دوبارہ پڑھنی ہوگی ......(حاشیہ امداد الفتاوی جلد ا ص ۳۹۸)

﴿مسئلہ نمبر 17﴾

بھول کر تیسری رکعت میں کھڑا ہونے کا حکم

اگر امام (یا منفرد) بھول کر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور سجدہ سے پہلے پہلے اسے یاد آ گیا تو وہ اس قعدہ کی طرف لوٹ جائے اور سجدہ سہو کرے (فتاوی دار العلوم دیوبند ج ا ص ۲۶۲)

﴿مسئلہ نمبر 18﴾

سورہ اخلاص تین دفعہ پڑھنا

اگر ختم قرآن کے موقع پر آخری دن سورہ قل ھو اللہ احد۔ تین دفعہ پڑھے تو جائز ہے البتہ اسے ضروری سمجھنا مکروہ ہے ......(فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۴ ص ۲۹۰)

﴿مسئلہ نمبر 19﴾

تراویح کے بعد دعا کا حکم

تراویح کے ختم پر (روزانہ) دعا مانگنا جائز ہے خواہ وتروں سے پہلے مانگی جائے یا بعد میں ......(فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۴ ص ۲۵۳)

(نوٹ) تراویح اور وتروں کی اجتماعی نماز کے بعد اجتماعی دعا جائز و مستحب ہے البتہ سنتوں اور نوافل کی انفرادی نمازوں کے بعد اجتماعی دعا مانگنا بدعت ہے ......بشیر

﴿مسئلہ نمبر 20﴾

ختم قرآن پر دعا کا حکم

نماز تراویح میں ختم قرآن کے بعد دعا کرنا مسنون اور مستحب ہے اور حدیث میں آتا ہے

کہ یہ (ختم قرآن کا) وقت اجابت دعا کا ہے اس لئے دعا بعد تراویح اور بعد ختم قرآن ہمارے اکابر ومشائخ کا معمول ہیں .... (فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۴ ص ۲۷۱)

﴿مسئلہ نمبر 21﴾

ختم قرآن پر شیرینی تقسیم کرنے کا حکم

ختم قرآن پر شیرینی کی تقسیم درست ہے بشرطیکہ ...... (۱) اسے لازم وضروری نہ سمجھا جائے ...... (۲) اس کے لئے چندہ اکٹھا نہ کیا جائے کوئی ایک یا دو آدمی اپنی خوشی سے لے آئیں ...... (۳) مسجد کی بے حرمتی نہ ہو یعنی نہ شور وغل ہو، نہ چھینا جھپٹی ہو، اور نہ مسجد میں شیرینی وغیرہ کا گند پڑے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ وہ شیرینی مسجد کے باہر دروازہ پر تقسیم کی جائے .... (فتاوی رحیمیہ ج ۴ ص ۳۸۹)

﴿مسئلہ نمبر 22﴾

ختم قرآن پر ہار پہنانے کا حکم

ختم قرآن کے موقعہ پر حافظ اور سامع کو یا اعتکاف سے اٹھتے وقت معتکف کو ہار پہنانا ناجائز ہے یہ رواج قابل ترک ہے اور اسراف ونمائش کی مد میں آتا ہے .... (فتاوی رحیمیہ ج ۴ ص ۳۳۶)

﴿مسئلہ نمبر 23﴾

بیٹھ کر تراویح پڑھنے کا حکم

نماز تراویح بلا عذر بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں مگر اس صورت میں اس کا ثواب نصف ہوگا .... (فتاوی رحیمیہ ج ۳ ص ۳۵)

﴿مسئلہ نمبر 24﴾

رمضان میں مسجد سجانے کا حکم

رمضان میں نمازیوں کی کثرت کے حساب سے حسب ضرورت روشنی کا انتظام کرنا، ان کے

لئے خوشبو کا اہتمام کرنا مسجد کا رنگ روغن کرنا، جائز اور کار ثواب ہے البتہ بلا ضرورت مسجد میں چراغاں کرنا، زائد از ضرورت زیبائش کرنا جائز نہیں (فتاوی رحیمیہ ج ۴ ص ۱۹۰)

﴿مسئلہ نمبر 25﴾

شبینہ کرنے کا حکم

رمضان کی راتوں میں شبینہ کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے ...... (۱) اس میں ریاکاری اور مالی نمائش کا کوئی پہلو نہ ہو ...... (۲) اس کے اہتمام میں کسی قسم کی فضول خرچی نہ ہو ...... (۳) سونے والوں کی نیند یا عبادت کرنے والوں کی عبادت میں خلل انداز نہ ہو (یعنی بغیر سپیکر کے ہو) ...... (۴) قرآن ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے (یعنی اس قدر تیزی کے ساتھ نہ پڑھا جائے کہ الفاظ قرآن ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور سننے والوں کی سمجھ میں بھی نہ آئے) ...... (۵) نوافل میں نہ پڑھے بلکہ تراویح میں پڑھے (کیونکہ نوافل کی جماعت اور اس کے لئے افراد کا اجتماع ہمارے فقہاء کے نزدیک حرام ومکروہ ہے) ...... (۶) جماعت کے وقت تخلف نہ کرے (یعنی ادھر نماز کھڑی ہو اور یہ پیچھے بیٹھے باتیں کر رہے ہوں) .... (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۸۷)

(نوٹ) آج کل رمضان مبارک کے مہینے میں شبینہ کا جو رواج ہے اس میں مذکورہ بالا جملہ شرائط کا لحاظ نہیں رکھا جاتا، بلکہ بعض لوگ تو نماز تراویح کے اندر بھی فل آواز سے سپیکر کا اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ قریبی مساجد اور گھروں کے اندر اطمینان اور سکون کے ساتھ لوگوں کیلئے تراویح ادا کرنا، نمازیں پڑھنا، اور تلاوت قرآن کرنا مشکل و دشوار ہو جاتا ہے۔ یہ طرز شرعاً حرام اور ممنوع ہے۔ اس سے گریز لازم ہے۔

(ضروری مسئلہ) آج کل رمضان مبارک کے مہینے میں بعض مساجد اور مدارس کے اندر صلوٰۃ التسبیح کے لئے عورتوں کا اجتماع ہوتا ہے جو شرعاً حرام اور بدعت ہے کیونکہ نوافل کے لئے تو مردوں کا اجتماع بھی درست نہیں۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔

﴿باب ہشتم﴾

مذاہب غیر مقلدین

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعات تراویح کی مخالفت میں چودہ سو سالہ امت مسلمہ کو علی الاعلان دعوت مبارزت دینے اور اجماع امت کو برملا بدعت قرار دینے والے عصر حاضر کے نومولود فرقہ غیر مقلدین کے تراویح سے متعلق متضاد مذاہب بھی نقل کر دیے جائیں تاکہ ارباب البصیرت پر ان کی اصلیت بھی آشکارا ہو جائے۔

﴿پہلا مذہب﴾

تراویح بدعت ضلالت ہے

تیسرے باب میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں جماعت تراویح کا اجرا نہیں فرمایا بلکہ سنت نبوی کا احیا فرمایا ہے لیکن روافض اسے ایجاد فاروقی قرار دے کر بدعت کہتے ہیں۔ بدقسمتی سے بعض معروف غیر مقلدین کا موقف بھی روافض کی طرح یہی ہے چنانچہ

نواب صدیق حسن خان بھوپالی اولیات فاروق اعظمؓ کے تحت فرماتے ہیں کہ انہوں نے قیام شہر رمضان مسنون کیا .... (تکریم المومنین بتقویم خلفاء راشدین ص ۸۲)

نواب صاحب کے فرزند نواب نور الحسن خان فرماتے ہیں کہ آج کل کی مروجہ تراویح عہد نبوی میں ثابت نہیں بلکہ ایجاد حضرت عمر است .... (عرف الجادی ص ۸۴)

یعنی باپ اور بیٹا دونوں اس پر متفق ہیں کہ مروجہ تراویح کا سنت نبوی سے تعلق نہیں بلکہ یہ فاروقی ایجاد ہے۔ اب اس فاروقی ایجاد کی شرعی حیثیت کیا ہے، وہ باپ (نواب صدیق

حسن خان) کی زبانی سن لیجیے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ کا کہنا نعمت البدعة هذه قابل قبول نہیں کیونکہ کوئی بدعت قابل تعریف نہیں بلکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ ولم يعقل ساعها سنة۔ تراویح کو سنت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ .... (الانتقاد الرجيح ص ۶۲ بحواله فتح المبين ص ۳۳۸)

غور طلب امر یہ ہے کہ جب تراویح سنت نہیں بلکہ بدعت ضلالت ہے تو پھر اس کی جماعت اور رکعات کے بارے میں سیرت نبوی سے استدلال کیوں جائز ہوگا؟ چنانچہ اس کے جواب میں مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی فرماتے ہیں کہ

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ سنت خلفاء راشدین بیس رکعات تراویح ہے اور آنحضرت ﷺ نے سنت خلفاء راشدین کی اتباع کا حکم فرمایا ہے۔ پس کہنا غیر مقلدین کا کہ بیس رکعت بدعت عمریؓ ہے، جہالت ہے .... (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۴ ص ۲۸۹)

﴿دوسرا مذہب﴾

تراویح بدعت حسنہ ہے

غیر مقلدین کے دوسرے مذہب کے مطابق تراویح بدعت حسنہ ہے چنانچہ مولوی عبد القادر حصاروی لکھتے ہیں کہ

بہرحال نماز عشاء کے بعد تراویح جماعت کے ساتھ ہمیشہ ادا کرنا جیسا کہ عام طور پر مروج ہے، نہ تعامل نبوی سے ثابت ہے نہ تعامل خلفاء اربعہ سے اس لیے یہ سنت نہیں ...... جائز ہے، بدعت حسنہ ہے، سنت موکدہ نہیں بلکہ سنت نبوی اور سنت خلفاء اربعہ بھی نہیں .... (صحیفہ اہل حدیث یکم رمضان ۱۳۹۲ھ)

غالباً یہ وہی مولوی عبد القادر حصاروی ہیں جو اپنی غیر مقلدانہ جوش عصبیت کا عظیم شاہکار اور بڑے پہنچے ہوئے غیر مقلد ہیں۔ انہوں نے "تسبيحة الرحمان بما كتبه اهل الاستحسان" کے نام سے ایک خالص غیر مقلدانہ ذوق کی کتاب لکھی ہے جس میں وہ اپنے غیر مقلد بھائیوں کو

مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ "حنفیوں کے عقائد و اعمال ذکر کر کے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ مشرک اور بدعتی ہیں اور بدعتی کے بارے میں حدیث سے یہ ثابت ہے کہ وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح آٹے سے بال۔ جب قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ مشرکین کو نکاح نہ دو اور نہ مشرکہ عورتوں سے نکاح کرو تو پھر اس زمانے کے مدعیان بالحدیث کس منہ سے اہل حدیث بنتے ہیں جو اہل بدعت حنفی مذہب والوں کو اپنی لڑکیاں دے رہے ہیں۔ یہ دیدہ و دانستہ قرآن وحدیث کی خلاف ورزی کر رہے ہیں .... (ص ۱۵)

سنی، حنفی مسلمانوں کو مشرک و بدعتی قرار دینا حصاروی صاحب کا "میزان بدعانیہ" خالص غیر مقلدانہ ذوق تحقیق ہے اور حنفیوں کو لڑکیاں دینا بھی غیر مقلدین کی سرور دی ہے لیکن حصاروی صاحب کا یہ فلسفہ ہمارے لیے ناقابل فہم ہے کہ نماز تراویح جب سنت نبوی بھی نہیں، اور تعامل خلفاء راشدین سے بھی ثابت نہیں تو پھر وہ جائز اور بدعت حسنہ کیسے ہے؟

﴿تیسرا مذہب﴾

تراویح نفلی عبادت ہے

گذشتہ سطور میں فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۳۲ کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ نہیں۔ غیر مقلدین کے تیسرے مذہب کے مطابق تراویح ایک نفلی عبادت ہے چنانچہ

مولوی عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں کہ نماز تراویح سنت زائدہ ہے۔ (حصول العجابہ ص ۹۳) ...... مولانا محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں کہ نماز تراویح بھی نفلی ہے۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۹۸) ...... یہ نفلی عبادت ہے۔ (مقالات غزنوی ص ۷۷) ...... نماز تراویح ایک قسم کی نفلی نماز ہے اس پر کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا .... (فتاویٰ برکاتیہ ج ۲ ص ۲۸۹)

غور فرمایئے کہ نماز تراویح جب نفلی عبادت ہے نہ اس کے ترک سے گناہ ہوتا ہے اور نہ اس کے پڑھنے پر کسی کو مجبور کیا جا سکتا ہے تو پھر اس کی رکعات پر جھگڑا کیسا؟ اور کیا یہ تراویح کی مسنون حیثیت کو مجروح اور کمزور کرنے کی سازش نہیں؟

﴿چوتھا مذہب﴾

تہجد و تراویح ایک ہی نماز ہے

غیر مقلدین کے چوتھے مذہب کے مطابق تہجد و تراویح ایک ہی نماز ہے چنانچہ

حکیم صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ نماز تراویح اور تہجد دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ رات کی نماز غیر رمضان میں جب سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے تو تہجد کہلاتی ہے اور اگر رمضان میں سونے سے قبل عشاء کے ساتھ پڑھ لی جائے تو اس کو تراویح کہتے ہیں .... (صلوٰۃ الرسول ص ۳۷۸)

مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں کہ "رمضان المبارک میں تراویح یا رمضان کا قیام یہ وہی نماز ہے جس کا ذکر پہلے تہجد کے نام سے ہوا۔ آنحضرت ﷺ اسے تمام سال پڑھتے تھے۔ رمضان المبارک میں اس قدر رعایت دی گئی کہ سونے سے پہلے عشاء کی نماز کے ساتھ بھی پڑھی جا سکتی ہے اور رات کے آخری حصے میں جاگنے کے بعد بھی" .... (رسول اکرم کی نماز ص ۹۸)

﴿پانچواں مذہب﴾

تہجد و تراویح جدا جدا نمازیں ہیں

غیر مقلدین کے پانچویں مذہب کے مطابق تہجد و تراویح الگ الگ نمازیں ہیں چنانچہ

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ نماز تہجد تو سارا سال ہوتی ہے اور تراویح خاص رمضان میں .... (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۵۶)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ (عبد اللہ چکڑالوی کی) "ساری کوشش کا خلاصہ یہی ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی ایک ہی ہے، دو نہیں۔ یہی تراویح جو اول وقت پڑھی جاتی ہے، تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعویٰ پر بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ تہجد کا معنی ہے نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا۔

حدیث عائشہؓ سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ اول شب اور آخر شب کی نماز یک ہی ہے بلکہ اگر اس سے کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ آنحضرت ﷺ گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔“ ...... (اہل حدیث کا مذہب ص ۹۲)

جس نماز تراویح کی سنت کے اہم مدعی ہیں اس کا بیان (حدیث انی خشیت ان یفرض علیکم میں) کوئی ذکر نہیں۔ یہ حدیث نماز تہجد سے متعلق ہے ...... ہمارا دعویٰ اول شب کی نماز کے سنت ہونے کا ہے ...... (ایضاً ص ۹۲)

تراویح کا وقت عشا کی نماز کے بعد اول رات کا ہے اور تہجد کا آخر رات کا۔“ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۶ ص ۲۵۱) ...... بہر حال قیام لیل غیر قیام رمضان ہے۔ (نزل الابرار ص ۳۰۴ از نواب وحید الزمان) ...... سید علی حسن خان اپنے والد نواب صدیق حسن خان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ نماز تراویح ہمیشہ آٹھ رکعات کے ساتھ ادا کرتے تھے اور نماز تہجد بالالتزام بارہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ (مآثر صدیقی ج ۴ ص ۹۳) ...... شاید نواب صاحب اسی طرح (یعنی ۲۰) رکعات پوری کر لیتے ہوں۔ مولانا میاں نذیر حسین دہلوی رمضان المبارک میں بحالت قیام دو دفعہ قرآن سنتے۔ ایک دفعہ اول شب تراویح میں اپنے شاگرد حافظ احمد محدث سے اور پھر نماز تہجد میں اپنے پوتے حافظ عبد السلام سے ...... (تنائج التقلید ص ۳۹)

ان حوالہ جات سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کے پانچویں مذہب کے مطابق تہجد و تراویح دو الگ الگ اور مستقل نمازیں ہیں۔

﴿چھٹا مذہب﴾

حضورؐ نے تراویح کے علاوہ تہجد نہیں پڑھی

غیر مقلدین کے چھٹے مذہب کے مطابق آنحضرت ﷺ نے رمضان المبارک میں تراویح کے علاوہ تہجد ادا نہیں فرمائے چنانچہ

حکیم صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے رمضان میں تہجد نہیں پڑھی۔ پس تہجد مع وتر رمضان میں تراویح بن گئی ...... (صلوٰۃ الرسول ص ۳۱۰)

اور مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے رمضان میں فرائض کے علاوہ تراویح کے سوا کوئی نماز ثابت نہیں ...... (رسول اکرم کی نماز ص ۹۸)

﴿ساتواں مذہب﴾

حضورؐ سے تراویح کے علاوہ تہجد ثابت ہے

غیر مقلدین کے ساتویں مذہب کے مطابق آنحضرت ﷺ سے رمضان میں تراویح کے علاوہ تہجد پڑھنے کا ثبوت موجود ہے چنانچہ

مولوی عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں کہ رمضان المبارک کی تین راتوں میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو اپنی مسجد میں جو باجماعت نماز پڑھائی تھی، اس میں اپنے آٹھ رکعات اور وتر علیحدہ تھے ...... (جمان الصحابہ ص ۱۴۷ حاشیہ)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ رہی یہ بات کہ جن تین دنوں میں آپ نے اول شب تراویح پڑھی تھیں، ان دنوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہوگی، یہ تو گیارہ رکعات سے زیادہ ہو گئیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور نے ان دنوں میں نماز تہجد پڑھی ہے مگر چونکہ تمام عمر کے لحاظ سے تین دن کی مقدار اتنی قلیل ہے جس کی کوئی نسبت ہی نہیں تھی اس لیے عائشہ رضی اللہ عنہا نے عام طور پر نفی کر دی کہ آنحضرت نے کبھی زیادہ نہیں پڑھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین دنوں میں حضور نے اسی اول شب کی نماز کو تہجد کے قائم مقام قرار دے کر پھر تہجد نہ پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں ہو جانے سے ان دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھو جمعہ ظہر کے قائم مقام ہو جاتا ہے مگر دونوں ایک نہیں ...... (اہل حدیث کا مذہب ص ۹۳)

گویا مولانا امرتسری مرحوم آنحضرت ﷺ سے تراویح کے علاوہ تہجد ادا کرنے کی مطلق نفی نہیں کرتے بلکہ دونوں نمازیں ادا کرنے کی امکانی صورت بیان کر رہے ہیں۔

﴿آٹھواں مذہب﴾

قیام رمضان اور تراویح الگ الگ نمازیں ہیں

غیر مقلدین کے آٹھویں مذہب کے مطابق تراویح، قیام رمضان سے الگ نماز ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

قیام رمضان کا لفظ جو احادیث شریفہ میں وارد ہوا ہے اس سے علی التحقیق وہ نماز مراد ہے جو ماہ رمضان المبارک کی راتوں میں عشاء کے بعد جماعت کے ساتھ خواہ اکیلا اکیلے پڑھی جائے، دونوں صورتوں میں قیام رمضان حاصل ہو جائے گا اور نماز تراویح بغیر جماعت کے حاصل نہ ہوگی۔ کرمانی نے جو کہا ہے کہ قیام رمضان سے بالاتفاق تراویح مراد ہے۔ یہ انھوں نے ایک انوکھی بات کہی...... (فتاویٰ علمائے حدیث ج۶ ص۲۳۳)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک تراویح ایک تیسری نماز ہے کیونکہ ان کے نزدیک تہجد کی جماعت درست نہیں (اہل حدیث کا مذہب ص۹۱)...... تراویح بغیر جماعت کے درست نہیں .... اور قیام رمضان دونوں صورتوں میں جائز ہے۔

﴿نواں مذہب﴾

تراویح باجماعت اور بلاجماعت دونوں طرح درست ہے

غیر مقلدین کے نویں مذہب کے مطابق نماز تراویح جماعت کے ساتھ بھی پڑھی جا سکتی ہے اور بغیر جماعت کے بھی چنانچہ مولوی عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں کہ تراویح خواہ باجماعت پڑھے یا اکیلا خواہ گھر میں یا مسجد میں۔ یہ سب درست ہے............ (اوائل اسلام ص۳۱)

﴿دسواں مذہب﴾

تراویح بغیر جماعت کے جائز نہیں

غیر مقلدین کے دسویں مذہب کے مطابق نماز تراویح بغیر جماعت کے جائز نہیں چنانچہ

لکھا ہے کہ قیام رمضان نماز تراویح سے اہم ہے کیونکہ نماز تراویح میں جماعت بھی شرط ہے۔ اگر اکیلے اکیلے پڑھیں تو تراویح نہ ہوگی...... (فتاویٰ علمائے حدیث ج۶ ص۲۳۳)

﴿گیارہواں مذہب﴾

پورا مہینہ باجماعت تراویح غیر مسنون ہے

غیر مقلدین کے گیارہویں مذہب کے مطابق رمضان کا پورا مہینہ نماز تراویح باجماعت ادا کرنا غیر مسنون ہے چنانچہ مولانا عبدالرحمن کیلانی فرماتے ہیں کہ

رمضان کا پورا مہینہ نماز تراویح کا التزام دراصل مسلمانوں کا اپنا پیدا کردہ ہے خصوصاً حفاظ کرام کو یہ لالچ ہوتا ہے کہ اس طرح وہ پورا قرآن التزام کے ساتھ سنا سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا قطعاً یہ حکم نہ تھا کہ بلاناغہ پورا رمضان تراویح کی جماعت ہوا کرے۔ پھر حضرت عمرؓ کے اس حکم پر صحابہ کا اجماع بھی نہ ہوا تھی کہ خود حضرت عمرؓ بھی اس میں شامل نہ ہوتے تھے............ (آئینہ پرویزیت حصہ پنجم ص۸۲۳)

پورا مہینہ باجماعت نماز تراویح پڑھنے کے لیے حضرت عمرؓ نے حکم دیا یا نہیں؟ صحابہؓ کا اس پر اجماع ہوا ہے یا نہیں؟ اور حضرت عمرؓ اس میں شریک ہوتے تھے یا نہیں؟ یہ بحث بالتفصیل گزر چکی ہے۔ یہاں یہ معلوم ہو گیا کہ غیر مقلدین کا گیارہواں مذہب کیا ہے؟

﴿بارہواں مذہب﴾

تہجد و تراویح کی الگ الگ گیارہ رکعتیں ہیں

غیر مقلدین کے بارہویں مذہب کے مطابق تہجد کی الگ اور تراویح کی الگ گیارہ رکعتیں ہیں چنانچہ مولوی عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں کہ

بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ (۱) رمضان المبارک یا کہ (۲) دیگر گیارہ ماہ میں رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ نمبر ایک میں وہ تہجد ہے جو کہ گھر میں اکیلے بوقت سحری پڑھی جاتی ہے۔ اور نمبر دو میں

رمضان میں اول رات باجماعت جہری قراءت کے ساتھ مسجد میں پڑھی جاتی ہے۔ ایسے اضافوں کی وجہ سے اسے نبوی زبان پر قیام رمضان کا نام دیا گیا ہے۔ (حقان العجابہ ص ۱۷۳) رمضان المبارک کی تین راتوں میں رسول اللہ نے صحابہ کرام کو اپنی مسجد میں جو باجماعت نماز پڑھائی تھی اس میں اپنے آٹھ رکعات اور وتر علیحدہ تھے۔ (ایضاً ص ۱۷۳ حاشیہ) یعنی قیام رمضان کی گیارہ رکعات الگ تھیں اور تہجد کی گیارہ رکعات الگ۔ یہاں یہ بات وضاحت طلب ہے کہ کیا دونوں نمازوں کے لیے وتر الگ تھے؟ یا ایک ہی وتر دوبار پڑھے گئے؟ حالانکہ مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں

کہ اگر پہلی رات وتر ادا ہو جائیں تو دوبارہ وتر پڑھنا درست نہیں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے لا وتران فی لیلۃ۔ ایک ہی رات میں دو دفعہ وتر نہ پڑھے جائیں۔ ویسے بھی وہ طاق نہیں رہیں گے بلکہ جوڑا ہو جائیں گے۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۹۶) اور امام حرم الشیخ بن باز فرماتے ہیں کہ لا ینبغی لاحد ان یصلی وترین فی لیلۃ یعنی ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ .... (مجموع فتاویٰ ج ۱ ص ۲۶۹)

(لطیفہ) .... بعض غیر مقلدین نے ایک ہی رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے کی یہ عجیب صورت نکالی ہے کہ اگر کوئی شخص اول رات وتر پڑھ کر سو جاتا ہے اور پھر پچھلی رات کو اس کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ تہجد پڑھنا چاہتا ہے تو پہلے ایک رکعت پڑھ لے۔ یہ رکعت وتروں کے ساتھ مل کر جفت ہو جائے گی اور وتر ختم ہو جائیں گے۔ پھر تہجد سے فارغ ہو کر وتر پڑھ لے۔ .... (صحیفہ اہل حدیث جون ۱۹۶۳ ص ۲۳)

سوال یہ ہے کہ قبل از تہجد پڑھی جانے والی ایک رکعت رات کے وتروں کے ساتھ مل کر تو جفت ہو جائے گی لیکن اس کی اپنی منفرد حیثیت کیا ہوگی؟ منفرد حیثیت کی بنا پر اگر وہ وتر ہی ہے تو کیا ایک ہی شب میں یہ دوسری بار وتر ادا کر کے فرمان نبوی کی خلاف ورزی لازم نہ آئے گی؟ ممکن ہے کوئی عقلمند غیر مقلد یہ کہہ دے کہ اس سے فرمان نبوی کی خلاف

ورزی ہرگز لازم نہیں آتی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تو ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے جبکہ ہم نے تو تین دفعہ وتر پڑھے ہیں۔ سونے سے قبل، تہجد سے قبل اور تہجد کے بعد۔ پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وتر کے بغیر تہجد ادا نہیں ہوتے کہ اس کے لیے اتنے پاپڑ بیلے جا رہے ہیں؟ اسی لیے مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں کہ

بعض آثار میں وتر توڑنے کا ذکر آیا ہے یعنی سحری کے وقت ایک رکعت پڑھ کر شفع کر دے پھر نوافل پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے۔ یہ بھی کمزوری بات ہے۔ جب نماز ایک دفعہ ادا ہو گئی تو اسے دوبارہ پڑھنا درست نہیں۔ .... (رسول اکرم کی نماز ص ۹۷)

﴿تیرہواں مذہب﴾

تراویح گھروں میں پڑھنا افضل ہے

غیر مقلدین کے تیرہویں مذہب کے مطابق نماز تراویح گھر میں ادا کرنا افضل ہے چنانچہ ان کے شیخ الحدیث مولوی محمد یونس قریشی لکھتے ہیں کہ تہجد اور تراویح کی نماز آخر شب میں اپنے اپنے گھروں میں پڑھنا افضل ہے۔ (دستور المتقی ص ۱۳۰) مولانا عبد القادر حصاروی لکھتے ہیں کہ گھر میں تراویح پڑھنے سے فرضوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ ہزار نماز سے زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ گھر میں نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ خیر و برکت نازل ہوتی ہے۔ یہ عمل خدا اور رسول کو محبوب ہے۔ .... (صحیفہ اہل حدیث یکم رمضان ۱۳۹۲ھ)

غور فرمائیے یہ فضیلت و افضلیت پڑھ کر کس کم بخت کا جی چاہے گا کہ مسجد میں جا کر تراویح پڑھے گا۔ کہیں یہ دشمنان عزیٰ کی طرف سے مسجدیں ویران کرنے کی گہری سازش تو نہیں؟ امام علی مرتضیٰ تو امام فاروق اعظم کو تراویح کے ذریعہ مساجد آباد کرنے پر دعائیں دے رہے ہیں لیکن یہاں تو غیر مقلدین کی گنگا ہی الٹی بہتی ہے۔

﴿چودہواں مذہب﴾

تراویح کی رکعات متعین نہیں

غیر مقلدین کے چودہویں مذہب کے مطابق رکعات تراویح غیر معین ہیں۔ چنانچہ قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ تراویح کا عدد معین سنت سے ثابت نہیں۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۹۸)...... نواب وحید الزمان خان لکھتے ہیں کہ ولا یختص له عدد معین یعنی رکعات تراویح کی تعداد معین نہیں۔ (کنز الحقائق ص ۳۰۔ نزل الابرار ج ا ص ۱۲۶).........

نواب نور الحسن خان لکھتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب کی نماز میں ۱۱، ۲۰، ۲۱ اور ۲۳ رکعات کا اختلاف موجود ہے وبالجملہ عددے معین در مرفوع نیامدہ۔ کسی مرفوع روایت میں رکعات تراویح کا عدد معین مذکور نہیں۔ (عرف الجادی ص ۸۴)...... مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں کہ بڑا واضح معلوم ہے کہ قیام رمضان مع وتر ۹، ۱۱، ۱۳ صحیح احادیث میں موجود ہے۔ (تحریک آزادی فکر ص ۲۳۲)...... تہجد کی طرح تراویح میں بھی تعداد کی پابندی فرض نہیں، کم و بیش ہو جائیں تو بھی درست ہے...... (رسول اکرم کی نماز ص ۹۸)

سوال یہ ہے کہ جب کسی مرفوع حدیث میں رکعات تراویح کا عدد معین موجود نہیں، عہد فاروقی میں حضرت ابی بن کعب کی نماز کے اندر رکعات کا اختلاف موجود ہے تو پھر حدیث عائشہ وحدیث جابر کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

﴿پندرھواں مذہب﴾

رکعات تراویح کا تعلق امور اجتہادیہ سے ہے

ہم دلائل و براہین کے ساتھ واضح کر چکے ہیں کہ رکعات تراویح کا تعلق سنت خلفاء راشدین، تعامل صحابہ اور اجماع امت سے ہے لیکن غیر مقلدین کے پندرھویں مذہب کے مطابق رکعات تراویح کا تعلق نہ تو سنت نبوی سے ہے اور نہ سنت خلفاء راشدین سے بلکہ اس کا تعلق قیاسی واجتہادی امور سے ہے چنانچہ

مولوی عنایت اللہ اثری فرماتے ہیں کہ تراویح تو ۸، ۲۰، ۳۰ تک پڑھی جاتی ہیں۔ یہ امور اجتہادیہ ہیں۔ ان میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ (حصول العجاب ص ۱۹۵) اثری صاحب اپنی غیر مقلد برادری کو دعوت دے رہے ہیں کہ رکعات تراویح کا معاملہ اجتہادی ہے۔ اسے سنت نبوی اور تعامل صحابہؓ سے تلاش کرنا درست نہیں۔ اجتہاد کو فعل شیطانی قرار دینے والوں کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ انہیں رکعات تراویح کے لیے بھی اجتہاد جیسے شیطانی فعل سے گزرنا ہوگا۔

﴿سولہواں مذہب﴾

تراویح میں گیارہ رکعات مسنون، باقی بدعت ہیں

غیر مقلدین کے سولہویں مذہب کے مطابق نماز تراویح کی گیارہ رکعات مسنون ہیں اور باقی بدعت ہیں اور یہ مذہب ہے غیر مقلدین کے محسن اعظم مولانا محمد حسین بٹالوی کا (جنہوں نے اپنے حق الخدمت کے طور پر حکومت برطانیہ سے غیر مقلدین کے لیے لفظ اہل حدیث سرکاری طور پر الاٹ کرایا) چنانچہ انہوں نے باقاعدہ اشتہار شائع کر کے اعلان کیا کہ جس نے تراویح ۲۰ رکعات پڑھیں، اس کی گیارہ رکعات مسنون بھی ادا نہ ہوئیں۔ .... (بحوالہ رسالہ تراویح مع ترجمہ بتانچ ص ۲۴)

خطہ پنجاب میں بٹالوی صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے ۸ تراویح کی سنیت کا نعرہ بلند کیا حالانکہ اس سے قبل پورے خطے میں ۲۰ رکعات تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں چنانچہ مولانا عبدالمجید سوہدروی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ لاہور میں ۸ تراویح کی ترویج آپ (بٹالوی صاحب) ہی سے ہوئی۔ (سیرت ثنائی ص ۲۵۲)...... مولوی محمد عثمان دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ مقلدین کی ایک بڑی جماعت نے ۲۰ رکعات مقرر کر کے بدعت شنیعہ کا ارتکاب کیا ہے۔ .... (رفع الاختلاف ص ۵۴)

﴿سترہواں مذہب﴾

تراویح کی گیارہ رکعات مسنون، باقی مستحسن ہیں

غیر مقلدین کے سترہویں مذہب کے مطابق نماز تراویح کی ۱۱ رکعات مسنون اور باقی مستحسن ہیں چنانچہ

مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ اور تابعین ۲۰، ۳۶، ۴۱ رکعت پڑھتے رہے۔ نوافل کی کثرت مستحسن ہے۔ زیادہ کو کسی نے برا نہیں کہا۔ (تحریک آزادی فکر ص ۲۴۴) بعض آثار میں اور بعض ائمہ سے بھی ۲۰ رکعت تک اور اس سے زیادہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ اگر کوئی بطور نفل پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۱۰۱)

...... مولانا محمد داؤد غزنوی فرماتے ہیں کہ اہل حدیث ۸ رکعت تراویح سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص یا کوئی جماعت ۲۰ یا ۴۰ رکعات تراویح پڑھے تو اسے بدعت نہیں کہتے۔ (مقالات داؤد غزنوی ص ۷۷) اسی لیے مولانا داؤد غزنوی اعلان فرمایا کرتے تھے کہ ۸ تراویح سنت رسول اللہ ﷺ کی ہے اور باقی ۱۲ رکعات مستحب ہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۶ ص ۲۶۵) ...... نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں کہ اہل علم کی ایک جماعت نے اس نماز کی ۲۰ رکعتیں قرار دی ہیں۔ یہ عدد اگرچہ خصوصیت کے ساتھ ثابت نہیں لیکن رمضان میں جماعت اور نماز پر صادق آتا ہے پس اسے بدعت کہنے کا کوئی معنی نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۸۳) اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بہت سے صحابہ کرام اور ائمہ اسلام سے ۲۰ رکعت تراویح پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری اس سوال کے جواب میں کہ صحابہ کرام میں کسی صحابی نے ۲۰ رکعات تراویح پڑھی ہیں یا نہیں؟ فرماتے ہیں کہ انفرادی طور پر بعض صحابہؓ نے ۲۰ بھی پڑھی ہیں، ۴۰ بھی پڑھی ہیں مگر جماعت ۸ ہی کی ہوتی تھی ...... (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۵۳)

یہ بحث تو ہم تفصیل سے کر چکے ہیں کہ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی

باجماعت تراویح ۲۰ رکعت تھی یا ۸، لیکن مولانا سلفی اور مولانا امرتسری کے مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ تراویح کے عنوان سے ۲۰ رکعات صحابہ کرامؓ سے ثابت ہیں اور فتاویٰ برکاتیہ میں بھی یہ مذکور ہے کہ صحابہ کرامؓ سے ۲۰ یا ۴۱ رکعت تراویح پڑھنا منقول ہے۔ (ص ۸۱) سوال یہ ہے کہ جب صحابہ کرامؓ سے ۲۰ رکعت تراویح کا ثبوت موجود ہے تو پھر ۲۰ رکعت کو بدعت کہنا اور ان کے پڑھنے سے روکنا کتنی بڑی جسارت ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ

اسی لیے مولانا ثناء اللہ امرتسری ۲۰ رکعات تراویح سے روکنے والے کو گنہگار قرار دیتے ہیں چنانچہ

ان سے سوال ہوا کہ احناف لوگ امام اہل حدیث کے پیچھے ۸ رکعات تراویح ادا کر کے باقی ۱۲ رکعات اپنے مذہب کے مطابق کسی امام کے پیچھے اسی مسجد میں باجماعت پڑھتے ہیں، کیا اہل حدیث ان کو منع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ اہل حدیث ان کو منع نہیں کر سکتے۔ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ تراویح کی رکعات مسنونہ ۸ ہی ثابت ہیں تاہم باقی نوافل سے تو کم نہیں۔ خصوصاً اس حال میں کہ بہت سے ائمہ اسلام کا یہی مذہب ہے۔ پس بند کرنا گناہ ہے۔ ...... (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۸۶)

مولانا امرتسری مرحوم کے مذکورہ فتویٰ سے یہ بات پوری طرح عیاں ہو چکی ہے کہ ۲۰ رکعات تراویح بہت سے ائمہ اسلام کا مذہب ہے اس لیے اگر اہل سنت والجماعت احناف کو کسی وجہ سے غیر مقلدین کی مسجد کے اندر غیر مقلد امام کی اقتدا میں تراویح پڑھنے کا اتفاق ہو جائے تو وہ اسی مسجد میں تراویح کی اپنی بقیہ رکعات کسی سنی حنفی امام کی اقتدا میں پوری کر سکتے ہیں۔ غیر مقلدین انہیں ہرگز روک نہیں سکتے۔ اگر روکیں گے تو گنہگار ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ غیر مقلدین کی مسجد میں اگر کسی حنفی کو اپنے حنفی امام کی اقتدا میں ۲۰ رکعات تراویح پوری کرنے سے روکنا گناہ ہے تو احناف کو ان کی اپنی مساجد میں ۲۰ رکعات پڑھنے

سے منع کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا؟ اور پھر اسے بدعت قرار دے کر اس کے خلاف تقریری و تحریری محاذ قائم کر لینا تو یقیناً اس سے بھی بڑا گناہ ہوگا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن باز کا فتویٰ

غیر مقلدین کی مساجد میں ان کے امام کی اقتدا میں ۸ رکعات پڑھ کر اسی مسجد کے اندر اپنی بقیہ ۱۲ رکعات اپنے حنفی امام کی اقتدا میں پوری کرنے کا حکم اہل سنت والجماعت احناف کے بارے میں آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مقلد شخص اہل سنت والجماعت (احناف، شوافع، حنابلہ یا مالکیہ) کی مسجد میں نماز تراویح پڑھنے کے لیے آئے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ وہ امام کی اقتدا میں ۲۰ پوری کرے یا ۸ پڑھ کر چلا جائے؟ اس بارے میں امام حرم الشیخ ابن باز کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ ۲۰ رکعات تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے صرف ۱۱ رکعت پر اکتفا کر کے باقی رکعات امام کے پیچھے نہ پڑھنے والے کا یہ فعل کیا موافق سنت ہے؟ اس کے جواب میں امام حرم فرماتے ہیں کہ

السنة الاتمام مع الامام ولو صلى ثلاثا وعشرين ركعة لان الرسول ﷺ قال من قام مع الامام حتى ينصرف كتب الله له قيام ليلة وفي اللفظ الآخر بقية ليلة فالافضل للمأموم ان يقوم مع الامام حتى ينصرف سواء صلى احدى عشرة ركعة او ثلاث عشرة او ثلاثا وعشرين او غير ذالك هذا هو الافضل ان يتابع الامام حتى ينصرف والثلاث وعشرون فعلها عمر رضي الله عنه والصحابة فليس فيها نقص وليس فيها اخلال بل هي من السنن سنن الخلفاء الراشدين یعنی امام کے ساتھ نماز پوری کرنا سنت ہے اگرچہ وہ ۲۳ رکعات پڑھائے اس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے امام کے ساتھ آخر تک قیام کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے پوری رات یا بقیہ رات کے قیام کا بھی ثواب لکھ دیتے ہیں۔ افضل یہی ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ نماز پوری کرے خواہ امام ۱۱ رکعات پڑھائے یا ۱۳ رکعات یا ۲۳ رکعات یا اس

کے علاوہ۔ نماز کے آخر تک امام کی اقتدا افضل ہے اور ۲۳ رکعات تراویح حضرت عمرؓ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل ہے جس میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ کوئی نقص بلکہ یہ خلفاء راشدین کی سنتوں میں سے ہے۔ .... (مجموع الفتاوی ج ۱ ص ۳۰۲، ۳۰۵)

غور فرمایئے کہ الشیخ ابن باز صاف طور پر یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ ۲۳ رکعات نماز تراویح پڑھانے والے امام کی اقتدا میں نماز پوری کرنا ہی سنت و افضل ہے اور درمیان میں چھوڑ کر چلے جانا خلاف سنت اور خلاف افضل ہے لہٰذا غیر مقلدین پر لازم ہے کہ وہ حنفیوں کو درمیان میں تراویح چھوڑنے پر اکسانے کے بجائے خود بھی حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی صورت میں ۲۳ رکعات پوری کریں اور درمیان میں چھوڑ کر سنت و افضلیت کے تارک نہ بنیں۔

یاد رہے کہ شیخ ابن باز کا موقف یہ ہے کہ الافضل في قيام رمضان ان يصلي المسلمون في مساجدهم احدى عشرة ركعة او ثلاث عشرة ركعة یعنی قیام رمضان میں افضل یہ ہے کہ مسلمان مساجد میں ۱۱ یا ۱۳ رکعات ادا کریں۔ (مجموع الفتاوی ج ۱ ص ۳۰۱)
لیکن اس کے باوجود وہ ۲۳ رکعات کو حضرت عمرؓ اور صحابہ کرامؓ کا عمل بھی تسلیم کرتے ہیں اور خلفاء راشدین کی سنت بھی نیز وہ حدیث ابن عمر (صلوة الليل مثنى مثنى) کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ودل عليها حديث ابن عمر رضي الله عنه لان النبي ﷺ لم يحدد فيه عددا معينا بل قال صلاة الليل مثنى مثنى یعنی یہ حدیث اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قیام رمضان کے لیے کوئی عدد متعین نہیں کیا بلکہ یہی فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ .... (ایضاً ص ۳۰۲، ص ۳۰۵)

گویا شیخ ابن باز کے استدلال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود تو ۱۱ یا ۱۳ رکعات پڑھی ہیں لیکن امت کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی البتہ خلفاء راشدینؓ کی سنت اور صحابہ کرامؓ کا تعامل ۲۳ رکعات کا ہی ہے۔

﴿انٹھارہواں مذہب﴾

بیس تراویح سنت خلفاء راشدین ہے

غیر مقلدین کے انٹھارہویں مذہب کے مطابق ۲۰ رکعات نماز تراویح پڑھنا سنت خلفاء راشدینؓ ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں کہ ۱۱ رکعتیں آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں اور ۲۰ رکعتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اضافے سے ہوئی ہیں۔ اضافے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ تعداد میں سنت نبوی (۱۱ رکعت) بھی داخل وشامل ہے، پس بڑھائی ہوئی رکعات پر عمل کرنے والا بھی سنت پر عمل کرنے والا ہے.................(ھدایۃ السائل ص ۱۳۸)

نواب وحید الزمان خان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح ۲۰، رکعتیں پڑھنا منقول ہے۔(تیسیر الباری ج ۲ ص ۳۳۳) ۲۰ رکعات تراویح کی خلفاء راشدینؓ سے منقول ہیں۔ (ایضاً ج ۲ ص ۶۷۹) بہر حال آنحضرت ﷺ سے ۲۰ رکعتیں تراویح کی پڑھنا ثابت نہیں ہے بلکہ صرف ۸ رکعتیں پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ ۲۰ رکعتیں حضرت عمرؓ کے زمانے سے منقول ہیں تو ۸ رکعتیں سنت نبوی اور سنت خلفاء راشدین دونوں ہیں اور ۲۰ رکعتیں سنت ہیں خلفاء راشدینؓ کی اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمسکوا بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین...............(ترجمہ موطا ص ۱۰۰)

چنانچہ سنت خلفاء راشدینؓ کے مطابق اہل سنت والجماعت کے متواتر مذہب ۲۰ رکعات کے خلاف جب مولانا محمد حسین بٹالوی نے اشتہار شائع کیا اور اس میں ۲۰ رکعت تراویح کو بدعت قرار دیا تو میاں نذیر حسین دہلویؒ کے شاگرد رشید اور مولانا محمد عبداللہ غزنویؒ کے مرید خاص مشہور غیر مقلد عالم مولانا غلام رسول صاحب (قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ) نے بٹالوی صاحب کو غالی مولوی قرار دیتے ہوئے ان کا رد لکھا۔ فرماتے ہیں لہٰذا ہم چند شستہ روایتیں پیش کرتے ہیں۔ ان سے آنحضرت ﷺ کی سنت پر بھی عمل ہوتا

ہے اور خلفاء راشدین کی سنت پر بھی اور اس میں اجر بھی زیادہ ہے (رسالہ تراویح مع ترجمہ ینابیع ص ۲۳).........عہد فاروقی سے لے کر اس وقت تک صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اربعہ اور مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے سواد اعظم کے عمل سے ۲۳، رکعات پڑھی جاتی ہیں...............................(ایضاً ص ۲۸)

(تازیانہ عبرت)

غیر مقلدین کے مذکورہ اختلاف مذاہب سے یہ حقیقت آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ آج تک اندرون خانہ تراویح کی شرعی حیثیت اور اس کی رکعات کی مسنون پوزیشن پر بھی کوئی متفقہ اور مسلمہ رائے قائم نہیں کر سکے اور اس بارے میں مختلف و متضاد نظریات کے معجون مرکب کی بنیاد پر انہوں نے صرف احناف کے خلاف ایک متوازی و متقابل محاذ قائم کر رکھا ہے ورنہ مسئلہ کی متفقہ اور مسلمہ حیثیت سے وہ بھی بے خبر ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں احناف دشمنی کے مہلک و خطرناک مرض سے نجات عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

﴿سوالنامہ﴾

مذکورہ مذاہب غیر مقلدین کی روشنی میں عصر حاضر کے غیر مقلدین سے ہمارا سوال ہے کہ

☆ (۱) کیا واقعی تراویح بدعت ضلالہ ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اگر نہیں تو نواب صدیق حسن خان کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

☆ (۲) کیا واقعی تراویح سنت نہیں، بدعت حسنہ ہے؟ اگر نہیں تو مولوی عبدالستار دہلوی کے بارے میں کیا اور کب شائع ہوگا؟

☆ (۳) کیا واقعی تراویح نفلی و اختیاری عبادت ہے؟ جسے بلا عذر ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں؟

☆ (۴) کیا واقعی سنت کے مطابق تہجد و تراویح ایک ہی نماز ہے؟ اگر ایک ہی ہے تو نواب صدیق حسن، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزمان اور مولانا امرتسری کے خلاف اشتہار کب شائع ہوگا جو دونوں کو الگ الگ قرار دیتے تھے؟

☆ (۵) کیا واقعی قیام رمضان تراویح سے الگ کوئی نماز ہے؟ اگر الگ نماز ہے تو اس کی رکعات کتنی ہیں؟

☆ (۶) کیا واقعی نماز تراویح جماعت کے بغیر جائز نہیں؟ اگر کوئی پڑھ لے تو اس کا حکم کیا ہوگا؟ تراویح ادا ہوگی یا نہیں؟

☆ (۷) کیا واقعی تہجد اور تراویح کی الگ الگ گیارہ گیارہ رکعات ہیں؟ اگر ہیں تو سنت کی روشنی میں ان کی ترتیب کیا ہوگی؟

☆ (۸) نماز تراویح اول شب پڑھنی افضل ہے یا آخر شب؟ سنت نبوی کی روشنی میں وضاحت فرمایئے۔

☆ (۹) تراویح گھر میں پڑھنی افضل ہے یا مسجد میں؟ اور جو گھر میں پڑھنے کو افضل قرار دیتے ہیں، ان پر کیا فتویٰ ہوگا؟

☆ (۱۰) کیا واقعی تراویح کی رکعات متعین نہیں؟ اگر متعین ہیں تو ۹، ۱۱، ۱۳، ۲۰، ۳۰ تراویح پڑھنے کی اجازت دینے والوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر رکعات متعین نہیں ہیں

تو ۸، اور ۲۰ کا جھگڑا کرنے کے مقاصد کیا ہیں؟

☆ (۱۱) کیا واقعی تراویح کی ۱۱ رکعات مسنون اور باقی بدعت ہیں؟ اگر بدعت ہیں تو پڑھنے والوں کا کیا حکم ہے؟ فتویٰ دینے سے قبل ان کی فہرست ضرور ملاحظہ فرمالیجیے۔ اور اگر بدعت نہیں تو انہیں بدعت قرار دینے والوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

☆ (۱۲) کیا واقعی تراویح کی ۱۱ رکعات مسنون اور باقی مستحسن ہیں؟ اگر مستحسن ہیں تو پڑھنے والوں کے خلاف مناظرہ بازی اور اشتہار بازی کا سلسلہ کیوں؟ کیا مستحسن عمل سے کسی کو روکا جاسکتا ہے؟

☆ (۱۳) کیا واقعی ۲۰ رکعات سنت خلفاء راشدین نہیں؟ اگر نہیں تو امام حرم شیخ ابن باز پر کیوں فتویٰ جاری نہیں ہوتا جو ۲۰ رکعات کو سنت خلفاء راشدین قرار دیتے ہیں؟

☆ (۱۴) کیا واقعی غیر مقلدین کی مساجد میں احناف کو اپنی ۲۰ رکعات تراویح اپنے امام کی اقتداء میں پوری کرنے سے روکنا گناہ ہے؟ اگر نہیں تو سردار اہل حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بارے میں کیا رائے ہے؟

☆ (۱۵) کیا واقعی غیر مقلدین کو اہل سنت کی مساجد میں سنی امام کے پیچھے ۲۰ رکعات پوری کرنا ضروری ہیں؟ اگر نہیں تو امام خانہ کعبہ پر کب فتویٰ جاری ہوگا جو اسے سنت قرار دیتے ہیں؟

اپنے ناقص علم و مطالعہ کی بنیاد پر ہم نے مستند کتب کے حوالے سے مسئلہ تراویح کے جملہ پہلوؤں پر مدلل بحث قارئین کے سامنے پیش کردی ہے اور غیر مقلدین کے اس بارے میں متضاد نظریات بھی تحریر کردیے ہیں تاکہ مسئلہ تراویح کو اس کی پوری حقیقت کے ساتھ سمجھنے میں آسانی رہے۔ خدا تعالیٰ اسے عمومی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

خاک پائے احناف و ننگ اسلاف

عبدالحق خان بشیر

مولانا عبدالحق خان بشیر کی دیگر تالیفات

میثاق انبیاءؑ سے
امام انبیاءؐ تک
(زیر ترتیب)

گنبد خضریٰ سے
مقام محمود تک
(زیر ترتیب)

حرم نبویؐ سے
کربلائے معلیٰ تک
(زیر ترتیب)

عقیدہ حیات النبیؐ اور
مولانا عطاء اللہ بندیالوی
قیمت 70 روپے

مرزا غلام احمد قادیانی کا
فقہی مذہب
قیمت 80 روپے
حنفیت یا غیر مقلدیت

قادیانی نبوت کے
نشیب و فراز
قیمت 25 روپے

نماز تراویح اور
مذاہب اہل حدیث
قیمت مجلد 48 روپے
قیمت مجلد 70 روپے

مولانا عبید اللہ سندھیؒ
اور
تنظیم فکر ولی اللہی
قیمت 150 روپے

کیا زندے بھی نہیں سنتے؟
بجواب
کیا مردے سنتے ہیں؟
(زیر ترتیب)

ترک تقلید کی خوفناک تحریک
عبرتناک انجام
(زیر ترتیب)

مجدد الف ثانیؒ سے
غلام غوث ہزارویؒ تک
(زیر ترتیب)

حیات
قاضی مظہر حسینؒ
(زیر ترتیب)

تاریخ و مسلک
علمائے دیوبند
(زیر ترتیب)

حق چار یار اکیڈمی گجرات

Design By Al Rahman Computers Lahore Mob: 0300-4257988